عفتِ سحر طاہر

دھند لکے چھٹ جائیں گے

عفت سحر پاشا

آج کے دور میں یہ پیار، وفا کچھ بھی نہیں
تم بھی اک روز میرے پیار سے اکتاؤ گی
تم نے جو وقت گزارا ہے میری چاہت میں
وقت گزرے گا تو اس وقت کو پچھتاؤ گی

رات گئے وہ گھر لوٹا تو دروازہ اونگھتی ہوئی بوا نے کھولا تھا۔ انہیں نیند میں حرکت کرتے دیکھ کر اسے ہنسی آ گئی۔ ان کی ڈانٹ پھٹکار کے بعد اس نے ان سے کھانا گرم کرنے کو نہیں کہا ورنہ شاید وہ اس کے خوب لتے لیتیں۔ یہ بھی غنیمت تھا کہ انہوں نے رات کے ایک بجے دروازہ کھول دیا تھا۔

پورا گھر تاریکی میں ڈوبا تھا، فقط نائٹ بلب روشن تھے۔ وہ کوئی اور لائٹ جلائے بغیر کچن میں آ گیا۔ الٹا سیدھا گرم کر کے کھانا کھایا، فریج کھول کر پانی کی بوتل نکال کر منہ سے لگالی۔ تبھی اچانک ہی اس کی سماعتوں میں ایک لہجہ گونج اٹھا۔

''مجھے تم سے بہت ضروری بات کرنی ہے اذلان۔''

''ڈیئر! تمہارا حکم سر آنکھوں پر لیکن ابھی ٹائم بہت کم ہے اور مجھے ایمرجنسی ہے۔'' وہ اس وقت بھاگتے دوڑتے اپنی تیاری نمٹا رہا تھا۔

''اور اب؟''

اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر بغور ٹائم دیکھا۔ اتنی جلدی تو سونے والوں میں سے نہیں ہے وہ۔ اور پھر وہ کہہ رہی تھی کہ چاہے صبح کے چار بجے لوٹو سیدھے میرے پاس آنا۔ اور پریشان بھی تو تھی وہ۔ اس نے بوتل فریج میں رکھ کر کچن کی لائٹ آف کی۔ تھوڑی دیر یونہی کھڑے رہ کر آنکھوں کو اندھیرے سے قدرے مانوس ہونے دیا پھر احتیاط سے اس کے کمرے کی طرف بڑھا۔

''اور اگر کوئی اس وقت مجھے یوں دیکھ لے تو کتنی تاج پوشی ہو۔'' اس نے سوچا۔

وہ اپنی سوچ سے خود ہی محظوظ ہو رہا تھا۔ ہولے سے دروازہ کھٹکھٹا کر اس نے چند لمحے انتظار کیا مگر کوئی رسپانس نہیں ملا، اس نے آخری کوشش کے طور پر دروازے کی ناب گھمائی تو کلک کی آواز کے ساتھ دروزہ کھلتا چلا گیا۔ اذلان کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیل گئی۔ انتظار کا یہ انداز اسے بہت پسند آیا۔ کمرے میں نائٹ بلب کی نیلگوں روشنی خوابناک سا تاثر قائم کر رہی تھی۔ اسے لمبل

میں لپٹے بے سدھ سوئے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر محظوظ کن مسکراہٹ پھیل گئی۔

"کمال ہے، یہ اچھی مصیبت میں گھری ہے۔ صبح تو رونے والی شکل بنا رکھی تھی۔"

"اے دنیا کی مظلوم ترین خاتون اگر تمہاری نیند پوری ہوگئی ہو تو اٹھ جاؤ۔" وہ گہری سانس لے کر بآواز بلند بولا مگر ادھر جنبش تک نہیں ہوئی۔

"زوئیلہ! اٹھ جاؤ اب۔ صبح مجھے سرگودھا چلے جانا ہے۔ جو بات کرنی ہے ابھی کرلو پھر روتی رہو گی بیٹھ کر۔"

اس نے دھمکایا مگر ادھر وہی بے نیازی طاری رہی۔

ازلان کا جی چاہا' اس سر پھری لڑکی پر لعنت بھیج کر اپنے کمرے میں جائے اور گرم گرم بستر میں گھس جائے۔ مگر اب یہ دل...... ہائے یہ دلداریاں۔

"زوئی! اب میں اتنا بھی شریف نہیں ہوں جتنا کہ تم نے مجھے سمجھ رکھا ہے۔"

اس کے مذاق کو سمجھتے ہوئے ازلان نے مخصوص بے تکلفانہ انداز میں کمبل کھینچا تو وہ ہڑبڑا کر گہری نیند سے بیدار ہوئی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا چیز اس کی بیداری کا باعث بنی ہے۔

"دیکھو اب تمہیں ہوش وحواس کی دنیا میں لانے کے لئے اگر مجھے کوئی ایسی حرکت کرنا پڑی جو اخلاقیات سے عاری ہوئی تو اس میں قصور سراسر تمہارا ہوگا۔" وہ بے حد شوخی وشرارت سے کہتا ہوا جھکا اور کمبل کھینچ کر پرے کیا۔ ایک خواب تھا جس کی گرفت سے وہ آزاد ہوئی تھی۔ سرد موسم کے باوجود لمحوں میں اس کا بدن یوں پسینے میں ڈوبا کہ وہ خود کو بے جان محسوس کرنے لگی۔

"اب کہہ بھی دو ڈیئر جو کہنا ہے۔ اتنی رات کو میں کوئی اسکینڈل افورڈ نہیں کرسکتا۔" اپنے مخصوص بشاش انداز میں کہتا وہ اس کے بستر پر بیٹھا تو وہ تڑپ کر کروٹ بدلتے ہوئے دوسری طرف اتر گئی۔ اگلے ہی لمحے خوف میں ڈوبی دلخراش چیخیں ازلان کو دہلا گئیں۔ وہ ہڑبڑا کر اٹھا تھا۔

"کیا ہوا؟ کیا ہوا ہے تمہیں؟" وہ بے حد سراسیمگی کے عالم میں اس کی طرف بڑھا تو کوئی شے اسے کھٹکی مگر اس وقت وہ اس قدر خائف ہو رہا تھا کہ اسے کسی اور طرف غور کرنے کی مہلت ہی نہیں ملی۔

"پاگل تو نہیں ہوگئیں تم......؟"

اس کی چیخیں نہیں تھمیں تو جھنجلا کر ازلان نے اس کو شانوں سے پکڑ کر جھنکا دیا۔ اس کے سیاہ بالوں کا جوڑا کھلا اور ڈھیر سارے ریشمی بال اس کی پشت پر پھیل گئے۔ ازلان کو شدید جھٹکا لگا تھا۔ اس نے کرنٹ کھا کر اپنے ہاتھ اس کے شانوں پر سے ہٹائے اور الٹے قدموں پیچھے ہٹا۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی تھی۔ تبھی کسی نے تیزی سے دروازہ کھول کر لائٹ آن کی تو لحظہ بھر کے لئے ازلان کی آنکھیں چندھیا گئیں۔

"ازلان تم......؟"

ممانی جان کو سامنے پا کر وہ سن ہوگیا۔

انہوں نے بے حد حیرت و بے یقینی سے سامنے کھڑی دوپٹے سے بے نیاز بکھرے بال لئے خوفزدہ اور بری طرح روتی اقتثال کو دیکھا تو ان کا ہاتھ بے اختیار اپنے سینے پر جا پڑا۔ انہیں دیکھ کر وہ دیوانہ وار دوڑتی ان سے لپٹ گئی۔

"آنٹی یہ...... یہ......"

ذرا سی دیر میں سب وہاں جمع تھے۔ ازلان کو لگ رہا تھا' جیسے وہ کوئی مجرم ہو۔ ذرا سی غلط فہمی اتنی بڑی مصیبت کا سبب بن رہی تھی۔

"بہت غلط کیا ہے تم نے ازلان۔" یہ ممانی جان تھیں۔ صبح شام ازلان کے نام کی مالا جپنے والی۔ وہ تحیر سے انہیں دیکھنے لگا۔

"یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ......؟"

"سعید بھائی! اگر آپ اس بے سہارا کو گھر لے ہی آئے تھے تو اس کی حفاظت بھی کی ہوتی۔ وہ تو شکر کریں کہ بات بگڑنے سے پہلے میں آ گئی ورنہ......"

وہ بے حد طنزیہ وتلخ انداز میں بولیں تو ازلان کو یوں لگا

جیسے اس کے سر پر پہاڑ ٹوٹ پڑا ہو۔

"یہ کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ؟"

"تم یہاں کیا کر رہے تھے؟" محبت کرنے والے باپ کا غصے سے سرخ ہوتا چہرہ اور بے یقین سا انداز اس کے اندر بھانبڑ مچا گیا۔ اس کا جی چاہا کہ ایک قیامت مچا دے۔ مگر جو سوال وہ پوچھ رہے تھے اس کا جواب بھی بہت مشکل تھا۔

"بابا جان' میں، میں سمجھا' شاید یہاں زوئیلہ ہے۔"

وہ ضبط سے سرخ چہرہ لئے بولا تو سب نے بے حد تحیر سے اسے دیکھا۔

"غضب خدا کا! ایسی دیدہ دلیری نہ دیکھی نہ سنی۔ میری بچی سے کیا پرخاش ہے تمہیں؟" ممانی جان تڑپ اٹھیں۔ وہ لب بھینچے ان کے پیچھے کھڑی زوئیلہ کو دیکھنے لگا جو اس سے نظریں نہیں ملا رہی تھی۔

"یہ کیا کیا تم نے ازلان، میری تربیت پر مٹی ڈال دی۔ میرے سر میں اس عمر میں راکھ ڈال دی۔" بابا جان کی آواز کپکپا رہی تھی۔ ازلان کے کانوں میں جیسے کسی نے پگھلتا ہوا سیسہ ڈال دیا۔

"بابا جان پلیز۔" وہ ان سے لپٹی سسکتی اقتثال کی طرف اشارہ کر کے بولا۔ "آپ اس سے پوچھ سکتے ہیں اگر مجھ پر اعتبار نہیں ہے تو؟"

"ارے اس سے کیا پوچھیں گے، تم پہلے یہ تو بتاؤ کہ تم یہاں کر کیا رہے تھے' اور یہ کیوں چیخ رہی تھی؟" ممانی جان کی زبان کے آگے تو کھائی تھی، چمک کر بولیں تو اسے اپنا چہرہ تمتماتا ہوا محسوس ہونے لگا۔

"کیا بات ہوئی تھی اقتثال؟" بابا جان اسے پچکار رہے تھے جو ابھی تک لرز رہی تھی۔ سسکیاں اس کے پورے وجود کو جھٹکے دے رہی تھیں۔

ان کے سوال پر وہ اور زور سے رونے لگی تو وہ کوفت زدہ سا زوئیلہ کو دیکھنے لگا۔

"صاف بات ہے بابا جان، میں زوئیلہ سے بات کرنے آیا تھا۔ یہاں آیا تو یہ سو رہی تھیں۔" اس نے بات صاف کرنے کی ٹھان لی۔ مگر ممانی جان کے تو تلووں اور لگی سر پہ جا بجھی۔

"بکواس مت کرو ازلان، اپنی گھٹیا حرکت کو میری بچی سے منسوب مت کرو۔"

"آپ زوئیلہ سے کیوں نہیں پوچھ لیتیں؟" وہ زچ آ کر بولا۔ ابھی تک اس کا اطمینان سلامت تھا کہ ایک پکی گواہی زوئیلہ کی صورت میں موجود ہے۔

"مم...... مجھے؟" وہ ہراساں ہوگئی۔

"تم نے صبح کہا تھا کہ تمہیں مجھ سے کچھ بات کرنی ہے۔" وہ اسے یاد دلا رہا تھا۔ وہ تحیر سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے......؟"

ازلان کا دماغ کھولنے لگا۔

"کیا تم نے صبح مجھ سے بات سننے کو نہیں کہا تھا؟" وہ چلا اٹھا تو وہ اس سے نظریں ملائے بغیر آہستگی سے بولی۔

"وہ تو میں نے صبح کہا تھا۔"

ازلان کا دل چاہا' اس کا منہ تھپڑوں سے لال کردے۔ صاف لگ رہا تھا کہ اب وہ اپنی پوزیشن کلیئر رکھنا چاہ رہی تھی۔

"دیکھو زوئیلہ ڈرو مت۔ صاف بات بتا دو۔ ان سب کی غلط فہمی تو دور ہو جائے نا۔" اس نے بہت ضبط سے کام لیا مگر زوئیلہ کے بجائے ممانی جان بہت تلخی سے بولیں۔

"اسے ڈکٹیشن مت دو۔ ہم اندھے یا پاگل نہیں ہیں۔ ملنے تم زوئیلہ سے آئے تھے اور کمرے میں اقتثال ہے۔ یہ ڈرامے کہیں اور کرنا۔"

"اس نے مجھے کہا تھا کہ یہ اسی کمرے میں ہوگی۔" وہ مٹھیاں بھینچے مشتعل ہوتے ذہن کو بمشکل کنٹرول کر رہا تھا۔

"بیہودہ باتیں مت کرو ازلان! آخر تم نے میری بیٹی کو سمجھ کیا رکھا ہے جو اس سے ایسی باتیں منسوب کر رہے ہو۔" ممانی جان کو بھی غصہ آ گیا تو وہ غصیلے انداز میں زوئیلہ کو دیکھنے لگا۔

''آخر تم بکواس کیوں نہیں کرتیں؟''

''اذلان! بس کرو۔ چلو یہاں سے۔'' وہ ٹھٹک کر بابا جان کو دیکھنے لگا۔ ان کی رنگت زرد پڑ رہی تھی۔

''بابا جان! یہ سب بکواس ہے۔'' اس طرح صفائیاں پیش کرنا اذلان کے مزاج کے خلاف تھا مگر اسے لگ رہا تھا کہ تقدیر اس کا ساتھ نہیں دے رہی۔

اسے زیادہ حیرت زوئیلہ پر ہو رہی تھی۔ اتنی بری صورت حال میں وہ اس کی پوزیشن کلیئر کرنے کے بجائے ماں کے پیچھے دبکی ان کی تمام فضول باتیں سن رہی تھی۔

''بابا جان! میں کیسے خاموش ہو سکتا ہوں، بات میرے کردار پہ آ رہی ہے۔ میں بالکل صحیح بات بتا رہا ہوں۔ زوئیلہ نے کہا تھا کہ چاہے صبح کے چار بجے آؤ مگر میری بات ضرور سن لینا۔''

''اب ختم کرو اذلان۔ جو سچ ہے وہ سامنے ہے۔'' ممانی جان استہزائیہ انداز میں کہتی اقتشال اور زوئیلہ کے ساتھ کمرے سے نکل گئیں۔ کمرے میں بوجھل سی خاموشی پھیل گئی۔ اذلان آگے بڑھ کر بابا جان کے سامنے کھڑا ہو گیا۔

''بابا! میرے الفاظ آپ کے لئے اتنے ناقابلِ اعتبار تو نہیں کہ آپ مجھ پر یقین نہ کریں۔ اوپر سے گواہیاں تو ولی یا پیغمبروں ہی کی اتر سکتی ہیں۔'' وہ ہارے ہوئے انداز میں کہتا انہیں آزمائش میں ڈال گیا۔ اس کے بچپن سے لے کر جوانی تک کا ہر ہر پل ان کی آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ ان کا لاڈلا اور ماں کا چہیتا اذلان ہمدانی۔ مگر جو کچھ آنکھوں سے دیکھا تھا اسے اس کی محبت میں جھٹلا دینا دانشمندی نہیں تھی۔

انہیں ساکت و خاموش دیکھ کر اسے غصہ آنے لگا۔

''بلیوی بابا، یہ سب غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے۔ میں بھلا ایسی حرکت......'' اس کے لب و لہجے کی تیزی پر انہوں نے تلخی سے کہا۔

''تو پھر مجھے اس بات کا جواب مانگتے ہوئے بھی شرم آ رہی ہے کہ اتنی رات گئے تم زوئیلہ کے کمرے میں کیوں آ گئے؟''

''بابا......'' وہ شاک کی کیفیت میں انہیں دیکھنے لگا۔

''آپ کو اپنی تربیت پر شک ہے بابا، بلیوی، میں سچ کہہ رہا ہوں۔'' وہ پاگل ہونے کو تھا۔

''آپ شاید، بابا زوئیلہ میری منگیتر ہے، ہم اس حد تک تو ایک دوسرے سے بے تکلف ہیں کہ کسی بھی وقت ایک دوسرے سے بات کر سکیں اور آج بھی میں اس کی پریشانی کے خیال سے اس کی بات سننے کے لئے آ گیا تھا۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ یہاں اقتشال ہو گی۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی شور مچانا شروع کر دیا۔'' وہ سخت ٹینس ہو رہا تھا۔ وہ بازو سینے پر لپیٹے ہاتھ ہونٹوں پر جمائے تاسف اور دکھ سے اسے دیکھ رہے تھے۔ اس نے مزید کچھ کہنے کو لب وا کئے مگر ان کی آنکھوں اور تاثرات میں اس قدر بے یقینی و بے اعتباری تھی کہ وہ لب بھینچے پیر پٹختا دروازہ کھول کر نکل گیا۔

اگلا روز بے حد ہما کا خیز تھا۔

ممانی جان نے زوئیلہ کی انگلی سے انگوٹھی اتار کر ثمن کے سامنے رکھ دی تو وہ کچھ نہیں بولیں۔ ان کے چہرے پر زردیاں کھنڈی ہوئی تھیں۔

''ممانی جان! یہ کیا کر رہی ہیں آپ؟'' وہ پاگل ہونے کو تھا۔

''آنکھوں دیکھی مکھی کون نگل سکتا ہے۔ میری بیٹی مجھے اتنی بھاری نہیں ہے کہ میں تم جیسے کے پلے باندھے رکھوں۔'' وہ بڑے تنفر سے کہتی اسے دو کوڑی کا کر گئیں۔

''کیسا؟ کیسا ہوں میں؟ کیا کیا ہے میں نے؟'' وہ دہاڑ اٹھا۔

''میاں یہ ڈرامے کسی اور کے سامنے کرنا۔ میں تو چشم دید گواہ ہوں اس بے حیائی کی۔ مجھ پر تمہارا رعب نہیں چلے گا۔'' وہ تڑخ کر بولیں۔

بابا جان ایک طرف سر جھکائے بیٹھے تھے۔ ثمن بیچاری تو ویسے بھی رات کو تقریباً بیہوش پڑی تھیں اب صبح

ذرا طبیعت سنبھلی تو ایک نیا ہنگامہ ان کا منتظر تھا۔

''بھابی! اس کی بات تو سن لیں، ہو سکتا ہے کہ......'' ثمن کی آواز آنسوؤں سے بوجھل تھی ان کی حمایت اور ''ہو سکتا ہے'' کی بے یقینی اذلان کے دل کو چھیل گئی۔

''اب تو تم جو بھی کہو ثمن، میں یہ رشتہ نہیں کرنا چاہتی۔ غضب خدا کا! جوان جہان لڑکی کے کمرے میں جا گھسا، ایسی بے حیائی نہ کہیں دیکھی نہ سنی۔'' ان کی تان اسی بات پہ آ کر ٹوٹ رہی تھی۔

''کیا کیا ہے میں نے؟'' وہ غصے سے بولا۔ ''بتایا تو ہے کہ یہ سب غلط فہمی کی وجہ سے ہوا ہے۔''

''اے لو، تمہارے نزدیک یہ کوئی بات ہی نہیں۔ اگر میری زوئیلہ وہاں ہوتی، تب بھی تمہیں وہاں گھسنے کی جرات کیسے ہوئی؟'' وہ چمک کر بولیں تو وہ تلملا اٹھا۔

''تو اپنی نیک پروین بیٹی سے پوچھ لیں، کیا اس نے مجھے نہیں بلایا تھا۔''

''اذلان، میں نے اتنی رات کو تمہیں کبھی نہیں بلایا اور پھر اگر میں تم سے رات کو ملنا چاہتی تو اصولاً مجھے تمہارا انتظار کرنا چاہئے تھا۔'' زوئیلہ اب قدرے اعتماد سے کہہ رہی تھی۔ وہ تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گیا۔

یہ زوئیلہ تھی؟ اسے یقین نہیں آ رہا تھا۔

وہ تو منگنی سے پہلے اور اب منگنی کے بعد بھی جب جی چاہے منہ اٹھائے دروازہ کھٹکھٹائے بنا، اس کے کمرے میں گھس آتی۔ گھنٹوں اس سے باتیں کرتی رہتی۔ بے تکلفی سے اس کے بستر پر بیٹھ جاتی حتیٰ کہ اس کے ساتھ بھی بیٹھ جاتی تھی۔

''یہ سب بکواس ہے ماما، میں نے تو کبھی اقتشال سے ٹھیک طرح سے بات بھی نہیں کی۔'' وہ چیخ رہا تھا مگر اس کی شنوائی نہیں ہو رہی تھی۔ حالات و واقعات اس کے گرد گھیرا تنگ کر چکے تھے۔

''وہ کہہ رہی ہے کہ تم نے اس کا کمبل کھینچ کر اتارا تھا، وہ تو شکر ہے اس کے ساتھ ہی اس نے گھبرا کر چیخنا شروع کر دیا ورنہ......'' وہ استہزائیہ انداز میں مسکرا رہی تھیں۔

''شوٹ کر دوں گا میں اسے۔'' وہ بھبک کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ''میں نے اسے کچھ نہیں کہا۔''

''یہ سب تو اب تم اپنے ماموں جان ہی سے کہنا، چلو زوئیلہ۔''

صاف لگ رہا تھا کہ اب وہ کبھی نہ لوٹنے کے لئے جا رہی ہیں۔ چپ چاپ زوئیلہ بھی ان کے ساتھ چلی گئی۔ وہ ششدر سا اپنی دنیا اجڑتی دیکھتا رہا۔

''بابا نکالیں باہر اس فساد کی جڑ کو، بھجوائیں اس کے گھر واپس اسے۔'' وہ سخت طیش کے عالم میں کہہ رہا تھا۔

''ساری آگ اسی کی لگائی ہوئی ہے۔ ذرا سی غلطی کو بڑھا کر اس نے طوفان مچا دیا۔ حد ہوتی ہے بے غیرتی کی۔'' اشتعال کے عالم میں جو منہ میں آیا وہ کہتا چلا گیا۔ اس کے لفظوں نے بے اختیار بابا جان کا ہاتھ اٹھا دیا۔ بہت دقت سے انہوں نے خود کو روکا تھا۔

''زبان کھینچ لوں گا تمہاری جو اس سے متعلق کوئی گری ہوئی بات کہی تو، وہ میری بیٹی ہے سمجھے۔''

''سعید۔'' ثمن کا ہاتھ بے اختیار کلیجے پر جا پہنچا۔ وہ خالی ذہن لئے، بے یقینی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''بابا آپ نے، آپ نے اس بیہودہ ترین لڑکی کے لئے مجھے......'' وہ شاک کی کیفیت میں تھا۔

''بکواس بند کرو۔'' بابا جان کا چہرہ اشتعال سے سرخ ہو رہا تھا۔ ان کے غصے سے تو ایک جہان ڈرتا تھا۔

''یہ تربیت کی تھی میں نے تمہاری۔ آدھی رات کو اٹھ کر اتنی دیدہ دلیری سے تم زوئیلہ سے ملنے جا پہنچے، جانتے ہو نا اپنی ممانی صاحبہ کی عادتوں کو؟ اتنا بڑا قدم تو اٹھا ہی گئی ہیں اب سارے خاندان میں جو لگائی بجھائی کریں گی وہ ساری عزت مٹی میں ملا دے گی۔ میں تو کسی کے آگے نظر اٹھانے کے قابل نہیں رہوں گا۔''

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ زوئیلہ سے اس کی اتنی بے تکلفی حالات کو اس نہج پر بھی لے جا سکتی ہے۔ اس کے خیال میں منگیتر کے ساتھ ''کافی حد تک'' فری ہونا، بے تکلفی کے زمرے میں شمار ہوتا تھا۔ اس لئے اس نے

کبھی صحیح اور غلط سوچنے کی کوشش ہی نہیں کی تھی۔ ہوسکتا ہے کہ زوبیلہ کا رویہ محتاط ہوتا تو وہ بھی اس سے اتنی بے تکلفی نہ برتتا لیکن وہ لڑکی ہو کر اتنی آزادی سے گھنٹوں اس کے کمرے میں گھسی باتیں بگھارتی رہتی تھی۔ اس لئے اذلان نے بھی کبھی احتیاط برتنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ اس کی نیت ہمیشہ کھری رہی تھی مگر یہ بے احتیاطی آج جو رنگ لائی تھی وہ بہت بدصورت تھی۔

''جب میری نیت صاف ہے، میرا ضمیر مطمئن ہے تو پھر مجھے کوئی فکر نہیں۔'' وہ بھڑک اٹھا۔

''مگر مجھے فکر ہے۔'' باباجان تلخی سے کہتے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''آپ کو کس بات کی فکر ہے؟'' اس کا لہجہ بھی انہی جیسا تھا۔ ''بلکہ مجھے تو آج پتہ چلا کہ میں آپ کے لئے کس قدر بے اعتبار ہوں۔''

''یہ سب تمہارا بویا ہوا ہے اذلان۔'' وہ اس کے لب ولہجے سے قطعی متاثر نہیں ہوئے تھے۔

''نہ تو میں نے کچھ غلط کیا ہے اور نہ ہی میں کسی قسم کی کوئی ذمے داری قبول کروں گا۔'' وہ پھنکارتے ہوئے بولا اور پھر وہاں رکا نہیں الٹے قدموں باہر نکل گیا۔ شمن آوازیں دیتے ہوئے نڈھال ہوگئیں مگر وہ ان سنی کر گیا۔

''اب جو بھی ہو شمن، یہ بھگتان تو اسے بھگتنا ہی پڑے گا۔'' انہوں نے تھکے تھکے انداز میں کہا تو وہ ہتھیلی پر دھری انگوٹھی کو دیکھ کر بے بسی سے رونے لگیں۔

OOO

دو دن کے بجائے وہ سرگودھا سے پورے سات دنوں کے بعد واپس لوٹا تو اس کا خیال تھا کہ اب تمام معاملہ دھول کی طرح بیٹھ چکا ہوگا۔ مگر باباجان کے سامنے پہنچ کر اسے احساس ہوا کہ اصل طوفان تو اب آیا ہے۔ پہلے تو محض آمد کا اشارہ ہوا تھا۔ ان کی بات سن کر پہلے تو وہ ناسمجھی کے عالم میں چہرہ اٹھائے انہیں دیکھے گیا پھر جب ذہن نے مستعدی سے لفظوں کی پڑتال کی تو وہ بھڑک اٹھا۔

''یہ کیا کہہ رہے ہیں آپ؟'' وہ تمام ادب ولحاظ بھول گیا۔ ''مجھے کسی پاگل کتے نے نہیں کاٹا کہ میں اس طرح کے بیہودہ فیصلے کرتا پھروں۔''

''یہ بیہودہ فیصلہ تم نہیں میں کر رہا ہوں۔'' وہ سکون سے بولے تو وہ مشتعل ہوا تھا۔

''باباجان! لیٹ از لیٹ...... اس سے زیادہ میں برداشت نہیں کرسکتا۔''

''تمہیں برداشت کرنا پڑے گا۔'' وہ اسی انداز میں بولے۔

''باباجان! یہ بات طے ہے کہ شادی میں صرف زوبیلہ سے کروں گا۔'' وہ قطعی لہجے میں بولا۔

''اونہہ برخوردار، وہ انگوٹھی منہ پر مار گئی ہیں۔'' ان کے انداز میں استہزا تھا۔

''میں سب ٹھیک کرلوں گا۔ زوبیلہ کو سمجھالوں گا میں۔'' اس نے ان سے زیادہ خود کو تسلی دی تھی۔

''اور انتشال؟ تمہاری ممانی صاحبہ نے اس سے متعلق جو باتیں پورے خاندان میں پہنچادی ہیں وہ؟'' وہ طنزیہ لہجے میں پوچھ رہے تھے مگر اس پر اثر نہیں ہوا۔

''یہ اس کی اپنی غلطی ہے۔ وہ چاہتی تو بات سنبھال بھی سکتی تھی۔'' وہ تو ویسے بھی ان سے خفا تھا۔ اب بھی بے حد ناراضگی سے بات کر رہا تھا۔ اس کی غیر ذمے دارانہ گفتگو ان کو تپا رہی تھی۔

''اتنا ہی آسان تھا تو تم نے کیوں نہ سنبھال لی بات؟''

''بہرحال بابا، یہ سب معمولی سی غلط فہمی کا نتیجہ ہے۔ آپ خواہ مخواہ اس معاملے کو اتنی اہمیت نہ دیں۔'' وہ بے نیازی سے بولا۔

''یہ اب معمولی معاملہ نہیں رہا۔ دھبہ لگ گیا ہے اس بچی کے ماتھے پر صرف تمہاری وجہ سے۔'' وہ بھڑک اٹھے تو اس کی پیشانی پر بھی بل پڑنے لگے۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا جس کا تاوان بھروں۔''

''یہ تاوان تو تمہیں بھرنا ہی پڑے گا۔'' وہ دھمکانے والے انداز میں کہہ رہے تھے۔

''گویا سب کے کہے کو سچ ثابت کردوں۔ اس سے نکاح پڑھوالوں تاکہ سب سمجھیں میں واقعی اس کے پیچھے پاگل ہو رہا تھا۔'' وہ چیخ اٹھا۔ ذہنی حالت دگرگوں ہو رہی تھی مگر بابا تو لگتا تھا کہ اس کی طرف سے آنکھیں بند کئے ہوئے ہیں۔

''لوگ جو کہتے ہیں، کہتے رہیں، ہمیں پروا نہیں۔'' وہ آرام سے بولے، تو وہ جل کر رہ گیا۔

''میرے لئے کوئی پروا نہیں، اس کے لئے تو جیسے سارا زمانہ ہماری طرف ہی آنکھیں لگائے بیٹھا ہوگا۔''

''تم لڑکے ہو، لڑکیوں کی عزت تو کانچ سے بھی نازک ہوتی ہے۔'' انہوں نے اسے مطلع کیا تو وہ جلتی آنکھوں، تپتے دماغ کے ساتھ انہیں دیکھنے لگا۔

''اٹس لیٹ باباجان...... یہ کبھی بھی نہیں ہوسکتا۔'' وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ انہوں نے سرخ ہوتی آنکھیں اس پر جمادیں۔

''اذلان میں مر جاؤں تو میری میت کو کندھا نہ دینا۔''

''بابا۔'' وہ سناٹے میں آ گیا۔

وہ سر جھکائے بیٹھے تھے جیسے ساری جمع پونجی ہار چکے ہوں۔

''آپ، آپ مجھے اس قدر بے اعتبار کر رہے ہیں بابا؟ میرے قدموں تلے سے زمین کھینچ رہے ہیں۔'' اس کی آنکھوں میں ضبط کی سرخیاں اترنے لگی تھیں اور لہجے میں برسوں کی تھکن تھی۔

''یہ میری جذباتیت نہیں ہے اذلان۔ تم مجھے اچھی طرح جانتے ہو۔ میں جو کہہ رہا ہوں وہی میری وصیت ہوگی۔'' ان کے کپکپاتے لہجے میں قطعیت تھی۔

''اٹس ناٹ فیئر بابا......'' وہ صدمے کی کیفیت میں تھا۔ ''میں اس کی شادی کہیں بہت اچھی جگہ کرادوں گا۔'' فوراً وعدہ کیا مگر وہ ٹس سے مس نہیں ہوئے۔

''میں خاندان میں تمہاری یا اپنی بے غیرتی کے طعنے نہیں سن سکتا اور اگر باہر کسی کو ان باتوں کی بھنک بھی پڑ گئی تو دوسرے ہی دن وہ اجڑ کر آ جائے گی۔ اور پھر وہ میرے گھر میں امانت تھی اذلان، یہ داغ ہمیں ہی دھونا ہے۔''

''چاہے اس کے لئے کتنی ہی بڑی قیمت کیوں ادا نہ کرنی پڑے۔'' وہ سلگ اٹھا۔

''جتنا بڑا نقصان ہو قیمت بھی اتنی ہی بڑی چکانی پڑتی ہے۔'' وہ ہنوز پراطمینان انداز میں کہہ رہے تھے۔

''میری طرف سے مکمل انکار ہے باباجان، میں کوئی کھلونا نہیں ہوں جس سے آپ اپنی مرضی کے مطابق کھیل لیں۔ اور نہ ہی میں کسی ڈرامے کا کوئی ایموشنل کردار ہوں جو خواہ مخواہ ہی قربانیوں پر آمادہ ہو جاؤں۔ میری اپنی لائف ہے میں اسے محض آپ لوگوں کی بدگمانی اور بے اعتباری کے فیصلے کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتا۔'' وہ بے حد تلخی و ترشی بھرے لہجے میں کہہ رہا تھا۔ انہوں نے ہنکارا بھرا۔

''ہوں، تو گویا تم تیار ہو مجھ سے ہر تعلق منقطع کرنے کے لئے؟'' ان کی غیر متوقع بات اسے جامد کرگئی۔

''بابا! میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ آپ ذرا سی بات کے لیے اس قدر جذباتی کیوں ہو رہے ہیں؟'' وہ یکلخت ہی بے بسی کے حصار میں گھر گیا۔ ''میں یہ گھر چھوڑ جاؤں گا۔'' اس کا انداز بے حد اٹل اور بے لچک تھا۔ انہوں نے بغور اسے دیکھا۔

''تم چند لمحوں کے لئے اس واقعے کو بھلا دو اور سمجھو کہ میں تمہیں انتشال کا پروپوزل دے رہا ہوں پھر تمہارا کیا ری ایکشن ہوگا؟'' وہ جانچنے والے انداز میں پوچھ رہے تھے۔ اذلان کے اندر غصے کی تند و تیز لہر اٹھی۔

''جس لڑکی سے متعلق میں نے کبھی کچھ سوچا ہی نہیں، ایک گھر میں رہتے ہوئے جسے کبھی نظر بھر کے دیکھا تک نہیں اس سے متعلق میں ایسے پروپوزل کو قطعی اہمیت نہیں دوں گا۔'' وہ تیز لہجے میں بولا۔ اس کے چہرے پر سنجیدگی اور غصے کی سرخی تھی۔ ''آئندہ آپ مجھ سے اس بارے میں بات مت کیجئے گا۔ ورنہ یقین کریں

کچھ نہ کچھ غلط ضرور ہوجائے گا۔ میری نیت، میرا دامن صاف ہے، اس لئے میں کچے چوروں جیسا فیصلہ بھی نہیں کروں گا۔" وہ بے حد کھرے لہجے میں انہیں جواب دیتا وہاں سے اٹھا تو سیدھا ماموں جان کی طرف آیا تھا۔

روئی روئی زوئیلہ کو دیکھ کر اس کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بیٹھ گیا۔

"یہ کیا ہوگیا اذلان؟" اس کے آنسو رخساروں پر ڈھلک آئے۔ وہ اسے تسلی دینے لگا۔ حالانکہ اس قدر غیر متوقع حالات خود اس کے انجر پنجر ڈھیلے کرچکے تھے۔

"سب ٹھیک ہوجائے گا۔"

"کیسے ٹھیک ہوجائے گا؟" وہ رندھے ہوئے لہجے میں بولی۔ "ابو بھی تم سے بہت ناراض ہیں۔"

"میں ماموں جان سے بات کرلوں گا۔ انہیں تو کم ازکم میرے متعلق ایسا نہیں سوچنا چاہئے، کیا میں ان کے لئے کوئی نیا بندہ ہوں؟" وہ قدرے ناگواری سے کہہ رہا تھا۔

"مجھے علم ہوتا کہ یہ سب ہوجائے گا تو میں تم سے کبھی ملنے کا نہ کہتی۔" وہ بے حد تاسف سے کہتے ہوئے ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر رونے لگی۔

"مگر اتنا تو ضرور ہوگیا ہے کہ سب کے چہروں سے نقاب ہٹ گئے ہیں۔ کل تک جو میرے گن گاتے تھے آج میری کردار کشی کررہے ہیں۔" وہ پھیکے انداز میں بولا تو وہ سوں سوں کرتی اسے دیکھتے ہوئے اسے بتانے لگی۔

"یہ سب اقتتال کا کیا دھرا ہے، اس سے ہماری محبت دیکھی نہیں گئی۔"

"کیا مطلب؟" وہ الجھا۔

"وہ جلتی تھی تمہاری مجھ سے محبت پر۔ اب بھی اس نے پتہ نہیں پھوپا جان سے کیا کیا کہا کہ وہ تم سے متنفر ہوگئے۔ امی سے بھی اس نے پتہ نہیں کیسی گری ہوئی باتیں کی ہیں کہ وہ تمہارا نام بھی سننا گوارا نہیں کررہیں۔" وہ بھیگے لہجے میں کہتی اسے سناٹوں میں دھکیل گئی۔

"مگر مگر کیوں؟ اسے مجھ سے کیا پرخاش ہے؟" وہ بمشکل بولنے کے قابل ہوا تھا۔

"وہ تمہیں پسند کرتی ہے۔" زوئیلہ نے دھماکا کردیا۔

وہ جیسے آندھیوں کی زد میں آگیا۔

"وہاٹ؟ اس نے اس لئے؟"

"بالکل، ورنہ وہ تمہاری اس حرکت کو غلط فہمی سمجھ کر نظر انداز کرسکتی تھی۔ تم نے کوئی غیر اخلاقی حرکت نہیں کی تھی اور نہ ہی تمہاری نیت میں کوئی خرابی تھی مگر اس نے جان بوجھ کر سب کو اکٹھا کرلیا تاکہ وہ تمہارے ساتھ اسکینڈلائز ہوجائے، اور وہی ہوا۔"

وہ بہت ذہانت سے تجزیہ کررہی تھی۔ اذلان کے اندر جیسے کسی نے آگ بھڑکا دی۔

"تو یہ بات تم ماموں جان اور ممانی جان کو کیوں نہیں بتاتیں؟" وہ بمشکل خود پر ضبط کرتے ہوئے تلخی سے بولا تو اس نے سر جھکا لیا۔

"امی کا خیال ہے کہ میں محض مفروضوں پر بات کررہی ہوں۔ اقتتال کی ڈرامہ بازی ان پر پوری طرح اثر کرچکی ہے۔ وہ سمجھتی ہیں کہ میں تمہیں بے قصور ثابت کرنے کے لئے لفاظی کررہی ہوں۔"

ممانی جان کی سوچ اذلان کو غصہ دلا رہی تھی۔ پہلے ہی وہ زوئیلہ اور اذلان کے رشتے کے لئے بمشکل رضامند ہوئی تھیں اب یہ نیا فضیحتہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"زوئیلہ تم ابھی تک، اوہو۔" ممانی جان اپنے دھیان میں بولتی ہوئی ڈرائنگ روم میں آئیں تو سامنے بیٹھے اذلان کو دیکھ کر بری طرح ٹھٹک گئیں۔

"خیریت تو ہے؟" ان کے انداز میں طنز تھا۔

"ممانی جان! میں آپ سے بات کرنے آیا ہوں۔" وہ سنجیدگی سے پر لہجے میں بولا تو وہ خشمگیں نظروں سے اسے دیکھنے لگیں۔

"یوں کیوں نہیں کہتے کہ اپنی صفائی پیش کرنے آئے ہو۔"

"پلیز ممانی جان میں۔"

"بس کرو اذلان، غضب خدا کا، تمہیں تو ذرا بھی شرم نہیں آئی کیسے منہ اٹھائے چلے آئے ہو۔" وہ اس کے احتجاجی جملے کو ترشی سے کاٹ گئیں۔ "ہم نہ تو بے حس ہیں اور نہ ہی بے غیرت کہ اپنی بیٹی کو تمہارے جیسے آوارہ اور عیاش آدمی کے پلے باندھ دیں۔ وہ تو خدا نے اس بچی کو بچالیا ورنہ تم نے تو اسے برباد کرنے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔ بن ماں باپ کی بچی کو تمہارے باپ نے گھر میں تمہاری عیاشی کے لئے تو نہیں رکھا تھا۔ حد ہی کردی تم نے تو بے حیائی کی، یہ بھی نہیں سوچا کہ گھر بھرا پڑا ہے۔ میں تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کررہی ہوں کہ اس نے میری بیٹی کو کھائی میں گرنے سے بچالیا۔ میں تو پہلے ہی اس رشتے کے خلاف تھی۔ اب تو اس کے باپ کی بھی آنکھیں کھل گئی ہیں۔" ممانی جان پھٹ پڑی تھیں۔ وہ یوں بولیں کہ اسے گندگی میں دھنسانی چلی گئیں۔ اسے لگا جیسے زمین پھٹ پڑی ہو یا آسمان اس کے سر پر آگرا ہو۔ بے حس و حرکت کھڑا بے یقینی سے وہ انہیں دیکھتا رہا۔ ان کے الفاظ تیزاب کے قطروں کی مانند اس کے دل پر گر رہے تھے۔ اس نے آخری بار زوئیلہ کے چہرے پر ایک نگاہ ڈالی' وہ ماں کی باتوں پر سر جھکائے شرمسار سی آنسو بہا رہی تھی۔

"ممانی جان! مان لیا کہ زوئیلہ میری قسمت میں نہیں ہے مگر آپ اب اس دن کا انتظار کیجئے گا' جب وہی خدا جس کا آپ لاکھ لاکھ شکر ادا کررہی ہیں' میرا انصاف کرے گا جب حقیقت عیاں ہوگی تب شاید آپ کے حصے میں صرف پچھتاوا ہی آئے۔" وہ سرد و سپاٹ انداز میں کہتا تیزی سے باہر نکل گیا۔

"تھینک گاڈ۔" اس کے نکلتے ہی زوئیلہ نے ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ ڈالیں۔ پر ماں سے نظر ملتے ہی وہ ہنس دی۔ وہ ابھی کچھ دیر پہلے والی زوئیلہ سے بالکل مختلف نظر آرہی تھی۔ فریش اور بے نیاز۔

"خس کم جہاں پاک۔" ممانی جان نے سر جھٹکا تھا۔ پھر اسے گھورنے لگیں۔ "اب اس سے زیادہ کی مجھ سے توقع نہ کرنا۔ جتنی جلدی ہوسکے نبیل قاضی سے کہو کہ اپنے گھر والوں کو لائے۔ تمہارے باپ کی تیوریاں تبھی ٹھیک ہوں گی۔"

"اوکے مام، اب تو بس عیش ہی عیش ہیں۔" وہ کھلکھلائی تھی۔ اسے ہنستے دیکھ کر وہ بھی مطمئن ہوگئیں۔ اور اسے بازار جانے کے لئے تیار ہونے کا کہہ کر پلٹ گئیں۔

○○○

کبھی کبھار یوں بھی ہوتا ہے کہ ہم بے حد خلوص اور محبت سے کسی کو چاہتے ہیں اور یوں کہ اسے ہی اپنی زندگی کا محور بنالیتے ہیں۔ دوسرا ہم سے کتنا مخلص ہے یا ہم سے کتنی محبت کرتا ہے، اس سے ہمیں کوئی غرض نہیں ہوتی اور اس عرصے میں دوسرا فریق پتہ نہیں اپنی کس غرض کی وجہ سے ہمیں برداشت کرتا رہتا ہے، شاید یوں چاہے جانے سے اس کو ذہنی تسکین ملتی ہے۔

ایسا ہی اذلان ہمدانی کے ساتھ بھی ہوا تھا۔

اس نے واقعی زوئیلہ کو بہت چاہا تھا۔ اس سے بے حد مخلص تھا مگر اس نے کبھی یہ جاننے کی کوشش ہی نہیں کی تھی کہ زوئیلہ اس سے متعلق کیسے جذبات رکھتی ہے۔

ادھر زوئیلہ کو جب خاندان بھر کے ہینڈسم اور ذہین اور شوخ اذلان ہمدانی کی توجہ ملی تو وہ فخر وانبساط سے پھول گئی۔ سوتیلی ہی سہی مگر وہ اس کی پھوپو کا بیٹا تھا۔ خاندان کی لڑکیوں پر رعب ڈالنے کا ایک بے حد اچھا موقع اس کے ہاتھ لگ گیا تھا۔ اس نے یہ جاننے کی قطعی کوشش نہیں کی کہ اذلان اس سے کس حد تک مخلص ہے۔ وہ صرف اسی بات پر خوش تھی کہ تمام لڑکیاں اس کی خوش قسمتی سے جلتی ہیں۔ جبکہ ممانی جان کو بیٹی کی یہ بیوقوفی قطعاً نہیں بھائی تھی کہ وہ ایک زیر تعلیم لڑکے کی باتوں میں آگئی تھی۔ ان کے خیال میں زوئیلہ کے لئے کوئی بہت اونچے گھرانے کا رشتہ ہونا چاہئے تھا مگر یہاں ماموں جان کے رعب اور زوئیلہ کی بیوقوفی کے آگے ان کی ایک نہیں چلی اور یوں اذلان بھی ان خوش قسمتوں میں شمار ہونے لگا جو دلدار کو اپنے آنگن میں لے آتے ہیں۔ مگر

تبھی اچانک بادِ بہاری مخالف سمت کو چلنے لگی تھی۔

نبیل قاضی۔

کروڑ پتی باپ کا بیٹا، لباس کی طرح گاڑیاں استعمال کرنے والا۔

جس کی نظر کرم اچانک ہی زوئیلہ پر ہوگئی تھی۔ اور زوئیلہ؟

وہ تو دنگ رہ گئی تھی۔ قسمت نے کیسے یکا یک پلٹا کھایا تھا۔ ازلان تو نبیل قاضی کا پاسنگ بھی نہ تھا۔ برسوں سے جو اس کے دل میں بے حد امیر بننے کی خواہش پل رہی تھی وہ پوری شدت سے اس کے دماغ پر حاوی ہوگئی۔ یہ ٹھیک تھا کہ ازلان ہمدانی بھی کوئی گراپڑا بندہ نہیں تھا۔ سعید ہمدانی کا بزنس اس وقت ٹاپ پر جارہا تھا لیکن ازلان فی الحال پڑھائی میں مصروف تھا اور اس کا بینک بیلنس ہمیشہ ہی زوئیلہ کو کھٹکتا رہتا تھا۔ اب نبیل قاضی سامنے آیا تو اسے اپنی جلد بازی اور بیوقوفی کا احساس شدت سے ہونے لگا۔ اس نے ازلان ہمدانی کو دولت کے پلڑے میں تولا تھا۔ اس کی محبت کی شدت کو وہ قطعی نظر انداز کرگئی اور اس سلسلے میں اسے ممانی جان کی مکمل سپورٹ تھی ورنہ شاید وہ دل مار کر رہ جاتی۔ تیسری ملاقات میں گولڈ کا سیٹ اور پھر اس کی برتھ ڈے پر ڈائمنڈ بریسلیٹ...... ازلان ہمدانی کہیں بہت پیچھے رہ گیا تھا۔

اور پھر اس نے پیچھا چھڑانے کی گھٹیا منصوبہ بندی بھی کرلی۔ اگر باپ کا ڈر نہ ہوتا تو وہ آرام سے انگوٹھی اتار کر ازلان کے ہاتھ میں تھما دیتی مگر اب ذرا سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کی ضرورت تھی۔ اس لئے اس نے اقتثال کو مہرہ بنایا۔ اس بیچاری کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا کہ یہاں کیا کھیل کھیلا جانے والا ہے۔ زوئیلہ کو خبر تھی کہ ازلان چاہے جب بھی لوٹے اس کی بات سننے ضرور آئے گا۔ پھوپو کی طبیعت کی خرابی کی وجہ سے ہفتہ بھر سے وہ سب انہی کی طرف تھیں۔ اس دوران میں وہ سوتی تو ماں کے ساتھ رہی مگر ازلان پر اس نے یہی ظاہر کیا تھا کہ وہ اس کمرے میں سو رہی ہے جہاں اقتثال کو اس رات زوئیلہ ہی نے سونے کو کہا تھا اور ازلان کی بدقسمتی کہ تمام پلان اسی طرح نمٹا جس طرح زوئیلہ اور ممانی جان چاہتی تھیں۔ اقتثال بیچاری تو خوف سے نچڑ کر رہ گئی مگر زوئیلہ مطمئن تھی کہ اب ازلان سے اس کی جان چھوٹ چکی ہے اور ساتھ ہی اس کی پوزیشن بھی کلیئر ہے۔ یہ اس کی بے حسی کی انتہا تھی کہ اس نے اقتثال کی کردار کشی کرتے ہوئے اور اس سے غلط باتیں منسوب کرتے ہوئے اس مظلوم لڑکی کے بارے میں کچھ بھی نہیں سوچا تھا اور نہ ہی ازلان کی ڈسٹربنس نے اسے متاثر کیا تھا۔ اس کے حواس پر صرف نبیل قاضی چھایا ہوا تھا۔ لڑکیاں جس کی ایک نگاہ کے لئے ترستی تھیں۔ وہ خود کو خوش قسمت سمجھتی تھی کہ نبیل نے خود اس سے دوستی کی خواہش ظاہر کی تھی۔

○○○
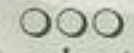
''تم ان کی بات مان کیوں نہیں لیتے ازلان؟'' ثمن کے تھکے تھکے انداز پر وہ بھڑک اٹھا۔

''وہ مجھ سے قطع تعلق کرچکے ہیں ماما۔ اب میں ان کی کوئی بات ماننے کا پابند نہیں ہوں۔''

شینا بھابی نے محظوظ کن انداز میں مسکراتے ہوئے اسے دیکھا۔

''دیور جی! اب کچھ تو کرنا ہی پڑے گا۔ پورے خاندان میں اس افیئر کی دھوم مچی ہوئی ہے۔''

ان سے تو ازلان کی ویسے ہی نہیں بنتی تھی اب بھی وہ تلملا اٹھا۔

''خاندان والوں کو تو شوق ہے تماشا دیکھنے کا۔ گھٹیا پن ہے یہ ان کا۔ مجھے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔''

وہ سوپ کا پیالہ ثمن کی طرف بڑھاتے ہوئے ناگواری سے اسے گھورنے لگیں۔

''تمہیں فرق نہیں پڑتا ہوگا۔ ہماری تو چار بندوں میں انسلٹ ہوجاتی ہے جب کوئی اس واقعے سے متعلق سوال کرتا ہے تو۔'' یہ ان کے مزاج کے خلاف تھا کہ وہ جلے پر نمک نہ چھڑکتیں۔

''بات صرف اتنی سی ہے کہ آپ سب خود بھی اس واقعے کو انجوائے کرتے ہیں۔ ورنہ میں آپ کے لئے اجنبی تو نہیں ہوں کہ آپ میری حمایت میں کسی کو منہ توڑ جواب نہ دے سکیں۔ ویسے تو آپ کی زبان بہت چلتی ہے۔'' وہ بے حد تند و ترش لہجے میں بولا تو وہ ماتھے پر بل ڈالے پیر پٹختی چلی گئیں۔

''یہ کیا بدتمیزی ہے ازلان، یوں بات کرتے ہیں؟ بڑی بھابی ہے تمہاری۔'' ثمن کو اس کا انداز سخت ناگوار گزرا تھا۔

''ہر جگہ بس میں ہی غلط ہوتا ہوں۔'' وہ زچ ہوکر بولا تو انہوں نے دکھ سے اسے دیکھا۔ چند دنوں میں وہ کتنا بجھ سا گیا تھا۔ پہلے ہر دم ایکٹو اور فریش رہتا تھا۔ ہونٹوں پر دھیمی سی مسکراہٹ جو اسے بہت چارمنگ بناتی تھی اور آنکھوں میں شرارت اور ذہانت کی چمک لئے وہ ماحول پر چھایا ہوا محسوس ہوتا تھا مگر اس اندوہناک واقعے نے اس کی ساری شادابی نچوڑ ڈالی تھی۔ انہوں نے سوپ کا پیالہ یونہی سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اس کی طرف بانہیں پھیلا دیں۔ ایک نظر انہیں دیکھنے کے بعد وہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ انہوں نے اس کے بال سمیٹ کر بے حد محبت سے اس کی فراخ پیشانی چومی تو آنکھوں میں خود بخود نمی سی اترنے لگی۔ وہ جانتی تھیں کہ وہ زوئیلہ کے لئے کیسے جذبات رکھتا ہے۔ اس نے سب سے پہلے زوئیلہ سے متعلق انہی سے بات کی تھی اور پھر یہ جانتے ہوئے بھی کہ زوئیلہ کی آزادئ طبع گھر والوں کو بالکل نہیں بھائی، وہ اپنی ضد پر اڑ گیا تھا اور اب وہی زوئیلہ پھر اس سے دور ہوگئی تھی۔

''سب ٹھیک ہوجائے گا بیٹا۔'' ان کی آواز میں نمی اتر آئی تھی۔ ازلان نے جلتی آنکھیں موند لیں۔

''اب کچھ بھی ٹھیک نہیں ہوسکتا ماما۔'' وہ بے حد بجھے ہوئے انداز میں بولا۔ اس کے لہجے میں اترتی ہار ثمن کا دل مسل گئی۔

''میں خود بات کروں گی بھائی جان سے۔'' انہوں نے مدھم سی آس کا سہارا لینا چاہا تو وہ انہیں ٹوک گیا۔

''وہ اتنے بے خبر نہیں ہیں، جتنا کہ آپ انہیں سمجھ رہی ہیں۔ سارا معاملہ ان تک پہنچ چکا ہے۔ اگر انہیں ممانی جان کے طرز عمل پر کوئی اعتراض ہوتا تو پہلے کی طرح وہ میری حمایت ضرور کرتے۔''

''لیکن میں انہیں اصل بات بتاؤں گی۔''

''نہیں ماما۔'' وہ ان کی بات کاٹ کر غیر جذباتی انداز میں کہتا اٹھ بیٹھا۔ ''مجھے اپنے کردار کی مضبوطی اور اپنی نیک نیتی ظاہر کرنے کے لئے سہاروں کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ کیا میں اس قدر بے اعتبار ہوگیا ہوں کہ اب مجھے گواہیوں کی ضرورت پڑنے لگی ہے؟ بس اب جس کو مجھ سے تعلق رکھنا ہے رکھے اور نہیں، تو میں بھی سب کے بغیر رہ سکتا ہوں۔'' اس کا لہجہ سرد و سپاٹ تھا۔ جن حالات سے وہ گزرا تھا انہوں نے اس کے مان، اس کی توقعات کا خون کر ڈالا تھا۔ اب تو کسی سے کوئی توقع وابستہ نہیں رہی تھی۔

''اور مم، میں؟'' ان کے لب تھرتھرائے۔

''آپ......؟'' وہ چند لمحے انہیں دیکھنے کے بعد ان سے لپٹ گیا۔ ''آپ کی خاطر ہی تو اس گھر میں ٹکا ہوا ہوں ماما۔ جانتی ہیں ناں کہ میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔ بس میرا سی ایس ایس کا رزلٹ آلینے دیں پھر میں جاب شروع کردوں گا اور آپ کو اپنے ساتھ رکھوں گا۔'' وہ ان کے شانے پر سر رکھے اٹل انداز میں کہہ رہا تھا۔ انہیں اپنے آنسوؤں پر قابو پانے میں بہت دقت محسوس ہو رہی تھی۔

○○○
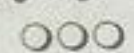
اسٹائلش جارجٹ کے بلیو شلوار سوٹ میں ملبوس وہ اسپیشلی پارلر سے تیار ہوکر آئی تھی تو اب گویا قیامت ڈھا رہی تھی۔ ایک تو جدید انداز میں تیار شدہ لباس اوپر سے بیوٹیشن نے اس کے ایک ایک نقش کو خوبصورتی سے ابھار دیا تھا۔

آج نبیل قاضی کے ''پیلس'' میں تمام دوستوں کی دعوت تھی۔ زوئیلہ کا یہ سارا اہتمام اسی پارٹی کے لئے تھا۔ نبیل قاضی کا ڈرائیور شاندار نیو ماڈل گاڑی میں اسے پک

کرنے آیا تھا۔

"امی اگر دیر ہوگئی تو سنبھال لیجئے گا۔" اس نے نکلتے نکلتے ممانی جان کو تسلی دی تھی مگر ادھر پروا کسے تھی' وہ تو خوش تھیں کہ بیٹی "بڑے لوگوں" میں اٹھنے بیٹھنے لگی ہے۔

وہ پہلی مرتبہ "قاضی پیلس" میں آئی تھی۔ اندر داخل ہوئی تو پرشکوہ عمارت اسے متحیر کرگئی۔ باوردی ملازم نے اندرونی ہال تک اس کی رہنمائی کی تھی۔ وہ دل میں ابھرتے کمپلیکس کو دباتی، تیز ہوتی دھڑکنوں کو سنبھالتی، اندر داخل ہوئی۔ نبیل اسے دیکھتے ہی تیر کی طرح اس کی طرف لپکا تھا۔

"یو آر ٹو لیٹ۔" اس کا انداز گلہ آمیز تھا۔ پھر اس نے ایک گہری نظر اس کے سر سے پیروں تک ڈال کر ہلکی سی سیٹی بجائی۔

"یو آر لکنگ ویری پریٹی۔" اس کی پرستائش نگاہ اور توصیفانہ انداز اسے بلش کر گیا۔

"آؤ، دوستوں سے ملو تم بھی۔" وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بے تکلفی سے بولا تو وہ کنفیوز سی ہونے لگی۔

"کم آن زوئی۔"

وہ اسے ہنگامہ بلاخیز میں لے گیا۔ تیز میوزک کے باوجود سب آپس میں باتیں کرنے اور قہقہے لگانے میں مگن تھے۔ پانچ چھے جوان لڑکے اور تقریباً اتنی ہی تعداد لڑکیوں کی تھی جو سب کے سب انتہائی ماڈرن تھے۔

"گرلز اینڈ بوائز! آج کی شام کا سب سے حسین اور روشن ستارہ آپ کے سامنے ہے۔ پلیز ویلکم ٹو زوئیلہ۔" وہ بہت شوخی و شرارت سے بالکل ڈرامائی انداز میں اس کا تعارف کرا رہا تھا۔ وہ بے حد نروس ہوگئی۔

"ہیلو...... ہائے۔" سب نے اسے خوشدلی سے ہاتھوں ہاتھ لیا تھا۔ اس کی گھبراہٹ قدرے کم ہونے لگی تھی۔

"ہیلو زوئی۔" یہ ماریہ تھی۔ زوئیلہ کی کالج فیلو، اسی کے توسط سے نبیل قاضی کی زوئیلہ سے ملاقات ہوئی تھی۔

"تھینک گاڈ، میں تو پریشان ہو رہی تھی۔" ماریہ کو دیکھ کر اس کی گھبراہٹ دور ہوگئی۔ وہ اس کے شانے پر ہاتھ مار کر اپنے مخصوص انداز میں قہقہہ لگا کر ہنسی۔

"ڈونٹ بی سلی زوئی، فرینڈز کے درمیان کیا پریشان ہونا۔ اور پھر نبیل بھی تو ہے مگر یہ ہے کدھر تمہیں تنہا چھوڑ کر؟" وہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولی پھر ایک کونے میں کسی دوست کے ساتھ اسے باتوں میں مگن دیکھ کر اسے آواز دے لی۔ وہ فوراً ان کی طرف لپکا تھا۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے، مہمان خصوصی یہاں ہیں اور میزبان اپنی ہی باتوں میں مگن ہے۔" وہ بے تکلفی سے نبیل کو ڈانٹ رہی تھی۔ زوئیلہ خجل ہونے لگی۔

"آئی ایم سوری ڈیئرز۔" اس نے فوراً سر جھکایا پھر زوئیلہ کی طرف دیکھتے ہوئے شوخی سے بولا "مہمان کی خوبصورتی اور امپورٹنس سے کس کافر کو انکار ہے۔ بس میں ذرا باقیوں کو نمٹا رہا تھا۔"

بار بار یوں اپنے حسن کی تعریف سننا زوئیلہ کو بہت اچھا لگ رہا تھا۔ اپنے مڈل کلاس ہونے کا کمپلیکس مدھم پڑ گیا تھا۔

نبیل نے کولڈ ڈرنک کا گلاس اس کے ہاتھ میں تھمایا اور اسے ساتھ لئے اپنے دوستوں کی طرف بڑھ گیا۔

وہ سب بے فکرے اور لاپروا سے تھے۔ ان کی گفتگو فنکشنز، ٹورز، موویز اور ہلے گلے پر مشتمل تھی اور یہی باتیں زوئیلہ کو چارم کرتی تھیں۔ اس کا علم ان سب جتنا تو نہیں تھا، اس لئے وہ ان کی باتوں میں شامل نہیں ہوئی۔ دوسرے ابھی وہ ان سب سے بے تکلف نہیں ہو پائی تھی۔ اس لئے بس ان کی گفتگو سن کر ہی محظوظ ہوتی رہی۔ البتہ وہاں لڑکیوں کو بلاجھجک سگریٹ نوشی کرتے دیکھ کر وہ گھبرائی تھی۔ اس کی کیفیت جانچ کر نبیل نے فوراً اس کا ہاتھ دبایا تو وہ اسے دیکھنے لگی۔

"سب چلتا ہے۔" وہ ہلکے سے مسکرا کر دوستانہ انداز میں بولا تو وہ گڑبڑا گئی۔ ماریہ نے اسے کتنی بار سمجھایا تھا کہ وہ نبیل کے سامنے مڈل کلاس لڑکیوں جیسی حرکتیں نہ کیا

کرے اور وہ خود بھی نہیں چاہتی تھی کہ نبیل کو کبھی احساس ہو کہ وہ اس کی طرح ماڈرن فیملی سے تعلق نہیں رکھتی۔ اس لئے فوراً ہی وہ بھی دلکشی سے مسکرادی۔

''تم بھی ٹیسٹ کروگی؟'' وہ شریر ہوا تو زوئیلہ گھبرا گئی۔

''نن نہیں۔''

نبیل نے قہقہہ لگایا تھا اور اس کی پیشانی پر پسینہ چمکنے لگا تھا۔

''آئی واز جوکنگ۔'' وہ فوراً اس کو تسلی دینے لگا تو اس کی جان میں جان آئی۔ ڈنر کے بعد وہ سب پھر سے گپیں ہانکنے لگے۔ پھر ایک لڑکے نے اٹھ کر سی ڈی پلیئر فل والیم پر آن کردیا۔ تب پہلی بار زوئیلہ نے ماریہ کو بڑی بے تکلفی کے ساتھ جازی نامی لڑکے کے ساتھ ڈانس کرتے دیکھا۔ وہ دنگ سی رہ گئی تھی۔ اسے یہ تو پتہ تھا کہ ماریہ بھی ہائی کلاس سے تعلق رکھتی ہے مگر یہ رنگ ڈھنگ وہ پہلی بار دیکھ رہی تھی۔ اس کے اوسان خطا ہونے لگے۔

''چلو، ٹیرس پر چلتے ہیں۔'' اس کی کیفیت بھانپ کر نبیل نے اس کے کان میں سرگوشی کی اور اس کے کچھ کہنے سے پہلے ہی اس کا ہاتھ تھام کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

سرد ہوا نے اسے سمٹنے پر مجبور کردیا۔

''کتنی خوبصورت رات ہے اور کتنی ونڈرفل کہ چاند میرے سامنے ہے۔'' وہ مخمور انداز میں کہہ رہا تھا۔ زوئیلہ نے پلکیں جھپک کر اسے دیکھا۔

''میں نے کبھی کسی لڑکی سے خود سے دوستی نہیں کی، تم پہلی لڑکی ہو جو سیدھی میرے دل میں اتر گئی ہو۔ اب کھومت جانا۔''

وہ اس کے شانوں پر ہاتھ رکھے اس کی آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔ وہ مسمرائیز سی ہونے لگی۔ اس قدر شاندار محل جیسا گھر اور پرنس چارمنگ کی اس قدر توجہ وہ تو حواسوں میں ہی نہیں رہی تھی۔

''جتنی حسین تم ہو۔ میری فرینڈز میں سے تو کوئی تمہاری گرد کو بھی نہیں پہنچ سکتی۔ تھینک گاڈ کہ تم مجھے مل گئیں۔ اب کیا میں تمہیں چھو سکتا ہوں؟'' خمار آلود انداز میں کہتے ہوئے وہ قدرے اس کی طرف جھکا تو وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔ اس کی رنگت تمتما اٹھی تھی۔

''سلی گرل۔'' وہ ہنسنے لگا۔ ''آئی لائک اٹ۔''

پھر کتنی ہی دیر وہ اس کا ہاتھ تھامے وسیع ٹیرس پر ٹہلتا رہا۔ وہ بھی سردی سے بے نیاز اس کی قربت کے نشے میں چور اس کی ہمقدم تھی۔

واپسی پر وہ خود اسے ڈراپ کرنے آیا تھا۔

''اب کب ملوگی؟'' وہ گھر کے سامنے گاڑی سے اترنے لگی تھی جب نبیل نے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

''جب تم کہوگے۔'' وہ ناز سے مسکرادی۔

''کل فون کروں گا پھر کچھ طے کریں گے۔'' وہ کھل کر مسکرادیا پھر اس کے سمجھنے سے پہلے ہی اس کا ہاتھ ہونٹوں سے لگا لیا۔ ایک سنسناہٹ اس کے پورے وجود میں دوڑ اٹھی۔ بے حد سٹپٹا کر وہ پیچھے ہٹی تو وہ ہنس دیا۔ اس کے جانے کے بعد زوئیلہ نے گہری سانس لے کر مسکراتے ہوئے بیل پر ہاتھ رکھ دیا۔

○○○
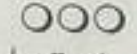
سی ایس ایس کا رزلٹ آیا تو پہلے دس کامیاب طلباء میں پانچواں نام ازلان ہمدانی کا تھا۔ اس کا انداز کہیں سے بھی پرجوش نہیں تھا۔ ثمن کا دل اسے یوں بجھا بجھا اور نڈھال سا دیکھ کر بے چینی سے بھرا جا رہا تھا۔

''پولیس میں جانا تو تمہارا خواب تھا ازلان، پھر اب خوش کیوں نہیں ہو میری جان؟''

وہ ہاتھوں میں چائے کا مگ تھامے کھویا کھویا سا بیٹھا تھا۔ چونک گیا۔

''ایسا تو کچھ نہیں ماما۔''

''مائیں بچوں کے اندر تک اتری ہوتی ہیں ازلان۔'' وہ بھی مسکراہٹ کے ساتھ بولیں تو وہ لب بھینچے چائے کے مگ پر نظریں جما گیا۔

''اس لڑکی نے سب ختم کردیا ہے ماما، ساری خوشی، حسرت، جوش، اب تو بس رگ رگ میں تلخی دوڑ رہی ہے۔ وہ میرے سامنے آجائے تو میں اسے شوٹ کردوں گا۔'' اس کے لب و لہجے میں شعلوں کی سی لپک اور بے انتہا تلخی تھی۔ اس کے اس قدر برگشتہ ہونے پر وہ سراسیمہ ہوگئیں۔

''اس بیچاری کا کیا قصور ہے اس سب میں؟''

وہ سر اٹھائے تحیر سے انہیں دیکھنے لگا۔

''ابھی بھی اس سوال کی گنجائش ہے ماما؟''

''سارا قصور بھائی جان اور زوئیلہ کا ہے۔'' وہ صاف گوئی سے بولیں۔ ازلان کی امتثال سے بدگمانی انہیں کھٹک گئی تھی۔ ''بات اتنی بڑی تھی نہیں جتنا کہ ان دونوں نے اسے بڑھا ڈالا تھا۔ خصوصاً زوئیلہ چاہتی تو اسی وقت ساری بات کلیئر کرسکتی تھی۔ مگر اس نے اس وقت تمہاری پوزیشن کا قطعاً خیال نہیں کیا۔ اگر وہ اصل بات بتادیتی تو بھی ہم کیا کہہ لیتے تم دونوں کو، شادی تو بہرحال تم دونوں کی ہونا ہی تھی نا۔'' انہوں نے ازلان کی غلط فہمی دور کرنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی۔ مگر جب انسان کی توجہ اور سوچ ایک ہی نقطے پر مرتکز ہوجائے تو وہ اپنے کان لپیٹ کر چاروں طرف سے آنے والی آوازوں سے بچ رہنے کی کوشش کرنے لگتا ہے۔ ازلان کی بھی یہی کیفیت تھی۔ امتثال کے لئے اس کے دل میں اس قدر نفرت اور زہر پیدا ہوگیا تھا کہ اگر وہ سامنے ہوتی تو واقعی اسے قتل کرڈالتا جس کی وجہ سے زوئیلہ اس سے دور ہوگئی تھی۔

○○○
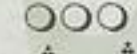
اس کا چہرہ اندرونی خوشی اور جوش سے تمتما رہا تھا۔

ایف اے کا رزلٹ آگیا تھا اور اس کا اے گریڈ آیا تھا۔ اسے تو علم بھی نہیں تھا کہ آج اس کا رزلٹ آچکا ہے۔ وہ تو اس کی دوست نگین کی مہربانی تھی جس نے نہ صرف اس کے رزلٹ کا پتہ کیا تھا بلکہ اپنے چھوٹے بھائی کے ذریعے اسے اس کے مارکس بھی بتادیئے تھے۔ نگین کے بھائی کو رخصت کرکے وہ گیٹ بند کرکے اندر کی طرف دوڑی تھی۔ خوشی تھی کہ انگ انگ سے پھوٹ رہی تھی۔ بس ایک ہی دھن تھی کہ سب سے پہلے ماں کو خوشخبری سنائے۔ دھوپ میں سے ایکدم اندر آنے کی وجہ سے اسے ٹھیک طرح سے دکھائی نہیں دیا اور وہ یونہی دوڑتی ہوئی بری طرح سامنے سے آئے سراج سے ٹکرا گئی۔ اس کا چہرہ پوری قوت سے اس کے سینے سے ٹکرایا تھا۔ اس کی آنکھوں میں تارے ناچ گئے۔ ناک پر لگنے والی چوٹ اس قدر شدید تھی کہ چند لمحوں کے لئے اسے اپنی سدھ بدھ بھول گئی۔ اس نے دونوں ہاتھ بے اختیار ہی چہرے پر رکھے تھے۔

''کیا ہوگیا شہزادی؟'' سراج کی آواز بہت قریب سے سنائی دی تھی اور تب اس انکشاف پر اس کے وجود میں سنسنی پھیل گئی کہ سراج نے بڑی فراخدلی سے اسے بانہوں میں سنبھالا ہوا تھا۔ وہ بدک کر پیچھے ہٹی۔

''میں نے کہا شہزادی، آج تو بڑی مہربان ہورہی ہو، کیا بات ہے؟''

وہ لوفرانہ انداز میں اسے دیکھتا معنی خیزی سے بولا تو وہ حیا سے گڑ کے رہ گئی۔ اوپر سے سراج کی بیہودہ نظریں ہمیشہ کی طرح اس کے اندر خوف بھرنے لگی تھیں۔

''وہ، میں امی کے پاس جارہی تھی۔''

اس کی ٹانگیں لرزنے لگیں۔ سراج کے ہاتھوں نے اسے چھوا تھا تو اسے اب یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے وجود پر کن کھجورے رینگ رہے ہوں۔ وہ جلد از جلد وہاں سے ہٹ جانا چاہتی تھی مگر وہ اس کے سامنے مانند دیوار ایستادہ ہوگیا تھا۔

''دیکھ لو قدرت کو بھی یہی منظور ہے کہ تم میری بانہوں میں۔'' وہ بیہودہ گوئی کا مظاہرہ کرنے لگا تھا۔ امتثال کا چہرہ زرد پڑ گیا۔ بعجلت اس کی سائیڈ سے ہوتی وہ سرپٹ بھاگی تھی اور سیدھی اپنے کمرے میں آکر سانس لی تھی۔ رزلٹ کی ساری خوشی بھاپ بن کر اڑ گئی تھی۔

ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا تھا۔ سراج کا سامنا ہمیشہ اس کے لئے پریشانی اور خوف کا باعث بنتا تھا۔ کئی بار اس نے سوچ کہ امی کو اس بارے میں بتادے مگر ابا کی نتیجے سے

شدید محبت اور خود سے ان کا بیزار کن رویہ اسے ہمیشہ منہ بند رکھنے پر مجبور کیے رکھتا تھا۔

زرینہ کو ان کی چچی اور چچا نے پالا تھا۔ افتثال چھٹی کلاس میں تھی جب اس کے ابو یعنی وحید ہمدانی خدا سے جا ملے۔ ساس سسر تھے نہیں کہ زرینہ ساری عمر سسرال ہی میں گزار دیتیں۔ جیٹھ کے در پر پڑے رہنا انہیں گوارا نہ تھا اس لیے عدت پوری کرتے ہی وہ افتثال کو ساتھ لے کر واپس چچا کے گھر لوٹ گئیں۔ جہاں اب محض چچا زندگی کے دن پورے کر رہے تھے۔ زرینہ کی عمر ایسی تھی کہ اس عمر میں لڑکیوں کی شادی ہوتی تھی، جس عمر میں وہ بیوہ ہو کر ایک دس سالہ بیٹی کے ہمراہ دوبارہ میکے آ بیٹھی تھی۔ فقط سولہ سال کی عمر میں اس کی شادی کر دی گئی تھی جب کہ ابھی اس نے میٹرک ہی کیا تھا اور قسمت کا چکر ایسا چلا کہ بیوگی کے چار سالوں کے بعد جب افتثال دسویں میں تھی تب زرینہ کے قریب المرگ چچا مرتے وقت ثواب کمانے کی غرض سے ایک بار پھر اس کا گھر بسا گئے۔ زرینہ بیچاری کچھ بول ہی نہیں پائیں۔ انہیں تو پتہ بھی تب چلا' جب محلے کے چند بزرگ اور خواتین بیٹھک میں آ بیٹھے۔

دو سال افتثال نے بھی اس نئی دنیا میں ایڈجسٹ ہونے میں گزار دیے۔ مکرم علی نے اسے باپ کی سی شفقت اور پیار تو نہیں دیا مگر ساتھ ہی اس کے اس گھر میں رہنے پر اعتراض بھی نہیں کیا۔ اس کے برعکس جب زرینہ نے جھجکتے ہوئے افتثال کے کالج میں ایڈمیشن کی بات کی تو مکرم علی نے خاموشی سے نوٹ نکال کر ان کے ہاتھ پر رکھ دیے مگر پھر بھی افتثال مکرم علی سے کبھی مخاطب نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی کبھی ناشتے اور کھانے کے علاوہ کبھی ان کے سامنے آئی تھی۔ پتہ نہیں کیوں اسے مکرم علی کی سرد مہر' خاموشی اور سپاٹ نگاہوں سے خوف آتا تھا۔ حالانکہ زرینہ کے ساتھ وہ ہنس ہنس کر باتیں بھی کرتے تھے اور ان کا بہت خیال بھی رکھتے تھے لیکن افتثال سے جو سرد مہری برتتے تھے وہ زرینہ تو نہیں مگر افتثال ضرور محسوس

کر رہی تھی۔ اوپر سے مکرم علی کے بھتیجے کی آمد، افتثال کو لگا' جیسے اس گھر کی زمین اس کے لیے تنگ ہونے لگی ہو۔

سراج کے رنگ ڈھنگ زرینہ کو بھی کھٹکتے تھے اور افتثال کی روح تو اسے سامنے پا کر فنا ہو جاتی تھی۔ اس کی غلیظ نظریں اور بیہودہ انداز گفتگو اس کا خون خشک کر دیتا تھا۔ زرینہ کے سامنے وہ قدرے شرافت کے جامے میں رہتا مگر کبھی افتثال تنہا ہوتی تو اسے شکار کرنے کی پوری کوشش کرتا تھا۔

وہ ماں کو پھر سے اجاڑنا نہیں چاہتی تھی، اس لیے چاہتے ہوئے بھی وہ کبھی انہیں کچھ بتا نہیں پائی تھی کیونکہ اس نے دیکھا تھا کہ مکرم علی کی سراج سے محبت مثالی تھی اور یہی محبت سراج کو شہ دے رہی تھی۔

اس روز بھی ایسا ہی ہوا تھا۔ زرینہ باورچی خانے میں تھیں۔ سراج باہر سے آیا تو افتثال کو ٹی وی کے آگے بیٹھے دیکھ کر اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ بہت بے تکلفی سے اس کے ساتھ صوفے میں دھنس گیا تو وہ خوفزدہ سی بے اختیار ہلکی سی چیخ کے ساتھ اٹھنے لگی مگر سراج نے اس کا ہاتھ تھام کر اس کی کوشش ناکام بنا دی۔

''گھبراتی کیوں ہے شہزادی۔ میں کوئی غیر تھوڑی ہوں۔'' اس کی آنکھوں کی غلیظ چمک اور دیکھنے کا غلط انداز افتثال کی روح تک کو جھنجوڑ گیا۔

''کبھی دو گھڑی میرے ساتھ بھی پیار کی بات کر لیا کرو۔'' وہ مخمور انداز میں کہتا بے تکلفی سے اس کے شانے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ افتثال کے وجود پر لرزہ طاری تھا۔ خوف سے اتنی بری حالت ہو رہی تھی کہ وہ خود میں وہاں سے اٹھنے کی ہمت بھی نہیں پا رہی تھی۔ سراج کو اس کی دگرگوں حالت مزید حوصلہ دے گئی۔ اس کا ہاتھ اس کے شانے پر سے رینگتا ہوا اس کی پشت پر آیا تو وہ بے اختیار چلا کر زرینہ کو پکارنے لگی۔ زرینہ افتاں و خیزاں باورچی خانے سے جب تک ٹی وی والے کمرے میں پہنچیں' سراج غائب ہو چکا تھا اور افتثال زار و قطار رو رہی تھی۔ تب پہلی بار اس نے ہر بات زرینہ کے گوش گزار

کر دی۔ وہ تحیر آمیز بے یقینی میں گھری سن ہو گئیں۔

سراج کے رنگ ڈھنگ انہیں بھی مشکوک لگتے تھے مگر وہ اتنی گری ہوئی حرکتوں پر اتر آئے گا، انہوں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا۔ افتثال کو سینے سے لگائے وہ تسلی بھی نہیں دے پائیں۔ خود ان کے حلق میں تلخی گھل رہی تھی۔

اس رات مکرم علی سے ان کا پہلی بار جھگڑا ہوا۔ وہ سراج کے خلاف کوئی بھی غلط بات سننے پر تیار نہیں تھے۔ حتیٰ کہ وہ زرینہ کے آنسوؤں پر بھی اعتبار نہیں کر رہے تھے۔

''میری اس مہربانی کو بہت جانو کہ وہ یہاں رہ رہی ہے۔ اگر وہ کہیں اور جانا چاہتی ہے تو میں نہیں روکوں گا۔'' وہ بڑے سنگدلی سے کہتے ہوئے کروٹ بدل گئے تھے۔ زرینہ دکھ اور بے بسی سے انہیں دیکھ کر رہ گئیں۔

اور پھر انہوں نے خود ہی افتثال کی حفاظت شروع کر دی۔ اسے ہدایت کی کہ وہ ہر پل ان کے ساتھ رہا کرے۔ اس طرح سراج کو اسے تنگ کرنے کا موقع نہیں ملے گا۔ ویسے بھی اس کی رہائش چھت والے کمرے پر تھی اور وہ صبح کا گیا رات کو واپس لوٹتا تھا۔ وہ ماں باپ کی بگڑی ہوئی اکلوتی اولاد تھا اور ان سے ناراض ہو کر چچا کے گھر آ پڑا تھا۔ اور یہاں افتثال جیسی نوخیز کلی کو دیکھ کر یہیں کا ہو کر رہ گیا تھا۔

اپنی طرف سے تو افتثال اور زرینہ دونوں ہی کسی بدمزگی سے بچنے کی پوری کوشش کر رہی تھیں۔ افتثال نے تو اب کھانا بھی کمرے میں ہی کھانا شروع کر دیا تھا۔ اسے اب مکرم علی کے سامنے جانے سے بھی خوف آنے لگا تھا۔

تبھی ان دنوں عجیب سی بات ہوئی کہ سراج نے زرینہ سے اپنی بیہودگی کی ہاتھ جوڑ کر معافی مانگ لی تھی۔

''چچی تم کہو تو پاؤں پکڑنے کو تیار ہوں۔'' وہ مسکین چہرہ لیے ان کے قدموں میں جھکا تو وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گئیں۔

''بس میرا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ مجھے معاف کر دو۔ تم میری ماں کے برابر ہو۔ قسم اللہ پاک کی جو اب کبھی کوئی خراب حرکت کی ہو تو۔''

وہ اتنی بڑی قسم کھا رہا تھا' زرینہ کو اس پر ترس آ گیا۔ شیطان کا کیا ہے' کبھی بھی حاوی ہو سکتا ہے۔ اب سراج کے اپنی غلطی کے اعتراف اور پھر معافی مانگنے پر اتنا ضرور ہوا کہ زرینہ کو قدرے تسلی ہو گئی۔ پھر بھی انہوں نے افتثال کو محتاط رہنے کو کہا تھا لیکن اب پہلے جتنی احتیاط نہیں رہی تھی۔ سراج نے گھر میں ٹکنا چھوڑ دیا تھا۔ اس لیے دونوں ماں بیٹی کو بھی اس کی طرف سے تسلی ہو گئی تھی۔ افتثال نے تو شکرانے کے نفل بھی پڑھ ڈالے تھے ورنہ پہلے تو ہر وقت دل کو جیسے کوئی مٹھی میں جکڑے رکھتا تھا۔

وہ ایک گرم ترین رات تھی۔ سراج دو دن سے گھر نہیں آ رہا تھا۔ اس لیے زرینہ کو افتثال کے برآمدے میں پنکھا لگا کر چارپائی ڈالنے پر کوئی اعتراض نہیں ہوا تھا۔

آدھی رات کو دروازہ کھٹکھٹانے کی آواز پر مکرم علی نے مندی آنکھوں سے زرینہ کو دیکھا وہ کروٹ بدلے بے سدھ سو رہی تھیں۔ وہ ناگواری سے اٹھے اور چپلیں گھسیٹتے باہر نکلے برآمدے میں چارپائی پر خود سے بے خبر سوئی افتثال پر نگاہ پڑتے ہی وہ ٹھٹکے اور پھر ناگواری سے سر جھٹک کر دروازے کی جانب بڑھ گئے۔

باہر سراج تھا۔ اتنی رات گئے آنے پر انہوں نے اسے سخت سست سنائیں تو وہ کان لپیٹے سر جھکائے تیزی سے سیڑھیاں چڑھ گیا۔

اسے یوں محسوس ہوا' جیسے اس کے وجود پر چیونٹیاں رینگ رہی ہوں۔ وہ گہری نیند میں تھی مگر کسی عجیب سے احساس نے اسے نیم خوابیدگی کی دنیا میں لا پٹخا۔ گرم گرم سانسیں اسے اپنی گردن پر اور پھر چہرے پر محسوس ہوئی تھیں اور اس کے ساتھ ہی اس کا ذہن مستعد ہو گیا۔ چیونٹیوں کا رینگنا ہاتھوں کے لمس میں تبدیل ہو گیا۔ کوئی سایہ اس کے چہرے پر جھکا ہوا تھا۔ حواس کی دنیا میں لوٹتے ہوئے اس کا ذہن پوری قوت سے چیخا تھا۔

''سراج۔''

مشینی انداز میں اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ زبان خشک ہو کر اکڑ گئی تھی۔ اسے یوں لگا' جیسے وہ بھی حرکت

نہیں کرسکتی۔ جسم مٹی کا تودہ بن گیا تھا۔ اسے جاگتے دیکھ کر ہیولے نے اپنا چہرہ اس کے چہرے کے انتہائی قریب لاکر نرمی وملائمت سے سرگوشی کی تھی۔

''اپنی ماں سے کچھ مت کہنا۔''

وہ قیامت کا لمحہ تھا۔

اور وہی وہ لمحہ تھا جب وہ جھرجھری لے کر حواس کی دنیا میں لوٹی اور پھر بے تحاشا اس کے حلق سے چیخیں ابل پڑیں۔ وہ سایہ بوکھلا کر بھاگا تھا۔ زرینہ ہڑبڑا کر اٹھی۔ پھر یکلخت معاملہ سمجھتے ہوئے وہ بستر سے اتر کر باہر کی طرف بھاگیں تو مکرم علی سے ٹکرا گئیں۔

''میں، دیکھنے جارہا ہوں۔'' وہ اس کے ساتھ ہی باہر نکلے تھے۔ زرینہ نے آگے بڑھ کر اسے سینے سے لگایا تو وہ زور زور سے رونے لگی۔

''کیا ہوا ہے اقتثال؟'' زرینہ خائف سی اسے ٹٹول رہی تھیں۔ مگر وہ روئے جارہی تھی۔

''یہ کیا تماشا لگا رکھا ہے؟'' سیڑھیوں پر کھڑا سراج ناگواری سے پوچھ رہا تھا۔ زرینہ کو جھٹکا سا لگا۔ یکلخت ہی ان کا دل خدشات سے بوجھل ہونے لگا۔ پورا ہفتہ وہ پوچھ پوچھ کر تھک گئیں مگر اقتثال نے ایک لفظ بھی منہ سے نہیں نکالا مگر آنسو تھے کہ خشک ہونے کا نام نہیں لے رہے تھے۔

''امی! آپ مجھے تایا جان کے پاس بھجوادیں میں یہاں نہیں رہوں گی۔'' اس نے سپاٹ انداز میں جب کہا تھا تو زرینہ ششدر رہ گئی تھیں۔

''اگر میری آبرو سلامت چاہتی ہیں تو امی، مجھے بھجوادیں یہاں سے۔'' وہ ضبط کرتے ہوئے بھی سسک اٹھی۔

زرینہ اسے روکتیں اگر حالات ان کے حق میں ہوتے تو۔

انہوں نے مکرم علی سے کتنا کہا تھا کہ اس رات یقیناً سراج نے ہی کوئی غلط حرکت کی ہوگی مگر وہ پٹھے پر ہاتھ نہیں دھرنے دے رہے تھے۔ انہوں نے صاف کہہ دیا تھا کہ سراج ایسا نہیں ہے۔ وہ اس کی قسم دے سکتے ہیں۔ اور وہ اسے گھر سے بے دخل نہیں کرسکتے اور اب اقتثال کے مطالبے نے انہیں نئی راہ سجھائی تھی۔

سعید ہمدانی نے ہمیشہ بھائی کے بجائے چھوٹی بہن سمجھا تھا۔ بیوگی کے بعد وہ اور ثمن انہیں وہیں روکنے پر مصر تھے مگر زرینہ کو علم تھا کہ شوہر کے بغیر سسرال میں جیٹھ کی کمائی پر زندگی گزارنا بہت کٹھن ہوگا۔ مگر اب انہیں رہ رہ کر اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا جو انہوں نے دوسری شادی کے لئے ہامی بھر کر کی تھی۔ یہاں الٹے بیٹی کی عزت کے لالے پڑ گئے تھے۔ تب انہوں نے بہت سوچ سمجھ کر دل پر پتھر رکھ کر مکرم علی کے علم میں لائے بغیر سعید ہمدانی سے فون پر بات کی تھی۔ ان کے لہجے میں اس قدر بے بسی تھی کہ وہ تڑپ اٹھے۔ اور یوں اقتثال روتی بلکتی ماں کو چھوڑ کر تایا کے ساتھ آگئی مگر وہ آخری وقت تک ماں کو یہ تلخ وبرہنہ حقیقت بتانے کی ہمت مجتمع نہیں کرپائی تھی کہ اس رات گناہ کی سیاہی میں لپٹا وہ شیطانی سایہ مکرم علی کا تھا۔

○○○

دو ہفتوں سے وہ کمرے میں بند تھی۔

جب سے وہ واقعہ ہوا تھا' وہی خوف ایکدم پھر سے اس کے دل ودماغ کو جکڑ گیا تھا جس کا سامنا اسے مکرم علی کے گھر میں ہوتا تھا۔

وہ جب اس گھر میں آئی تھی تو اس کی ذہنی حالت تباہ کن تھی۔ سعید ہمدانی اور ثمن کو ان حالات کا علم تو نہیں تھا جن میں وہ رہتی آئی تھی مگر انہوں نے اسے بے حد اپنائیت اور محبت کا احساس دلایا تھا تاکہ وہ ان میں خود کو اجنبی محسوس نہ کرے اور ان کے رویے نے واقعی اسے بڑی حد تک سنبھلنے میں مدد دی تھی۔ شروع شروع میں اسے اذلان ہمدانی سے شدید خوف آتا تھا۔ اسے یوں لگتا تھا جیسے سراج نے یہاں بھی اس کا پیچھا نہ چھوڑا ہو مگر ان تین ماہ میں اسے اچھی طرح اذلان کی طبیعت کا پتہ چل گیا تھا۔ اقتثال سے مخاطب ہونا تو دور کی بات، وہ اسے نظر بھر کے دیکھتا بھی نہیں تھا۔ اقتثال کو یاد تھا ان تین ماہ میں شاید چار یا پانچ مرتبہ وہ اس سے مخاطب ہوا تھا وہ

بھی ثمن سے متعلق کچھ پوچھتے ہوئے۔ اور سب سے بڑھ کر اس بات نے اقتثال کا خوف اور واہمے کم کردیئے تھے کہ وہ زوئیلہ کا دیوانہ تھا۔

یونیورسٹی سے لوٹتے ہی وہ ٹیلی فون لے کر بیٹھ جاتا اور کتنی کتنی دیر زوئیلہ سے محو گفتگو رہتا۔ اس کی روٹین اقتثال کے لئے بے حد طمانیت کا باعث تھی مگر پھر بھی وہ بہت محتاط رہتی تھی۔ اپنی سی کوشش کرتی کہ وہ اذلان کے سامنے کم سے کم آئے۔ اور وہ اپنی اس کوشش میں کافی حد تک کامیاب بھی رہی تھی۔

مگر زوئیلہ کی اس اخلاق سے عاری حرکت نے اسے جیتے جی مار ڈالا تھا۔

وہ شدید شاک کی کیفیت میں تھی۔

اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ زوئیلہ کی اس حرکت کا کیا مقصد تھا۔

اس رات زوئیلہ نے اسے دروازہ کھلا رکھنے کو کہا تھا۔ ویسے تو وہ ممانی جان کے ساتھ ہی رہ رہی تھی مگر اس رات وہ اقتثال کے ساتھ سونا چاہ رہی تھی۔ لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ بہت لرزا دینے والا اور تباہ کن تھا۔ زوئیلہ اس کے کمرے میں نہیں آئی مگر اذلان کو سامنے پاکر اقتثال کی حالت اس قدر خراب ہوگئی کہ اپنی چیخوں پر اسے اختیار نہیں رہا تھا۔ اسے یوں لگ رہا تھا' جیسے مکرم علی اور سراج اس کا پیچھا کرتے اس کے کمرے میں آگئے ہوں۔ اس وقت تو اسے محض رونا ہی آرہا تھا۔ کون کیا کہہ رہا ہے' اسے کچھ سمجھ نہیں آرہی تھی مگر بعد میں جب اس نے صورت حال کا تجزیہ کیا تو اصل حقیقت اس کے سامنے آگئی۔

اس روز جب زوئیلہ نے اذلان کو بہت ضروری بات سننے کو کہا تو اقتثال کے کان میں یونہی ان کی باتیں پڑ گئی تھیں مگر اس کے بعد جو کچھ ہوا' وہ بھی بہت حیران کن تھا، جس کا احساس اب سوچنے پر اقتثال کو ہوتا تھا۔ زوئیلہ چاہتی تو ساری بات سب کے سامنے کلیئر کرسکتی تھی مگر وہ تو یوں مکر گئی' جیسے اذلان سے اس کا کوئی تعلق ہی نہ ہو۔ اس کے برعکس ممانی جان نے معاملے کو دبانے کے بجائے اسے خوب اچھالا تھا' جیسے سب کچھ ان کی منشا کے مطابق ہورہا ہو۔

''یاخدا، کون جھوٹا ہے اور کون سچا؟''

اس نے سسک کر سر گھٹنوں پر ٹکالیا۔

گھر میں پھیلی ٹینشن اسے خود میں مجرم بنا رہی تھی۔ فقط اس کی وجہ سے حالات اس نہج پر آگئے تھے۔ اور وہ ہفتہ بھر سے اپنے کمرے میں بند تھی۔ پہلے اس نے بھی یہی سوچا تھا کہ اذلان نے شاید جان بوجھ کر ایسی حرکت کی ہے مگر تمام باتوں کا علم ہونے کے بعد اس نے غیر جانبداری سے سارے معاملے کا جائزہ لیا تو اسے معلوم ہوا کہ بات وہ نہیں ہے جو زوئیلہ بتا رہی تھی بلکہ سچ تو اذلان بول رہا تھا۔ ورنہ اگر اس کی نیت خراب ہوتی یا وہ غلط ارادے سے اس کے کمرے میں آتا تو اسے جگانے کی حماقت کبھی نہ کرتا۔ دوسرے یہ کہ بعد میں اس نے بڑی بے خوفی سے بتادیا کہ وہ زوئیلہ سے بات کرنے کی غرض سے اس کمرے میں آیا تھا۔ کیونکہ اس کی نیت صاف تھی۔ لیکن زوئیلہ کا رویہ اس قدر بے گانہ اور سرد کیوں تھا' یہ اقتثال کو الجھا رہا تھا۔

○○○

نبیل قاضی اب آہستہ آہستہ زوئیلہ کو اپنے ٹریک پر لارہا تھا۔

''دھیان سے قاضی، یہ مڈل کلاس لڑکیاں اتنی آسانی سے نہیں کھلتیں۔'' ماریہ اس کے شانے پر ہاتھ مار کر شوخی سے کھلکھلائی تھی۔

''جانم! چیلنج قبول کیا ہے تمہارا۔ جس روز وہ میری بانہوں میں ہوگی' تمہیں ضرور بلاؤں گا۔'' اس نے بڑے تفخر سے کہا تھا۔

اور واقعی زوئیلہ وہ واحد لڑکی تھی جس پر اسے اتنی محنت کرنا پڑ رہی تھی۔ اس سے پہلے اس کا سابقہ ہائی کلاس کی ماڈرن لڑکیوں سے پڑتا رہا تھا جن کے لئے ''آزادی'' کا مفہوم وہی تھا جو نبیل قاضی کے سامنے تھا مگر زوئیلہ کی آزادی فیشن اور امارت تک محدود تھی۔ ابھی تو وہ اسے

پیچھے پر ہاتھ بھی نہیں رکھنے دیتی تھی۔ یہ زوئیلہ کی خوبصورتی ہی تھی جس نے اسے نبیل قاضی کے لئے بے حد خاص بنا دیا تھا۔ ایک آدھ بار اس نے زوئیلہ کو ماریہ کے گھر دیکھا تھا تب سے اس نے زوئیلہ کو اپنے گروپ میں شامل کرنے کے لئے ماریہ کو مجبور کرنا شروع کر دیا تھا۔

"وہ اور ٹائپ کی لڑکی ہے قاضی اور پھر انگیجڈ بھی ہے۔" ماریہ نے اس پر تمام صورتحال واضح کر دی مگر پھر بھی جب وہ اپنی ضد پر اڑا رہا تو اس نے گہری سانس لے کر ہتھیار ڈال دیئے۔

"لگتا ہے اس پر بہت بری طرح دل آیا ہے تمہارا؟" وہ اسے گھورتے ہوئے بولی۔ "سنا ہے کہ اس کا منگیتر بے حد ہینڈسم ہے' لگتا تو نہیں کہ وہ تمہیں لفٹ دے۔"

اس کی بات پر وہ کھل کر ہنس دیا۔

"دولت، جانِ من دولت، بڑے بڑے گھٹنے ٹیک دیتے ہیں اس پاور کے آگے۔" وہ غرور چھلکاتے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

اور واقعی وہ صحیح کہہ رہا تھا۔ دولت کی چکا چوند نے زوئیلہ کو مسحور کر دیا تھا۔ اب نبیل قاضی اسے اپنے رنگ میں رنگنے کے لئے اپنی طے کردہ پلاننگ پر عمل کر رہا تھا۔

زوئیلہ کو اس نے شاندار سے ہوٹل میں لنچ پر انوائٹ کیا تھا۔ اس کے ساتھ بے حد تفاخر اور غرور سے چلتی وہ ریزرو ڈ ٹیبل تک پہنچی تھی۔

"آج تو بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔"

وہ کہنیاں ٹیبل پر ٹکا کر آگے کو جھکا تو وہ بڑے ناز سے ہنس دی۔ قاضی نے ہی اس موقع کے لئے بے حد قیمتی اور اسٹائلش سا لباس گفٹ کیا تھا۔ ہاف سلیوز شرٹ پر چنا ہوا دوپٹہ، اس کا مکمل اور بے داغ حسن قاضی کو دیوانہ بنا رہا تھا۔

"پتہ نہیں کب تم پر حق جتا سکوں گا۔"

اس کے ٹھنڈی آہ بھرنے پر وہ شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ بولی۔

"یہ تو تم پر ڈیپینڈ کرتا ہے کہ تم کب لے جاتے ہو مجھے اپنے گھر۔"

"تم اشارہ کر دو صرف ایک بار۔ یہاں سے اٹھا کر لے جاؤں گا۔" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے معنی خیز انداز میں بولا تو وہ جھینپ گئی۔

"ایسے تو نہیں ناں، میرا مطلب ہے کہ شادی۔"

چند لمحے خاموشی سے اسے دیکھنے کے بعد وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

زوئیلہ کو اس کی یکلخت خاموشی بہت محسوس ہوئی تھی۔

"کیا میں نے کوئی غلط بات کی ہے نبیل؟"

"اونہوں۔" اس نے مبہم سی آواز کے ساتھ نفی میں سر ہلایا تو اس کی جیسے مشکل آسان ہوئی۔

"تو پھر...... کب؟" وہ قدرے ہچکچاہٹ کے بعد بولی۔ قاضی نے بہت سنجیدگی سے اس کی طرف دیکھا۔

"تمہاری اور میری کلاس میں بہت فرق ہے زوئیلہ۔ لیکن میں ہر چیز سے قطع نظر مام سے تمہاری اور اپنی شادی کی بات کر چکا ہوں۔"

"تو پھر......؟" وہ بے تابی سے پوچھنے لگی۔

"بات صرف اتنی ہے کہ مام نے مجھے اپنی لائف کا یہ فیصلہ کرنے کا اختیار اس شرط کے ساتھ دیا ہے کہ میں ایسی لڑکی کو چنوں جو ہائی کلاس میں میرے ساتھ موو کر سکے، جو صحیح معنوں میں قاضی فیملی کی بہو کہلا سکے۔ اس میں ایسی کوئی کمی نہ ہو جس سے انہیں بیک ورڈ فیملی سے بہو لانے کا طعنہ مل سکے اور زوئی تم نے دیکھی ہیں ناں میری کلاس کی لڑکیاں؟"

وہ بے حد سکون سے اس کی آنکھوں میں دیکھتا پوچھ رہا تھا۔

زوئیلہ کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہونے لگا۔

وہ تو اب قاضی فیملی بلکہ ان کی کلاس کی تمام لڑکیوں کو جان چکی تھی۔ ان کے لئے اسموکنگ کوئی بات ہی نہیں تھی۔

"مام صرف یہ ڈیمانڈ کر رہی ہیں کہ میں جو لڑکی پسند کروں وہ بیک ورڈ یا کنزرویٹو نہ ہو۔" وہ نیم وا آنکھوں سے اس کی بدلتی رنگت دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

"تو پھر......؟" زوئیلہ کا کمپلیکس شدت سے عود کر آیا تھا۔

"تو پھر یہ کہ اب تمہیں یہ کلاس ڈفرنس مٹانا ہے۔"

"وہ کیسے؟" وہ ابھی بھی خائف تھی۔

اب کی بار قاضی نے بڑے اعتماد کے ساتھ کہا۔

"اگر یہ طے ہے کہ تم کو میری بیوی بننا ہے تو پھر خود کو سر سے پاؤں تک میری پسند کے قالب میں ڈھال لو۔"

زوئیلہ بہت تیزی سے سوچتے ہوئے کسی فیصلے پر پہنچی تھی۔

"بات فقط اتنی ہے نبیل کہ میرا ماحول مجھے یہ سب کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔"

"سب بکواس ہے۔ لائف صرف انجوائے کرنے کے لئے ہے ماحول اور زمانے کی ٹینشن پالنے کے لئے نہیں۔ اٹس یور اون لائف۔ اسے اپنے طریقے سے گزارو۔ کسی کو کیا حق پہنچتا ہے تم پر نکتہ چینی کرنے کا۔" وہ برہمی سے بولا تھا۔ زوئیلہ پریشان ہونے لگی۔ قاضی کے ناراض ہونے کا تصور ہی اسے بے جان کرنے کو کافی تھا۔

"میں کر لوں گی سب، تم سے شادی کے بعد۔"

وہ جلدی سے اس کا موڈ ٹھیک کرنے کے لئے بولی۔ قاضی کے ہونٹوں پر طنزیہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ پھر وہ بڑے جارحانہ مگر مدھم انداز میں بولا۔

"کیا تمہیں ہماری سوسائٹی کی لڑکیاں اچھی نہیں لگتیں؟"

"لگتی ہیں۔" اس نے آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"تو پھر یہ ڈپلومیسی کی زندگی کیوں گزار رہی ہو؟ جو چاہتی ہو وہ کرتی کیوں نہیں؟" وہ اسی لب و لہجے میں کہہ رہا تھا۔

وہ جانتا تھا کہ گرم لوہے پر چوٹ کب اور کہاں لگانی ہے۔

"لیکن...... میرے گھر والے۔ بلکہ معاشرہ......؟"

وہ متذبذب تھی۔

"چھوڑو ان باتوں کو، یہ سب بکواس ہے۔" اس نے زوئیلہ کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر نرمی سے دبایا۔ "تمہیں میری بیوی بننا ہے' معاشرے کی نہیں۔ اس لئے تمہیں فقط میری سوچ، میری پسند کی فکر ہونی چاہئے۔ میں یہ قطعاً نہیں پسند کرتا کہ تم میرے علاوہ کسی اور کے "سوچنے" کی فکر کرو۔ تمہیں خود کو میری پسند کے ڈھانچے میں ڈھالنا ہے نہ کہ معاشرے کی سوچ کے مطابق۔"

"میں کر لوں گی سب نبیل۔" وہ بے بسی سے پر لہجے میں بولی تھی۔

"کر لوں گی نہیں، بلکہ یہ سب تمہیں کرنا ہے۔ یہ مام کی شرط ہے زوی۔" وہ آرام سے بولا تھا اور انکار کا مطلب تھا تمام آسائشوں کو خیر باد کہہ دینا اور زوئیلہ نے اس بات کے لئے تو اذلان ہمدانی کو نہیں چھوڑا تھا۔ وہ شکل صورت، سیرت و کردار میں قاضی پر فوقیت رکھتا تھا مگر زوئیلہ کو قاضی کی دولت نے اپنی طرف کھینچا تھا۔

"او کے نبیل......" اس نے شانے جھٹک کر کہا۔ قاضی کے ہونٹوں پر بے حد شاطرانہ مسکراہٹ پھیل گئی۔ اس نے پیار بھری نظروں سے زوئیلہ کو دیکھا۔

○○○

وہ اپنے تمام ضروری سامان کی پیکنگ کر چکا تھا۔

"اذلان! اپنا بہت دھیان رکھنا۔ اپنی خوراک کا، اپنی نیند کا اور......" وہ اپنی جاب کے سلسلے میں ٹریننگ پر جا رہا تھا اور ثمن کی ہدایات ختم ہونے میں نہیں آ رہی تھیں۔

"اوہ میری پیاری ماما، آپ یہاں بیٹھیں۔" اس نے انہیں شانوں سے تھام کر اپنے بستر پر بٹھایا اور خود ان کے قدموں میں بیٹھ کر سر ان کی گود میں رکھ دیا۔

ان کے دل میں اس کے لئے محبت امڈنے لگی۔

"ناراض تو نہیں ہو نا؟"

وہ اندر سے سخت بے چین تھیں اور یہ بات اذلان بھی اچھی طرح جانتا تھا۔ اپنے جذبات چھپا کر اوپری دل سے مسکرا دیا۔

"آپ سے تو بالکل بھی نہیں ہوں۔"

"تو پھر کس سے ہو؟" انہوں نے پوچھا تو وہ چپ سا ہو گیا۔

اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے انہوں نے مدھم لہجے میں پوچھا۔

''تم نے اپنے بابا جان کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا؟'' وہ جھٹکے سے سر اٹھا کر بہت بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا۔

''ماما...... آپ بھی؟''

''نہیں میری جان۔'' انہوں نے اس کا چہرہ ہاتھوں میں تھام کر اس کی فراخ پیشانی چوم لی۔

''مجھ سے زیادہ تمہیں کون جان سکتا ہے۔''

''تو پھر آپ یہ بات کیوں کہہ رہی ہیں؟'' وہ بے حد سنجیدگی سے انہیں دیکھ رہا تھا۔

''یہ حالات کا تقاضا ہے اذلان۔'' انہوں نے اسے سمجھانا چاہا مگر وہ درمیان ہی سے ان کی بات کاٹ کر بولا۔

''ماما! میں حالات کے دھارے پر خود کو چھوڑ دینے والوں میں سے نہیں ہوں۔ کیا آپ چاہتی ہیں کہ میں سب کے کہے کو دانستہ سچائی کا روپ دے دوں؟'' اس کے لہجے میں باوجود ضبط کے ہلکی سی تپش اتر آئی تھی۔

''ہمیں کسی کے کہنے سے کیا مطلب ہے اذلان، لوگ تو اور بھی بہت کچھ کہتے رہتے ہیں۔'' وہ اس کو بہلا رہی تھیں مگر وہ بچہ نہیں تھا جو ان کی باتوں میں آ جاتا برہمی سے بولا۔

''تو پھر اب بھی کہنے دیں لوگوں کو جو کہہ رہے ہیں۔''

''اذلان! تمہارے بابا کا فیصلہ اتنا برا تو نہیں ہے۔'' انہوں نے مدھم انداز میں کہا تو وہ بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا۔

''ماما آپ بھی یہی کہہ رہی ہیں۔ مجھے یقین نہیں آ رہا۔''

''اذلان! میں اس لئے کہہ رہی ہوں کہ وہ واقعی بہت اچھی لڑکی ہے۔''

''ماما پلیز۔'' وہ ہاتھ اٹھا کر تیز لہجے میں انہیں ٹوک گیا۔ ''میں اس سے متعلق کوئی بھی بات سننا نہیں چاہتا۔''

''یقین مانو اذلان، وہ بے حد اچھی اور سلجھی ہوئی لڑکی ہے۔ خود سوچو کوئی تو بات ہے اس میں جو میں اسے اپنی بھتیجی پر فوقیت دے رہی ہوں۔''

''ماما پلیز۔'' اب کی بار اس کے انداز میں شدید ناگواری تھی۔ ''جس لڑکی نے میری زندگی برباد کر دی ہو اس کی تعریف میں آپ کا بولنا مجھے گوارا نہیں ہے۔''

''سارے معاملے کو غیر جانبداری سے دیکھو گے تبھی اصل بات سمجھو گے تم۔'' وہ تھک کر اتنا ہی کہہ سکیں۔

اذلان برہمی سے سر جھٹک کر رہ گیا۔ امتثال کا تو ذکر ہی اس کی رگوں میں زہر دوڑانے لگتا تھا۔

بابا جان نے قطعی طور پر کہہ دیا تھا کہ ٹریننگ سے واپسی پر اسے دو میں سے ایک فیصلہ کرنا ہوگا۔ امتثال سے شادی یا پھر ہمیشہ کے لئے ان سے لاتعلقی۔ اذلان کے خون میں یکلخت انگارے دہک اٹھے تھے۔

○○○
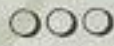
نبیل قاضی نے پانچ منزلہ کیک کاٹا تو پورا ہال تالیوں اور ''ہیپی برتھ ڈے'' کی آوازوں سے گونج اٹھا۔

''مے یو ہیو مینی مور...... ہیپی برتھ ڈے ٹو یو......''

نبیل قاضی نے کیک کا چھوٹا سا پیس کاٹ کر اپنے پہلو میں کھڑی زوبیلہ کی طرف بڑھایا تو اس نے شرمیلی سی مسکراہٹ کے ساتھ منہ کھول دیا۔ سب کی تالیوں اور پرجوش آوازوں نے اس کی باقی ماندہ گھبراہٹ بھی دور کر دی تھی۔ اور یہ سب نبیل قاضی کی محنت تھی جو رنگ لا رہی تھی۔

''اور میرا گفٹ......؟'' وہ قدرے جھک کر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔ زوبیلہ ٹپٹا گئی۔

جو شخص کپڑے تک اٹالین ٹیلر سے سلوا کر پہنتا تھا اس کے شایان شان کوئی گفٹ زوبیلہ کو بازار میں نہیں دکھائی دیا تھا۔

تب وہ سب کی موجودگی اور ماحول کا خیال کیے بغیر جھکا اور اس کا رخسار چھو لیا۔ اس کی یہ جسارت اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھی کہ نہ تو وہ اسے روک پائی اور نہ ہی

اپنے بچاؤ کی تدبیر کرسکی۔ معنی خیز وسلز اور ہاؤ ہو کے شور میں وہ اپنی رک رک کر چلتی دھڑکنوں کو سنبھال رہی تھی۔

اسلام ہمیں توازن کا سبق دیتا ہے۔ قناعت پسندی کا حکم دیتا ہے۔ جبکہ ہوس، توازن اور قناعت کی حد سے باہر لے جاتی ہے۔ زوئیلہ بھی جو موجود تھا اس پر قانع نہیں تھی، اس کی خواہشات اور ہوس میں توازن کا عنصر نہیں رہا تھا اس لئے وہ ذلت کی گہرائیوں میں اترتی جارہی تھی۔

اس کے رخسار تمتمارہے تھے۔

اسے معلوم تھا کہ قاضی فیملی کی بہو بننے کے لئے یہ سب "سیڑھیاں" اسے بہت اعتماد سے طے کرنا ہوں گی۔ ذرا سی لغزش پیر پھسلنے کا سبب بن سکتی تھی۔ اور پھر جب "ہونے والے شوہر" ہی کو کوئی اعتراض نہیں ان باتوں پر تو پھر مجھے کیا فرق پڑتا ہے۔

وہ اندر ہی اندر اشرافت کے جذبات کو تھپک کر سلا رہی تھی۔

نبیل قاضی اس کی کمر میں بازو حمائل کئے اسے سب سے متعارف کرا رہا تھا۔ اور وہ بڑے اعتماد کا مظاہرہ کرتی نبیل قاضی کے اعتماد پر پوری اتر رہی تھی۔

"ہیلو لیڈی....." ماریہ مشروب کا گلاس تھامے اس کی جانب آئی تھی۔ خوبصورت سیاہ میکسی میں وہ کہیں سے بھی مسلمان نہیں لگ رہی تھی۔ گلا آگے پیچھے سے ایک سا گہرا تھا۔ بغیر آستینوں کے اس کے بازو جھلک رہے تھے۔

"چہ..... کہاں ہو تم ملتی ہی نہیں اب؟" زوئیلہ نے اسے گھورا تھا۔

"ارے ہم کو تو خود ہماری خبر نہیں ہے۔" وہ بے فکری سے قہقہہ لگا کر ہنسی تھی۔

تبھی نبیل قاضی بلوریں گلاس لئے اس کی طرف آیا تھا۔

"یہ لو بھئی....."

وہ ٹپٹائی۔ "یہ کیا ہے؟"

"کم آن زی..... یہ میرا جام صحت ہے۔" وہ مسکرایا تھا۔ اور زوئیلہ کو تو پہلے ہی شک ہو چکا تھا کہ یہ کوئی عام "مشروب" نہیں ہے۔

"میرا جی نہیں چاہ رہا۔" اس نے گھبرا کر ماریہ کی طرف دیکھا جو بہت ریلیکس کھڑی تھی۔

"کم آن زی..... تم یہ مت بھولو کہ اب تم کس فیملی میں شامل ہونے جارہی ہو۔" وہ ایک ہاتھ میں گلاس تھامے دوسرا اس کے شانے پر دراز کئے اسے لئے ایک طرف چلنے لگا۔

"یہ سب ہماری روایات ہیں۔ مام تمہیں ریجیکٹ کرنے میں ایک سیکنڈ نہیں لگائیں گی۔ اس طرح انکار کرنے کو بدتمیزی گردانا جاتا ہے۔"

وہ ہمیشہ کی طرح بڑی کامیابی سے اس کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھے اس کی برین واشنگ کررہا تھا۔ زوئیلہ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔

"لیکن میں نے....."

"تو موو زی..... جیک اٹ۔ اور ثابت کردو کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو۔" وہ بڑے مان سے کہہ رہا تھا۔ اور ساتھ ہی گلاس زبردستی اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

"پتہ ہے زی میں اس بار تمہیں کیا گفٹ کررہا ہوں؟"

وہ بے حد اشتیاق سے اسے دیکھنے لگی۔

"وہی سلور گرے سوک..... جو تمہیں بہت پسند تھی۔" اس کی آفر زوئیلہ کے لئے دھماکا ہی تھی۔ لمحہ بھر کو اس کی سانس تھمی تھی۔

"واقعی.....؟" وہ بے یقین تھی۔ نبیل قاضی نے ہنس کر اس کی آنکھوں میں جھانکا۔

"بات تمہاری پسند کی تھی ورنہ میں تمہیں مرسڈیز گفٹ کرتا۔"

"تھینکیو نبیل..... یو آر گریٹ۔"

وہ بے حد خوش تھی۔ آنکھوں کے ستارے جگر جگر چمک رہے تھے۔

یہ وہ دنیا ہے جس میں مجھے ہونا چاہئے تھا۔

"اور اب یہ.....؟" نبیل قاضی نے اس کا گلاس والا

ہاتھ اوپر کیا تو وہ بیچارگی سے اسے دیکھنے لگی۔

"میں نے پہلے بھی....."

"کم آن زی..... ہر کام کبھی نہ کبھی پہلی بار کیا ہی جاتا ہے۔ آج میری خاطر یہ بھی سہی۔ یوں بھی میری بیوی بن کے بھی تو یہ سب کرنا ہی ہوگا ابھی سے عادت ڈال لوگی تو اچھا ہوگا۔ مجھے تمہاری ٹریننگ میں ٹائم ویسٹ کرنا نہیں پڑے گا۔" وہ اسے مسمرائز کررہا تھا۔ "میں اسے اپنے لئے گفٹ سمجھ لوں گا۔ میں تمہیں کسی بھی قیمت پر کھونا نہیں چاہتا۔ اتنی چھوٹی سی بات پر مام تمہیں ریجیکٹ کردیں مجھ سے برداشت نہیں ہوگا۔"

اور یہی تو واحد دھڑکا تھا جو ہر پل زوئیلہ کو لگا ہوا تھا۔ اس نے گہری سانس لے کر آہستگی سے اثبات میں سر ہلایا تھا اور نبیل قاضی کے ہونٹوں پر شاطرانہ مسکراہٹ کھیل گئی تھی۔

"یو آر سو ڈارلنگ۔"

نشہ کسی قسم کا بھی ہو انسان کو آپے میں نہیں رہنے دیتا۔ جوں جوں اس کی طلب بڑھتی ہے توں توں اسے پانے کے لئے انسان کو اپنے مقام سے گرنا پڑتا ہے۔ اخلاقی گراوٹ کو فیشن کہہ کر روپے سے اسے ڈھانپنے کی کوشش کی جاتی ہے۔

"قاضی الڑکی تو اے ون ہے۔" جازی نے حریصانہ نظروں سے ماریہ کے ساتھ ہنستی کھلکھلاتی زوئیلہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں ابھرتی چمک نبیل قاضی کے لئے نئی بات نہیں تھی۔

"ہے تو اے ون، میں اس کی مارکیٹ ویلیو نہیں گنوانا چاہتا۔"

"ہاہ....." جازی نے گہری سانس بھری تھی۔

"میرا تو خیال ہے کہ اب اس پر تمہیں کام شروع کردینا چاہئے۔ بہت مشکل کیس تو نہیں ہے یہ۔" زوباریہ نے بھی گفتگو میں حصہ لیا تھا۔

"آف کورس....." وہ شانے جھٹک کر مسکرایا۔

"جو لڑکی دولت کی چکا چوند دیکھ کر اپنی محبت بھول جائے وہ تم خود ہی سوچ لو کہ اپنے ایمان میں کس قدر پختہ ہوگی اور پھر آج تو اس نے بہت بڑی ایک مہم سر کی ہے۔" ہاتھ میں تھاما گلاس لہراتے ہوئے اس کا انداز معنی خیز تھا۔ زوباریہ کے ہونٹوں پر بھی بیساختہ مسکراہٹ ابھری تھی۔

"اس کا مطلب ہے کہ مچھلی جال میں پھنس چکی ہے۔"

"ایسی ویسی، اور پھر جب چارہ بھی اتنا ہینڈسم ہو تو....." وہ کالر چھو کر شرارت سے بولا۔ زوباریہ نے ہنستے ہوئے اس کے شانے پر ہلکا سا مکا مارا تھا۔

سب کے شور پر وہ متوجہ ہوئے تھے۔

میوزک آن تھا۔ ماریہ اور اعتزاز نے زوئیلہ کو بھی ڈانسنگ فلور پر گھسیٹ لیا تھا اور اب ان کے الٹے سیدھے اسٹیپ سب کی ہنسی کا باعث بن رہے تھے۔

نبیل قاضی بھی زوباریہ اور جازی کے ساتھ انہی کی طرف بڑھا تھا۔ جہاں اب فنکشن زوروں پر تھا۔

○○○

ثمن اس کے بیڈروم میں داخل ہوئیں تو وہ تیزی سے سیدھا ہوا اور خفیف سا بالوں میں ہاتھ پھیرتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"ماما آپ.....؟"

"شکل دیکھی ہے تم نے اپنی؟ صحت کا ستیاناس کرلیا ہے۔" وہ اس پر برس پڑیں۔

ٹریننگ سے لوٹا تھا تو واقعی اس کی پہلے جیسی صحت نہیں رہی تھی۔ اب وہ صحیح معنوں میں اسمارٹ ہوگیا تھا۔ مگر ثمن کو اس کی یہ اسمارٹنیس بالکل نہیں بھائی تھی۔

"آپ ممتا کی عینک سے دیکھتی ہیں اس لئے متفکر

> **یادگار لمحے**
>
> حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا۔ "محتاج و نادار لوگوں کی مدد کے لیے دوڑ دھوپ کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو اللہ کی راہ میں (جہاد) میں سرگرمی دکھا رہا ہے۔" (متفق علیہ)
>
> (صائمہ نذیر۔ کراچی)

ہیں۔ ورنہ صرف فالتو ویٹ ہی لوز کیا ہے میں نے صحت تو بالکل ٹھیک ہے۔'' وہ انہیں بہلا رہا تھا مگر وہ ابھی وہیں اٹکی تھیں۔

''لیکن مجھے تمہاری یہ کمزوری بالکل بھی اچھی نہیں لگی۔'' ثمن گہری سانس لے کر آگے بڑھیں اور کرسی میں دھنس گئیں۔ وہ حسب عادت ان کے قدموں میں بیٹھا اور سران کی گود میں رکھ دیا۔

ان کا دل اس کی محبت سے لبریز ہونے لگا۔

بیٹا تو مہران بھی تھا مگر جو محبت اذلان کے حصے میں آئی تھی اس کا پلڑا نجانے کیوں ہمیشہ بھاری ہی رہا تھا۔ شاید اس کے چھوٹے ہونے کی وجہ سے یا پھر اس لئے کہ بچپن میں وہ شدید بیمار رہا تھا تب سے اس کی جان جیسے ماں ہی میں بند ہو کر رہ گئی تھی۔

اس کے برعکس مہران قدرے بزنس مائنڈڈ تھا اور یوں بھی شادی کے بعد اس کی توجہ ہی نہیں بلکہ تمام تر شینا کی طرف ہو گئی تھی۔ اسے جرمنی گئے آٹھ سال ہونے کو آئے تھے۔ ہر چھ ماہ کے بعد وہ آتا تو چھٹی کے ایک ڈیڑھ ماہ میں فقط بیوی اور بچوں ہی کو ٹائم دے پاتا تھا۔

''تمہارے بغیر تو سارا گھر ویران پڑا تھا۔''

''ابھی سے؟'' وہ ہنسا تھا۔ ''ابھی تو بابا مجھے عاق کرنے والے ہیں۔''

ثمن تاسف سے اسے دیکھنے لگیں۔

''یعنی تمہارا فیصلہ ابھی بھی وہی ہے؟''

''ماما...... آپ تو ساری حقیقت جانتی ہیں۔ آپ تو اس طرح کے سوال مت کریں۔''

''یہ ذرا سی بات نہیں ہے جو میں بھول جاؤں۔ ایک لڑکی کی زندگی برباد ہو رہی ہے۔ اور میں کسی کی بددعا نہیں لے سکتی۔''

''جب لڑکی اپنی زندگی خود ہی برباد کر رہی ہو تو پھر اسے بددعاؤں سے ڈرنا چاہئے نہ کہ ہمیں۔''

''اتنے عرصے میں بھی تمہارے خیالات نہیں بدلے؟'' ثمن افسردہ ہو رہی تھیں۔

اذلان اور اقتثال کے حوالے سے خاندان بھر میں جو باتیں پھیل چکی تھیں وہ اتنی آسانی سے نظر انداز کئے جانے والی نہیں تھیں۔ وہ تو اقتثال کی ماں کا سامنا کرنے کا سوچ کر گھبرا جاتی تھیں چاہے قصور کسی کا بھی تھا مگر اب جبکہ ایک انتہائی مناسب حل موجود تھا تو اس پر عمل نہ کرنا، سراسر بیوقوفی ہی کہلائی جا سکتی تھی اور وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ اذلان کی یہ ہٹ دھرمی اقتثال کی زندگی کو برباد کر دے گی۔ اس لئے وہ اپنی پوری کوشش کر رہی تھیں کہ وہ کسی نہ کسی طرح اذلان کو راضی کر لیں۔

''آپ کا کیا خیال ہے میں وہاں استخارہ کرنے گیا تھا کہ یہ شادی میرے لئے بہتر ہے یا نہیں؟'' اس کے انداز میں طنز کی کاٹ تھی۔

''اور اپنے بابا جان کا فیصلہ نہیں معلوم تمہیں؟'' وہ بے بس ہونے لگیں۔

''کر لینے دیں انہیں جو کرنا چاہتے ہیں۔'' وہ خود سر لہجے میں بولا تو ان کی آنکھیں فوراً ہی بھر آئیں۔

''اذلان! میں مر جاؤں گی تمہارے بغیر۔''

سعید ہمدانی کے ارادوں اور فیصلوں کی مضبوطی سے ان سے زیادہ وہ بھلا اور کون واقف ہو سکتا تھا۔

''میں آپ کو یہاں چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔ بلکہ آپ میرے ساتھ رہیں گی۔'' وہ فوراً بولا تھا۔

''جھوٹے دلاسے مت دو مجھے۔ تم جانتے ہو کہ جیتے جی میں یہ گھر چھوڑ کر کہیں نہیں جاؤں گی۔'' ان کے بھیگے لہجے پر وہ بیقرار ہوا تھا۔

''ماما! آپ بابا کو جانتی ہیں۔ وہ واقعی مجھے گھر سے نکال دیں گے اور آپ کو میرے ساتھ ہی رہنا ہو گا۔ میں کیسے رہوں گا آپ کے بغیر؟''

وہ بالکل بچہ لگ رہا تھا۔ انہوں نے اس کے ماتھے پر آئے بال سمیٹ کر اس کا ماتھا چوم لیا۔

''تو کیا ضروری ہے کہ تم وہی فیصلہ کرو جو مجھے تم سے جدا کر دے؟'' ان کے لہجے میں آس دبی تھی۔ وہ بے بسی کے احساس تلے دبا انہیں دیکھنے لگا۔

''تو یہ آپ کی محبت کی قیمت ٹھہری ماما۔''

اس کی آواز بے حد بجھی ہوئی تھی اور اس کی آنکھوں میں اترتی سرخی بھلا ثمن کی نظروں سے کیسے چھپی رہ سکتی تھی مگر وہ بھی کیا کرتیں اپنی ممتا سے مجبور تھیں۔ اپنی تمام عمر کی محبتوں اور ریاضتوں کے ثمر کو یونہی تو گنوا نہیں سکتی تھیں اس لئے اسے آرزوؤں کے سوختہ و برباد محل پر نئی عمارت کی بنیاد رکھنے پر مجبور کر رہی تھیں۔

''میں نے کبھی تم سے کچھ نہیں مانگا اذلان۔''

وہ بے آواز آنسو بہاتی بے بسی سے کہتی کچھ نہ مانگتے ہوئے بھی بہت کچھ مانگ گئیں۔

''ماما! میں برباد تو ہو ہی گیا ہوں' کیا ضروری ہے کہ باقی کی تمام عمر بھی سکون اور آرام کو ترسوں؟''

اس کے لہجے میں محسوس کی جانے والی تلخی تھی۔ مگر وہ جانتی تھیں کہ وہ ذرا بھی پگھلیں تو شاید ساری عمر اس کی شکل دیکھنے کو ترس جائیں گی۔

''میں گارنٹی دیتی ہوں اذلان کچھ نہیں ہو گا۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہوں گی میری جان۔'' انہوں نے محبت سے اس کی پیشانی چومی تھی۔ وہ ضبط سے سرخ ہوتا چہرہ لئے اٹھ کھڑا ہوا۔

یہ نہیں تھا کہ اس نے اس بارے میں کچھ سوچا نہیں تھا بلکہ گزرتا ہر دن اقتثال سے اس کی نفرت کو گہرا کرتا جا رہا تھا۔ زوئیلہ سے دوری کے متعلق اس نے کبھی سوچا تک نہیں تھا مگر اب یقینی جدائی کے بعد اس کے دل و دماغ پر مستقلاً ایک بے حسی سی طاری ہو چکی تھی۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے اب کبھی وہ زندگی میں خوش نہیں ہو پائے گا۔ تمام جذبات و احساسات سرد پڑ گئے تھے۔

''میں تو برباد ہو ہی چکا ہوں ماما، مگر آپ کی خوشی کا احترام ضرور کروں گا۔'' اس کا ہارا ہوا انداز ثمن کو خوش تو کیا کرتا اپنے ہیرے جیسے بیٹے کو یوں بکھرتے دیکھ کر انہیں رونا آنے لگا۔

○○○
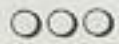
اس کے آنسو صدمے اور حیرت کی زیادتی سے خشک ہو گئے تھے۔

کتنے عام سے انداز میں ثمن نے اسے اطلاع دی تھی۔

''پرسوں تمہارا اذلان سے نکاح ہے۔''

نہ زمین پھٹی تھی اور نہ آسمان سر پر آن گرا تھا۔ وہ ساکت و جامد پھٹی پھٹی آنکھوں سے انہیں دیکھنے لگی۔

''میں نے زرینہ سے فون پر بات کی ہے۔ اسے ہمارے کسی فیصلے پر کوئی اعتراض نہیں۔ وہ خود تو نہیں آ سکتی شاید کوئی مجبوری ہو۔ تم چاہو تو اسے فون کر سکتی ہو۔ البتہ وہ کچھ عرصے کے بعد چکر لگانے کا کہہ رہی تھی۔''

وہ پتہ نہیں اسے بہلا رہی تھیں یا ویسے ہی اسے تفصیل سے آگاہ کر رہی تھیں لیکن اقتثال سے کچھ اور سنا ہی نہیں گیا۔ وہ تو ان کی اطلاع ہی پر اٹک گئی تھی۔

اس کی زرد پڑتی رنگت اور ہونٹوں کی سپیدی ثمن سے چھپی نہیں رہ سکی۔ انہیں اس پر ترس آنے لگا۔ ساتھ ہی انہیں اذلان کی بے بسی بھی یاد آئی تھی۔ دونوں سیدھی سادی زندگی گزارتے گزارتے یکلخت ہی ٹیڑھے میڑھے اور انجان رستوں پر نکل آئے تھے مگر وہ یہ بھی جانتی تھیں کہ یہ لائحہ عمل ہی انہیں سرخرو کر سکتا ہے ورنہ،

ترکیب استعمال

شوہر کا انتخاب کرتے ہوئے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ وہ عقل میں زیادہ کچا اور عمر میں زیادہ پکا نہ ہو۔ شادی کے بعد اسے دھوپ، تنقید اور تیز آواز سے بچاؤ ورنہ وہ اندر سے ترش ہو جائے گا اسے زیادہ دیر کولڈ اسٹور میں مت رکھو کہیں وہ سخت اور ناقابل ہضم نہ بن جائے۔ اسے صبر کے پانی سے دھو کر الفت کی ہلکی آنچ پر رکھو پھر نمک مرچ والی گفتگو لگا کر قسطوں میں استعمال کرو پھر وہ سالہا سال تک خراب نہ ہو گا۔ اس ترکیب استعمال سے ایک شوہر زندگی بھر کے لیے کافی ہے۔

(مسرت بانو کمبوہ۔ ہارون آباد)

خاندان میں جو باتیں پھیل چکی تھیں انہوں نے سب کو بے حد ڈسٹرب کر رکھا تھا۔ انہوں نے دل کے درد کو دباتے ہوئے اس کے شانے پر ہاتھ پھیر کر اس کا سر چوما تو اس کی آنکھیں بھر آئیں۔

○○○

"میں تمہیں کبھی نہیں بھول سکتا زوئی۔"

اس کا لہجہ بہت ٹھہرا ہوا سا تھا۔ ریسیور کان سے لگائے انگلش میگ کھنگالتی زوئیلہ نے کوفت سے بھویں اچکائی تھیں مگر کچھ بولنا بھی مجبوری تھا۔

"اور میں بھی۔"

"تمہارے بغیر میں کچھ بھی نہیں زوئی۔ یہ حقیقت ہے کہ اب تم سدا ایک کسک بن کے میرے ساتھ رہو گی۔ لیکن تم دیکھ لینا میں بہت جلد سب پر سچائی آشکار کر دوں گا۔"

وہ بے حد جذباتی ہو رہا تھا ورنہ یہ وہی ازلان تھا جو اس تمام عرصے میں بے حس ہو چکا تھا۔ زوئیلہ سے متعلق اپنی جذباتیت اور لگاؤ کی شدت اس پر بھی اسی وقت صحیح طرح واضح ہوئی تھی۔ اس سے پہلے کبھی اس نے اس بارے میں غور کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی تھی۔

"اونہہ...... اسی لئے اسے بیاہ کے لا رہے ہو۔" طنز بے حد شدید تھا اور لہجہ بھالے کی طرح نکیلا، جو دل میں گڑ گیا۔ تبھی اس نے کوئی صفائی پیش کئے بغیر ریسیور کریڈل پر ڈال دیا۔ اس کی آنکھیں لہو رنگ ہو رہی تھیں۔

○○○

سادگی کا کہیں بھی نام ونشان نہ تھا۔ اسی قدر دھوم دھام سے نکاح کی تقریب منعقد کی گئی جتنی کہ سعید ہمدانی کے بیٹے کی شادی ہونی چاہیے تھی۔

نکاح کے بعد وہ اپنے کمرے میں بند ہو گیا۔ مووی تک اس نے نہیں بنوائی تھی۔ ثمن ہراساں سی کتنی ہی دیر دروازہ کھٹکھٹاتی رہیں مگر بے سود۔

"دیور جی کے تو مزاج ہی نہیں مل رہے۔ جو چاہتے تھے وہ تو ہو گیا اب کیا ضد لگا بیٹھے ہیں؟" شینا بھابی کا کلسانے والا اپنا ہی انداز تھا۔ خود تو بہت فریش لہجے میں بات کرتیں مگر اگلے بندے کو جھلسا دیتیں۔ ثمن تاسف سے اسے دیکھ کر رہ گئیں جبکہ وہ بے نیازی سے شانے جھٹکا کر تنفر سے سر اٹھائے کھٹ کھٹ کرتی نیچے اتر گئیں۔ یقیناً اب یہ خبر سب کو سنانے کا نادر موقع ان کے ہاتھ لگا تھا۔

جب سے ازلان نے ان کی بہن رینا سے شادی سے انکار کیا تھا تب سے ان کا رویہ بھی گھر والوں کے ساتھ کھنچا کھنچا سا تھا۔ مگر اب ازلان کی زندگی کے اتار چڑھاؤ انہیں بے حد سکون بخش رہے تھے۔

سعید ہمدانی بظاہر بہت خوش اسلوبی سے میزبانی کے فرائض ادا کر رہے تھے مگر ثمن نے انہیں علیحدگی میں بلایا تو ان کے کچھ بولنے سے پہلے ہی وہ شروع ہو گئے۔

"انتہا کر رہا ہے وہ ثمن، سب میں تماشا بنا کے رکھ دیا ہے اس نے مجھے۔"

اس کی غیر حاضری انہیں بے حد تپا چکی تھی۔ ثمن گڑبڑا گئیں۔

"وہ کمرہ لاک کر بیٹھا ہے، میں نے بہت کوشش کی مگر......"

"اگر مجھے تمہارا خیال نہ ہوتا تو ابھی سیدھا کر کے رکھ دیتا برخوردار کو۔" وہ سلگ اٹھے۔ ثمن کا دل بھر آیا۔

"اتنے سنگدل تو نہ بنیں۔ مان تو رکھ لیا ہے اس نے ہمارا۔ اپنی ہنستی بستی زندگی اجاڑ لی ہے اس نے۔"

"یہ سب اس کی اپنی غلطی ہے۔" ثمن کے آنسو انہیں ٹھنڈا کر گئے۔

"بہرحال اب جو ہونا تھا وہ ہو چکا۔ بس آج کے دن ذرا مہمانوں کو سنبھال لو۔"

"میں کیا کہوں سب سے؟" وہ بے بسی کی انتہا پر تھیں۔

"کچھ بھی۔" وہ پرسکون انداز میں بولے۔ "ہمیں اب کسی کی پروا نہیں۔"

رات گئے جب ہنگامہ تھما تو سعید ہمدانی نے خود اس کا کمرہ کھلوایا۔

"بات سنو میری۔"

وہ اس کے ساتھ ہونے کا انتظار کئے بغیر فقط تین لفظ کہہ کر پلٹ گئے۔ وہ جبڑے بھینچے سرد تاثرات لئے ان کی تقلید میں اسٹڈی روم میں داخل ہوا تھا اور پھر وہی برین واشنگ کا سلسلہ۔

"اب وہ تم سے منسلک ہے۔ تمہاری ذمے داری ہے۔ اس کی عزت میں ہی تمہاری عزت ہے۔ اب یہ تم پر منحصر ہے کہ تم اسے اس گھر میں، خاندان میں اور پھر اس معاشرے میں کیا مقام دلاتے ہو۔"

یہ ان کے آدھے گھنٹے کے مسلسل لیکچر کا آخری پیراگراف تھا۔ اس اثنا میں وہ بدقت تمام رگوں میں دوڑتے لاوے کی تپش کو کم کرنے کے لئے خود کو اندر ہی اندر کول ڈاؤن کرنے کی تگ ودو میں مصروف تھا۔

"اب جا سکتے ہو۔"

وہ قدرے توقف سے بولے تو وہ لمحہ بھر کی دیر کئے بغیر اٹھا اور ان کی طرف دیکھے بغیر دروازہ کھول کر باہر نکل آیا۔

"ازلان......" ثمن نے اس پر نگاہ پڑتے ہی اسے پکارا تھا۔ اردگرد موجود رشتے داروں کی موجودگی کا خیال اسے دھیما کر گیا۔

"ماما پلیز، اس وقت کچھ مت کہیئے گا۔"

وہ بے حد ضبط سے کہتا تیزی سے سیڑھیاں پھلانگنے لگا۔ ثمن گنگ کھڑی رہ گئیں۔ آئندہ آنے والے لمحے ان کا دل دہلا رہے تھے۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تو سب سے پہلا کام اس نے دروازہ لاک کرنے کا کیا۔ ایک گہری سانس لے کر وہ سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھا تو عجیب مدھم مگر دلکش سی خوشبو اسے اپنے حصار میں لے گئی۔ تبھی باتھ روم کا دروازہ کھلا۔ ازلان نے بے حد بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔ وہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ اقتثال اس کے بیڈروم میں ہو سکتی ہے۔ وہ یقیناً بھاری بھرکم لباس تبدیل کر کے نکلی تھی کیونکہ زرتار ریڈ کلر کا لہنگا اس کے بازوؤں کی گرفت میں تھا۔ اشتعال کی تندوتیز لہر ازلان کے دماغ کو گھما گئی۔ وہ

مرے خواب مری کہانیاں

مرے بے خبر تجھے کیا پتہ

مرے بے خبر تجھے کیا پتہ
تری آرزوؤں کے دوش پر
تری کیفیات کے جام میں
میں جوک تنی صدیوں سے قید ہوں
ترے نقش میں ترے نام میں
مرے خواب مری کہانیاں
مرے زائچے مرے راستے
میرے لیکھ کی یہ نشانیاں
تری چاہ میں ہیں رکی ہوئی
کبھی آنسوؤں کی قطار میں
کبھی پتھروں کے حصار میں
کبھی دشت ہجر کی رات میں
کبھی بدنصیبی کی گھات میں
کئی رنگ دھوپ سے جل گئے
کئی چاند شاخ سے ڈھل گئے
تری الفتوں کے قیام میں
ترے درد کی درو بام میں
کوئی کب سے ثبت صلیب ہے
تری کائنات کی رات میں
ترے اژدھام کی شام میں
تجھے کیا خبر تجھے کیا پتہ

ایچ گلاب کشمیری (ماتلی)

تیزی سے چلتا اس کے سامنے جا کھڑا ہوا جو غیر متوقع طور پر اسے سامنے پا کر ساکت وجامد کھڑی تھی۔

"تم...... کس کی اجازت سے میرے کمرے میں آئی ہو؟" وہ بے حد نفرت انگیز لہجے میں کہہ رہا تھا۔ اقتثال کے وجود پر لرزہ طاری ہو گیا۔ شدت جذبات سے سرخ

چہرہ اور وحشیانہ لب ولہجہ لئے وہ اسے اس پل انسان تو قطعی نہیں لگ رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا' جیسے وہ کوئی چوٹ کھایا وحشی درندہ ہو جو لمحوں میں اس کی تکہ بوٹی کر ڈالے گا۔

''تم انتہائی بے غیرت اور ماورائے انسانیت ہو۔ اور اس سے پہلے کہ میں تمہیں جان سے مار ڈالوں تم یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ میں تمہاری صورت بھی دیکھنا گوارا نہیں کرتا۔ تمہاری شیطانی صورت اور گھٹیا کردار پر میں تھوکنا بھی گوارا نہیں کرتا۔''

اسے یوں لگ رہا تھا' جیسے ہزاروں لوگ اسے روندتے ہوئے گزر رہے ہوں۔ تکلیف کا ایک تیز دھار احساس رگوں کو کاٹتا چلا جا رہا تھا۔

وہ بظاہر بہت نفیس اور ایجوکیٹڈ سا شخص کس قدر گرا ہوا انداز اپنائے ہوئے تھا۔

''تم نے سنا نہیں۔ دفع ہو جاؤ یہاں سے۔'' وہ دہاڑا تھا۔ کوئی اور وقت ہوتا تو وہ وہاں سے بھاگ لیتی مگر اب بے بسی سی بے بسی تھی کہ گھر مہمانوں سے بھرا پڑا تھا۔

''مم...... میں......''

پپڑیاں جمے ہونٹوں اور خشک حلق سے زیادہ اس کی قوت گویائی زائل کرنے کا باعث ازلان کا انسانیت سے عاری انداز گفتگو اور طرز تخاطب تھا۔ گرم گرم پانی روانی سے اشتال کے چہرے کو بھگوئے جا رہا تھا۔ نفرت اور طیش کی ایک تند و تیز لہر ازلان کو پاگل بنا گئی۔ وہ اس کا بازو تھامے گھسیٹتا ہوا اسے باتھ روم میں لایا تھا۔ ایک جھٹکے سے اسے دھکیلا تو وہ پوری قوت سے دیوار سے جا ٹکرائی۔

اپنے ماتھے پر اسے شدید تکلیف کا احساس ہوا اور آنکھوں کے آگے اندھیرا سا چھانے لگا۔ مگر اس پل وہ خود سے زیادہ ازلان کی طرف متوجہ تھی جو وحشی ہو رہا تھا۔ اس کے چہرے کو نفرت اور وحشت نے اس قدر اجنبی بنا دیا تھا کہ اشتال کے حواس ٹھٹھرنے لگے۔

''بہت شوق تھا نا تمہیں زوئیلہ کی جگہ لینے کا، اس کی سیج سجانے کا، اسی لئے شادی سے پہلے ہی تم اس کے بستر پر آ گئیں۔''

وہ سرسراتے ہوئے لہجے میں کہتا اسے اپنی ہی نظروں میں گرا رہا تھا۔ وہ اس کی منت کرنا چاہتی تھی، اسے بتانا چاہتی تھی کہ اس کے الفاظ اسے کس قدر تکلیف پہنچا رہے ہیں مگر وہ فقط خوف اور وحشت میں گھری لرزتی کانپتی ٹانگوں پر بمشکل کھڑی آنسو بہا رہی تھی۔

اس نے ہاتھ میں دبا لائٹر جلایا تو وہ سراسیمہ سی اسے دیکھنے لگی۔ جس کے تاثرات اس وقت بے حد عجیب سے ہو رہے تھے۔

اگلے چند لمحوں کے بعد وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے آگ کے بلند ہوتے شعلوں کو دیکھ رہی تھی۔ وحشیانہ پن کی انتہا تھی' ازلان نے اس کے ہاتھوں سے دبا زرتار لباس چھین کر اسے شعلوں کی نذر کر دیا تھا۔ دھواں تیزی سے اس کی آنکھوں اور تنفس کو متاثر کرنے لگا۔ بہت ضبط کرتے ہوئے بھی وہ کھانسنے لگی' جبکہ ازلان کے چہرے پر بے حد طمانیت چھا رہی تھی۔

''اب تم دفع ہو جاؤ یہاں سے۔ ورنہ میں تمہارا بھی یہی حشر کر دوں گا۔'' وہ بے حد نفرت انگیز لہجے میں بولا تو زرد رنگت لئے وہ ہراساں ہو کر باتھ روم سے نکل آئی۔ ازلان کا ردعمل اس قدر شدید ہوگا' اس کے تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا۔ اس کا خیال تھا کہ زیادہ سے زیادہ وہ اس پر چیخے چلائے گا۔ اسے نفرت سے رد کر دے گا مگر وہ جن راہوں پر چل نکلا تھا' وہ اشتال کو بے جان کر گئی تھیں۔ اس کے قدموں میں اتنی سکت بھی نہیں رہی تھی کہ وہ چل پاتی۔ اسے یوں لگ رہا تھا' جیسے جسم وجاں کا رابطہ ٹوٹنے والا ہو۔ لڑکھڑاتے وجود کو اس نے کرسی کی پشت پر ہاتھ رکھ کر سہارا دینے کی کمزور سی کوشش کی تھی۔

تبھی وہ دندناتا ہوا باہر نکلا۔ اسے بازو سے یوں جکڑا کہ تکلیف کے مارے وہ کراہ اٹھی مگر وہ بغیر کچھ خیال کئے یونہی گھسیٹنے کے سے انداز میں اسے لئے کمرے سے باہر نکلا اور سیڑھیوں کی طرف بڑھا۔ سیڑھیوں کے اختتام پر نیچے ٹی وی لاؤنج میں ابھی تک خوش رنگ محفل سجی تھی۔

سعید ہمدانی کی نگاہ سب سے پہلے اس بدصورت اور کریہہ منظر پر پڑی تھی۔ ان کے چہرے کے خوشگوار تاثرات میں تحیر و بے یقینی اتر آئی۔ ان کے غیر معمولی تاثرات نے بہت سی نگاہوں کو ان کی نظروں کے تعاقب میں دیکھنے پر مجبور کر دیا۔ سب سے پہلے ثمن بے اختیار اٹھی تھیں، اس اثنا میں وہ اشتال کو یونہی گھسیٹتا سیڑھیوں سے نیچے لا چکا تھا۔

''یہ...... کیا بدتمیزی ہے؟''

سعید ہمدانی کی آنکھوں میں خون اتر آیا تھا۔

''یہ میری سچائی ہے۔'' وہ سرد و تلخ انداز میں بولا تو اس کا تنفس بے ترتیب اور رنگت سرخ ہو رہی تھی۔

''ازلان۔'' ثمن کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔

شینا بھابی اور ان کے گھر والے ہی نہیں اور بھی چند ایک ایسے لوگ تھے جن کو یہ مناظر بہت تسکین دے رہے تھے۔

''اسے سنبھال لئے۔ اس سے بہتر تھا کہ میں کسی ایسے ایرے سے لڑکی قبول کر لاتا جہاں سے کوئی شریف انسان گزرنا بھی پسند نہیں کرتا۔'' وہ زندگی میں پہلی بار باپ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کر رہا تھا۔

اگر انہیں یقین ہوتا کہ ان کے ہاتھ اٹھانے سے وہ ٹھنڈا پڑ جائے گا یا اس کے منفی جذبات کا رخ مڑ جائے گا تو وہ اسے روئی کی طرح دھنک کر رکھ دیتے مگر اب تو وہ انہیں اس قابل بھی نہیں چھوڑ گیا تھا کہ وہ سر اٹھا کر بات کر سکتے۔ انہیں لگا ہی نہیں کہ یہ وہی ازلان تھا جس کی شائستگی اور فرمانبرداری ایک مثال گردانی جاتی تھی۔

''بابا! میں بے گناہ ہوں اس لئے ''اس'' سزا کو قبول نہیں کروں گا۔ آپ نے مجھے اس سے شادی کرنے کو کہا میں نے آپ کا مان رکھ لیا مگر اب میں خود کو اس الزام سے بھی بری کرنا چاہتا ہوں جو سب کی نظروں میں میرا قصور بن گیا تھا۔ مجھے کل بھی اس لڑکی سے کوئی لگاؤ نہیں تھا آج بھی نہیں ہے اور اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ میں اسے طلاق دینے والا ہوں۔''

وہ اب بے حد پرسکون لگ رہا تھا۔ جیسے اپنے دامن پر لگے تمام داغ دھبے دھو ڈالے ہوں۔ اشتال ہوش وحواس سے عاری ثمن کی گود میں منہ دیئے ہوئے تھی۔ بارہ نفوس کے ہوتے ہوئے بھی اس قدر خاموشی چھا گئی تھی کہ سوئی بھی گرتی تو شاید نہیں بلکہ یقیناً اس کی آواز سنائی دے جاتی۔

سعید ہمدانی کا ازلی غصہ اور کرختگی عود کر آئی۔ مقابل لاڈلا بیٹا تھا تو کیا ہوا۔ بھتیجی کو بھی انہوں نے جگر کا ٹکڑا مانا تھا اور پھر یہاں تو بیٹا ہی انسانیت سے عاری ہو رہا تھا۔

''آج سے تمہارا اور میرا کوئی تعلق نہیں رہا ازلان۔''

وہ سرد وسپاٹ انداز میں بولے تو اسے دھچکا سا لگا مگر اس نے ظاہر نہیں ہونے دیا۔ اتنے لوگوں میں وہ یہ بات کہہ سکتے تھے تو وہ بھی پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں تھا۔

''آپ کا گھر آپ کو مبارک ہو۔ میری پوسٹنگ کھاریاں ہو چکی ہے۔'' اس کے لہجے کے سکون میں اب بھی کوئی فرق نہیں پڑا تھا۔ شینا بھابی نے غیر محسوس کن مسکراہٹ کے ساتھ ریتا کے جگمگاتے چہرے کو دیکھا تو ان کے دل میں سکون اتر گیا۔

''اونہہ......'' انہوں نے ہنکارا بھرا۔ پھر وہ بولے تو ان کے الفاظ نے قیامت مچا دی۔

''تو پھر جب تم اسے طلاق دو تو مجھے ضرور بتا دینا تاکہ میں بھی کاغذ لکھ دوں، اپنی ماں کو بھی اپنے ساتھ لے جانا۔ ہمیشہ کے لئے۔''

ثمن نے بے حد تکلیف محسوس کرتے ہوئے آنسوؤں سے بھری آنکھیں موند کر اشتال کے بالوں پر ہونٹ رکھے تھے اور ازلان کو یوں محسوس ہوا جیسے اس کے سر پر کسی نے پہاڑ توڑ دیا ہو۔

سب کی دھڑکنیں جیسے رک سی گئی تھیں۔

(باقی آئندہ)

عفت سحر پاشا

میرا ہر خواب میرے سچ کی گواہی دے گا
وسعتِ دید نے تجھ سے تیری خواہش کی ہے
میری سوچوں میں بھی دیکھ سراپا اپنا
میں نے دُنیا سے الگ تیری پرستش کی ہے

وہ بہت بددل ہوکر کیاریاں چلا گیا۔
ادھر سعید ہمدانی کتنی ہی دیر ثمن کو ذہنی وجذباتی دھچکے کے اثر سے نکالنے کے لئے پیار ومحبت کے پھاہے رکھتے رہے۔
''تم ہم دونوں کے درمیان ایک ایسی کڑی ہو ثمن! جس نے ابھی تک ان دگرگوں حالات میں بھی ہمیں ایک دوسرے سے جوڑ رکھا ہے۔ جو کچھ میں نے کہا وہ حالات کا رخ موڑنے کے لئے بہت ضروری تھا۔'' وہ اپنے اندر بہت گہرائی تک تکلیف محسوس کررہے تھے۔
''آپ کو تو کبھی بھی اپنی صفائی پیش کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔ مجھ سے بڑھ کر آپ کو کون جان سکتا ہے۔''
ثمن کی فراخدلی ان کو خوش کرنے کے بجائے دل کے بوجھ کو اور بڑھا گئی۔ انہوں نے بے اختیار ان کا سر اپنے شانے سے لگالیا۔
ان کی چاہت کے احساس پر ثمن کی آنکھیں بھیگنے لگیں۔
''بس آپ میری ایک چھوٹی سی بات مان لیں سعید۔''
''ہاں کہو؟'' انہوں نے استفہامیہ انداز میں دیکھا تو وہ ملتجیانہ لہجے میں بولیں۔
''آپ اذلان کو معاف کردیں میری خاطر ہی سہی۔''
کئی لمحے یونہی بوجھل سی خاموشی کی نذر ہوگئے۔
''وہ میرا بیٹا ہے ثمن میرے وجود کا حصہ ہے۔ میں بھلا اس سے کیسے ناراض ہوسکتا ہوں۔ بس حالات و واقعات کی آندھی نے ذرا سی دیر کو ہمیں اپنے اپنے مقام سے ہٹا دیا ہے ورنہ تو دل ہر وقت اس سرپھرے کے لئے دعاگو رہتا ہے جو بے گناہ ہوتے ہوئے بھی میری سنائی ہوئی سزا کو قبول کرگیا۔ تم سے اس کی محبت نے تو مجھے خرید لیا ہے ثمن۔ ورنہ وہ انکار کا حق رکھتا تھا۔ اختیار رکھتے ہوئے بھی انکار نہ کرنا اور حالات کے آگے سر جھکا دینا ایسی تو کوئی مجبوری نہیں تھی اسے۔''

ثمن کا چہرہ ان کی باتوں پر مسرت سے کھل سا گیا۔
"تو کیا آپ کو بھی یقین ہے کہ یہ سب......"
"وہ میرا خون ہے ثمن! اس کی زندگی کے تمام ماہ وسال میرے سامنے گزرے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ بس حالات کے چکر میں آ گیا ہے۔ تم نے بھی سوچا ہوگا کہ میرا فیصلہ بہت خود غرضانہ ہے لیکن اگر میں نے بھتیجی کی آبرو کا خیال کیا ہے' اس کی تکلیف کو دل سے محسوس کیا ہے تو خود سوچو کہ اپنے لاڈلے بیٹے کی تکلیف میں نے کیسے نہیں ہوگی۔ میں جانتا ہوں کہ تم ایک کرب سے گزر رہی ہو مگر تم اکیلی نہیں ہو' اس کرب کو میں بھی اسی شدت سے محسوس کر رہا ہوں۔ اس کی بے مرادی کا مجھے بھی اتنا ہی دکھ ہے جتنا کہ تمہیں۔ لیکن حقیقت سے ہم دونوں ہی واقف ہیں۔ زوئیلہ کبھی بھی اس کے لئے اچھی بیوی ثابت نہیں ہو سکتی تھی۔ اب تم دیکھنا' خدائے بزرگ و برتر اس کی زندگی کی کھیتی کو سرسبز و شاداب کر دے گا جہاں فقط خوشیوں کی فصلیں لہلہائیں گی۔"
وہ مدھم مگر بے حد مضبوط و پر یقین لہجے میں کہہ رہے تھے اور ثمن مسلسل آمین کا ورد کر رہی تھیں۔ ان کے دل و دماغ سے بہت سا بوجھ ہٹ گیا تھا۔

❋❋❋

زوئیلہ کو بہت اہتمام کے ساتھ کلب میں متعارف کرایا گیا تھا۔
اب یقیناً وہ اتنی ٹرینڈ ہو چکی تھی کہ ہر ایکٹی وٹی میں بہت اعتماد سے حصہ لے سکتی تھی مگر ابھی فی الحال وہ فقط قاضی ہی کو اپنا سب کچھ مانے ہوئے تھی۔ ان کی اصلیت ابھی اس پر ظاہر نہیں ہوئی تھی۔
اور وہاں تھا کیا؟ اخلاقیات سے عاری لڑکے اور لڑکیاں۔ جن کے پاس نہ تو شرم و حیا نامی کوئی شے تھی اور نہ ہی کردار کی پختگی۔
بظاہر "دی فرینڈز کلب" کی شہرت بہترین تھی۔ تفریح کے دلدادہ لڑکے اور لڑکیاں ہمیشہ اس کلب کی ممبر شپ کے لئے کوشاں رہتی تھیں۔ آزاد خیال والدین ابھی تک اس کلب میں اپنے بچوں کی ایکٹی وٹیز سے ناآشنا تھے۔ فرینڈ شپ بڑھانے کی آڑ میں اس کلب کو جن گندے مقاصد کے لئے استعمال کیا جا رہا تھا' اس کے کرتا دھرتا نبیل قاضی' جازی' اعتزاز اور روفی تھے۔ حرام کی کمائی پر پلے ان شیطانوں نے باقاعدہ بزنس اسٹارٹ کر رکھا تھا۔ اور لوگوں کو خبر بھی نہیں ہوئی تھی کہ رات کے اندھیرے میں بدنام گلی کوچوں میں کھیلے جانے والے گندے کھیل کا "انسٹی ٹیوٹ" شہر کے قلب میں کھل چکا ہے۔ اس بزنس کو جاری رکھنے کے لئے "بڑوں" کی سرپرستی ضروری تھی جو کہ انہیں پوری طرح حاصل تھی۔ بہت سی "نیک نام" شخصیات ان کی پشت پر تھیں۔ جنہیں باقاعدہ اس کلب کی ممبر شپ بھی دی گئی تھی۔
اس کلب کا دائرہ کار اتنا وسیع کر دیا گیا تھا کہ کئی شہروں میں اس کی شاخیں پھیلا دی گئی تھیں۔
دولتمند بننے کے خواہشمند لڑکے اور لڑکیوں کو بہلا پھسلا کر کلب کی ممبر شپ دی جاتی تھی۔ بعد میں ان کی کوئی کمزوری ہاتھ میں لے کر انہیں غلط کاموں پر اکسایا جاتا تھا یا پھر وہ خود ہی دولت کی چکا چوند سے متاثر ہو کر مزاحمت کا خیال چھوڑ دیتے تھے۔
لڑکیوں کو بڑے لوگوں سے کام نکلوانے کے لئے چارے کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی مزاحمت کرنے کی جرات کر بھی لیتی تو اخلاق سے عاری وہ ویڈیو فلم ہی اس کے ہونٹوں پر چپ کی مہر لگا دیتی جو وہ لوگ انہیں بلیک میل کرنے کے لئے بنا کر اپنے پاس محفوظ رکھتے تھے۔ تمام ممبر لڑکیوں کی مخصوص فلمیں کلب کے ریکارڈ میں موجود تھیں جو کسی بھی پارٹی کو دکھا کر پہلے اس کی پسند معلوم کی جاتی تھی' اس کے بعد ڈیلنگ ہوتی تھی۔ تب ان سب کو ایک جھٹکا تو لگتا تھا مگر اس وقت ان کے پاس بجز خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دینے کے اور کوئی چارہ نہیں رہتا تھا' پھر رفتہ رفتہ بھاری معاوضے اور عیش و عشرت کی زندگی ان کے سوتے جاگتے' نیم غنودہ ضمیر کو گہری نیند سلا دیتی تھی۔

اسی لئے یہ کلب خوب پھل پھول رہا تھا۔
لڑکوں کو غیر قانونی راستوں پر چلنے کی ٹریننگ دی جاتی تھی۔ لڑکیوں کی نسبت لڑکے جلد ہتھیار ڈال دیتے تھے۔ ہائی کلاس کے لڑکوں کے لئے تو یہ سب عام سی بات تھی' جبکہ بے روزگار' سسٹم سے شاکی' فرسٹریشن کے شکار نوجوان حالات سے تنگ آ کر ان کے ہاتھوں کھلونا بنے ہوئے تھے۔ دو وقت کی روٹی کو ترسنے والے جب کلب سے جیبیں بھر کے نکلتے تھے تو باقی ماندہ احساس گناہ بھی جاتا رہتا تھا۔
انہیں وہ قانون بے بس و لاچار لگنے لگا تھا جو انہیں ایک وقت کی روٹی بھی نہیں دے سکتا تھا اور قانون کی ناک تلے یہ شیطانی کاروبار بڑی کامیابی اور خوش اسلوبی سے پھل پھول رہا تھا۔

❋❋❋

"بہت ٹائم لگ رہا ہے' اس لوئر کلاس پر یار۔" روفی اتنا ٹائم ویسٹ ہونے پر بیزار ہو رہا تھا۔
"وہ صرف دام بڑھا رہی ہے اور کچھ نہیں۔" زوباریہ نے نخوت سے سر جھٹکا تھا۔
"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم سب لوگوں کو ہو کیا گیا ہے۔ پہلے تو کبھی تم لوگوں نے اتنی بے صبری نہیں دکھائی۔" قاضی بدمزہ ہو کر بولا تو روفی شانے جھٹک کر بولا۔
"پھر کیا پرابلم ہے یار؟ سنگاپور کی پارٹی تو ڈیل کے لئے تیار ہے۔" قاضی نے تاسف سے روفی کو دیکھ کر نفی میں سر ہلایا تھا۔
"فطرت اور عادت اتنی جلد تبدیل نہیں ہوتی' ٹائم تو لگے گا۔ اتنے سالوں کی گرد چھ ماہ میں تو نہیں جھڑ سکتی نا۔"
"یہ سچ ہے۔" ماریہ نے فوراً تائید کی تھی۔
"ابھی تو خود کو پرفیکٹ عاشق ثابت کرنے کی کوشش میں ہوں۔"
"حالانکہ یہ کام جازی یا روفی بھی کر سکتا ہے۔" زوباریہ تیکھے لہجے میں بولی تو اس نے شرارت سے کالر کا کونا پکڑ کر جھٹکا۔
"پر سنیلٹی میری ہی ہے۔"
"خیر جھنڈے تو ان دونوں نے بھی گاڑے ہیں' اس میدان میں۔ تم اگر اپنے ساتھ کروڑ پتی کا دم چھلا نہ لگاتے تو پھر میں دیکھتی۔"
ماریہ اٹھ کر ریفریجریٹر کی طرف بڑھتے ہوئے صاف گوئی سے بولی تو وہ اسے گھورنے لگا۔ پھر قدرے سنجیدہ ہو کر بولا۔
"چلو اب ذرا سیریسلی کام کی بات ہو جائے۔ ٹائم اور پروگرام میں بتاؤں گا۔ روفی تمہارا کام ہے' فلیٹ میں سارے انتظامات کرنا۔ صرف کیمرے کی ایڈجسٹمنٹ کا دھیان رکھنا ہے تمہیں۔"
"ٹھیک ہے۔" روفی نے گہری سانس لی تھی۔
"اس کے لئے تو ہلکا سا جھٹکا ہی کافی ہوگا۔" ماریہ نے مشورہ دیا تو قاضی نے تائیدی انداز میں سر ہلا دیا۔
"وہ ہمارے لئے ہے بھی نہیں۔ وہ انٹرنیشنل مارکیٹ میں ہماری پہلی "ڈیل" ہوگی۔"
"کلب میں تو کبھی اس پر نظریں جمائے بیٹھے ہیں۔" روفی نے بڑی سچائی سے تجزیہ کیا تھا۔ قاضی مسکرا دیا۔
"میری جان! ایک بار یہ ڈیل ہو جانے دو پھر دیکھنا۔ ٹیلنٹ کی کمی نہیں ہے یہاں۔ اس جیسی اور بہت ملیں گی مگر جو فائدہ یہ دے گی' وہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔"
قاضی کے تصور میں اس کا ہوشربا سراپا لہرا گیا۔
"اب تو فقط اس کی عادات تبدیل کرنے کا انتظار ہے۔ پھر دیکھنا میری انگلیوں پر ناچے گی۔" قاضی کے ہونٹوں پر شاطرانہ مسکراہٹ کھیل گئی۔ روفی شرارت سے ہنستا تھا۔
"ظاہر ہے بھئی...... قاضی فیملی کی "بہو" بننا اتنا آسان کام تو نہیں نا۔" سب بے اختیار ہنس دیئے۔

❋❋❋

شادی کے کچھ عرصے کے بعد زرینہ اس سے ملنے آئی تھیں۔

اس نے گزرے ایک سوا سال میں اتنا ضبط کیا تھا کہ اب مزید برداشت کا یارا نہیں رہا تھا۔ تمام آنسو اس نے ماں کے سینے سے لگ کے بہا دیئے تھے۔

زرینہ تقریباً پورا ہفتہ اس کے پاس رہ کے گئی تھیں مگر اس نے اپنی بدنصیبی کا ایک بھی دکھ ان کے گوش گزار نہیں کیا تھا۔ زرینہ بہت مطمئن ہو کر واپس ہوئی تھیں۔

ثمن کو اپنے کپڑے استری کرتے دیکھ کر وہ شرمسار سی ان کی طرف بڑھی۔

''آنٹی! مجھ سے کیوں نہیں کہا؟ لائیں میں کرتی ہوں۔''

وہ مسکرا کر پیچھے ہٹ گئیں۔ امتثال ان کی جگہ کھڑی ہوگئی۔

انہوں نے دلجمعی سے اپنے کام میں مصروف امتثال کو بغور دیکھا۔ وہ خوبصورت ناک نقشہ سانچے میں ڈھلا بدن اور سب سے بڑھ کر اس کے چہرے پر چھائی معصومیت اسے سب لڑکیوں سے ممتاز کرتی تھی۔

''تم مجھے ماما کیوں نہیں کہتیں؟'' وہ بے اختیار بولیں پھر قدرے توقف سے اضافہ کیا۔ ''اذلان بھی مجھے ماما کہتا ہے۔''

جواب میں امتثال کی پھیکی رنگت ان کی نظر سے مخفی نہیں رہ سکی۔

''میری ان سے کیا نسبت؟''

وہ اپنے لہجے پر بہت قابو پا کر آہستگی سے بولی تو انہوں نے فوراً اس کی تردید کی۔

''یوں مت کہو امتثال' میرے نزدیک تم دونوں کی ایک سی اہمیت ہے۔ ورنہ جو کچھ اس کے ساتھ ہوا ہے' وہ میری نظر میں تمہیں قابل نفرت بھی ٹھہرا سکتا تھا لیکن میں حقیقت سے اچھی طرح واقف ہوں۔''

''قابل نفرت تو میں ابھی بھی ہوں۔''

وہ پلکیں جھپک کر آنسو روکنے کی کوشش کر رہی تھی۔ جانے کن کن زخموں سے ٹیسیں اٹھنے لگی تھیں۔

''خدا پر بھروسہ رکھو۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ آزمائش میں خدا صرف اپنے پسندیدہ بندوں کو ڈالتا ہے۔''

انہوں نے نصیحت کی تو ان کے لہجے میں امید کی مضبوطی تھی۔

''یہ سب اتار چڑھاؤ تو کچھ دن کی بات ہے۔ اللہ نے چاہا تو تم خوشگوار زندگی گزارو گی۔''

ان کی اتنی محبت اور توجہ امتثال کی پلکیں نم کر گئی۔

اذلان کے رویے نے تو اسے دو کوڑی کا بھی نہیں چھوڑا تھا۔ یہ ثمن اور سعید ہمدانی کی محبت ہی تھی جس نے اسے زندہ رہنے اور خود کو سنبھالنے میں مدد دی تھی۔

''میں بہت منحوس ہوں آنٹی' آپ کے ہنستے کھیلتے گھرانے کا شیرازہ بکھر گیا ہے میری وجہ سے' آپ کے بیٹے کی زندگی خراب ہوگئی ہے۔''

وہ بہت بکھری ہوئی لگ رہی تھی۔ اس کی دلگرفتگی کو شدت سے محسوس کرتے ہوئے ثمن نے اس کا ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ صوفے پر بٹھا لیا۔

''ایسے نہیں کہتے امتثال' کوئی بھی کسی کی وجہ سے تباہ و برباد نہیں ہوتا۔ یہ سب قسمت کے کھیل ہیں۔ اچھا سوچنے سے اچھا ہی ہوتا ہے۔ کسی بھی خواہش کے پورا ہونے کا یقین اسے پورا کر دیتا ہے۔''

''تو پھر میری خواہشیں کیوں نہیں پوری ہوتیں؟'' وہ رو پڑی۔

''وہ اس لئے میری جان کہ دعا تمہارے دل سے نکلتی تو ہے مگر تمہیں اس کی قبولیت پر بھروسہ نہیں ہوتا اور یہ بات رب ذوالجلال کو کیسے پسند آ سکتی ہے۔ قبولیت پر شبے کا مطلب ہے خدا کے وعدے پر شبہ کرنا جو اس نے دعائیں سننے بلکہ قبول کرنے سے مشروط کر رکھا ہے۔ دعا اس وقت تک قبول نہیں ہوتی' جب تک کہ اس پر کامل یقین نہ ہو کہ خدا ہماری دعا ضرور پوری کرے گا۔''

وہ سر جھکائے آنسو پیتی ان کی دل میں اتر جانے والی باتیں سن رہی تھی۔ تبھی بوا نے کھانا لگا کر انہیں بھی بلا لیا۔

''مجھے بھوک نہیں ہے۔'' وہ ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑتے ہوئے نارمل سے انداز میں بولی۔ ثمن فی الفور سے ٹوک گئیں۔

''اونہوں' کھانے سے انکار نہیں کرتے۔''

وہ خجل سی ہوگئی۔

''یہ بات نہیں' ناشتا دیر سے کیا تھا اس لئے ابھی بھوک نہیں ہے۔'' اس کی وضاحت پر وہ مزید اصرار کئے بغیر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''پھر اب تم آرام کرو۔''

ان کے جانے کے بعد وہ اٹھی اور سست روی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئی۔

اس کے لاکھ انکار کرنے پر بھی ثمن اسے اذلان کے کمرے ہی میں ٹھہرانے پر بضد تھیں۔ وہ رو دی۔

''آنٹی! آپ کو پتہ نہیں ہے' پہلے تو صرف شادی کا لباس جلایا تھا اب تو شاید مجھے بھی......''

''مگر یوں دور رہ کر تم اس سے اور بھی دور ہو جاؤ گی۔ جو میں نہیں چاہتی۔'' انہوں نے قطعی انداز میں کہا تھا۔

''میں یوں قریب رہ کر بھی کچھ نہیں کر سکتی آنٹی۔'' وہ بے بسی بھرے انداز میں بولی۔ ''یہ سراسر زبردستی کا بندھن ہے۔ مجھے کبھی بھی آگ میں پھول کھلنے کی امید نہیں رہی۔''

اور تب انہوں نے کتنے جامع لفظوں میں اسے سمجھایا تھا کہ اس کا دل ٹھہر سا گیا تھا۔

''آس کا دامن کبھی مت چھوڑنا امتثال! آگ میں پھول کھلانے والی ذات بڑی رحیم و کریم ہے۔ نوازنے پر آتی ہے تو دامن تنگ پڑنے لگتا ہے۔ وہ بے نیاز ضرور ہے مگر بے خبر نہیں۔ نیتوں کے بھید جانتا ہے۔ اپنی سوچ کو مثبت رکھو۔ ہمیشہ اس ذات باری تعالیٰ سے بہتری کی امید رکھو وہ کبھی بھی مایوس نہیں کرے گا۔''

پھر بھی شروع شروع میں اس کی کتنی ہی راتیں جاگتے ہوئے گزری تھیں۔ آنکھیں بند کرتے ہی تمام تلخ واقعات ریل کی مانند نظروں کے آگے سے گزرنے لگتے تھے۔ کبھی جو سامنے دیوار پر لگی اذلان کی انلارجمنٹ یا پھر سائیڈ ٹیبل پر پڑی تصویر پر نظر پڑ جاتی تو اس کے دل و دماغ کو بے نام سا خوف جکڑنے لگتا۔

یہ اس شخص کی بے پناہ وحشت ہی تھی کہ اپنی زبردست پرسنیلٹی کے باوجود وہ امتثال کے دل میں خوف بن کر بیٹھ گیا تھا۔

ابھی تک اسے اذلان کے کمرے میں سکون سے نیند نہیں آتی تھی۔

شام اور اس کے بعد رات ہو چکی تھی اور وہ تب جاگی' جب بوا نے اسے جگایا۔ وہ بڑے پیار سے اس کے بال سہلا رہی تھیں۔

ثمن جب سے بیاہ کر اس گھر میں آئی تھیں' تب سے بوا اس گھر میں کام کر رہی تھیں۔ زرینہ بھی ان کے سامنے ہی بیاہ کر آئی تھیں۔ امتثال تو تھوڑا ہی عرصہ ان کے ہاتھوں میں کھیلی تھی' جبکہ اذلان تو پلا بڑھا ہی ان کی گود میں تھا اور اب امتثال کو وہ ان دونوں ناتوں کی وجہ سے زیادہ عزیز رکھتی تھیں۔

''آج میں نے اور ثمن بٹیا نے کھانا بنایا ہے۔ بس اب تم اٹھ جاؤ۔''

ان کے پیار سے کہنے پر وہ شرمندہ ہو اٹھی۔

''مجھے کیوں نہیں جگایا بوا؟''

''روزانہ تو بناتی ہو تم اور ہاں خوشی کی خبر بھی ہے' اذلان میاں بھی آئے ہوئے ہیں۔'' بوا نے اپنی دانست میں بڑی ''خوشی'' کی خبر سنائی تو وہ سراسیمہ ہوگئی۔ یوں لگا' جیسے پل بھر کو دھڑکنیں تھم گئی ہوں۔

''کک...... کون......؟'' اضطراب سے زیادہ خوف کا اثر تھا کہ وہ بہ سرعت بیڈ سے نیچے اتر آئی۔ اسے یوں ہراساں دیکھ کر بوا اپنی یادداشت کو کوس کر رہ گئیں۔ مگر ان کے پچکارنے پر بھی وہ نہیں بہلی تھی۔ اس کی آنکھوں میں وحشت اتر آئی تھی۔ کتنی ہی راتوں کو اذلان کے زہر میں ڈوبے نفرت انگیز القاب اور الفاظ اسے ڈراتے اور رلاتے رہے تھے۔ اب تو اس کے سامنے جانے کے

خیال ہی سے ایک ہولناک سی وحشت اور خوف گھیراؤ کرلیتا تھا۔ اس کی آنکھوں میں اترتی دھنداب آنسوؤں کی شکل اختیار کرچکی تھی۔ اس صورتحال نے بوا کو بھی پریشان کرڈالا۔

''آپ آنٹی کو بھیجیں...... پلیز بوا۔''

''میری چندا' سب کچھ ٹھیک ہے۔ اور پھر اپنے سعید میاں بھی ہیں وہاں۔'' بوا کی کسی بھی تسلی نے اس کے خوف میں کمی نہیں کی تھی۔

''آپ ثمن آنٹی کو بھیجیں میرے پاس۔'' وہ گھٹی گھٹی آواز میں رو پڑی' تب بوا کے پاس اس کی بات ماننے کے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہا تھا۔

ثمن کو سامنے پاتے ہی وہ ان سے لپٹ کر رونے لگی۔ اس اچانک افتاد پر وہ بوکھلا گئیں۔

''ارے اقتثال کیا ہوگیا؟'' انہوں نے اسے خود سے الگ کرنا چاہا مگر وہ انہیں یوں دبوچے ہوئے تھی' جیسے جانے کتنے بڑے خطرے سے دوچار ہو۔

''یوں کیوں روئے جارہی ہو جان؟'' انہوں نے بمشکل اسے شانوں سے تھام کر اپنے سامنے کیا۔ لمحوں میں وہ نڈھال ہوگئی تھی۔

''یہ کیا پاگل پن ہے اقتثال؟'' وہ پریشان ہوا ٹھیں۔

''آنٹی وہ وہ پھر آگئے ہیں۔''

اس قدر وحشت۔

اس قدر خوف اور سراسیمگی!

ثمن ششدر رہ گئیں۔

''ازلان......؟''

''مم...... مجھے اپنے کمرے میں لے جائیں۔'' وہ زرد پڑ رہی تھی۔ ''مجھے ان سے بہت ڈر لگتا ہے۔ وہ مجھ سے نفرت کرتے ہیں' میری صورت نہیں دیکھنا چاہتے۔''

وہ ان کے ہاتھ مضبوطی سے جکڑے آنسو بہائے جارہی تھی۔ اس کے ہاتھوں کی لرزش اور کپکپاہٹ اس کی خوفزدگی کا ثبوت تھی۔ انہوں نے بے اختیار اسے ساتھ لگالیا۔

''آنٹی وہ بہت برے ہیں۔ مجھے مار ڈالیں گے۔'' وہ پھوٹ پھوٹ کر رودی۔

''نہیں میری جان' کچھ نہیں ہوگا' بس اب ریلیکس ہوجاؤ۔''

وہ بے حد محبت سے کہتے ہوئے اس کی پشت تھپتھپا رہی تھیں مگر ساتھ ہی اس کی حالت دیکھ کر انہیں ازلان کی فطرت کا یہ رخ جان کر شدید جھٹکا لگا تھا۔

''آنٹی! آپ نہیں جانتیں وہ......''

''وہ میرا بیٹا ہے' میں اسے تم سے زیادہ جانتی ہوں۔ اس سے زیادہ خوش مزاج' فرمانبردار اور اچھا لڑکا پورے خاندان میں نہیں ہے۔'' ان کے لب و لہجے میں وہی مان اور محبت تھی جو کسی بھی ماں کے لہجے میں اپنے بیٹے اور خصوصاً اکلوتے بیٹے کے لئے ہوتی ہے۔ پھر انہیں ساتھ ہی اقتثال سے اس کا رویہ یاد آیا تو قدرے سوچنے اور الفاظ ترتیب دینے کے بعد وہ بے حد سنجیدگی سے بولیں۔

''دیکھو اقتثال' ہر انسان مکمل نہیں ہوتا' کہیں نہ کہیں کوئی نہ کوئی خامی اس کے وجود کا حصہ ضرور ہوتی ہے لیکن اس پر کوئی خوبی یا اس کی تمام خوبیاں مل کر یوں پردہ تانے رکھتی ہیں کہ ہماری نگاہ اس خامی تک پہنچ ہی نہیں پاتی یا پھر یوں بھی ہوتا ہے کہ انسان جو کہ خیر اور شر دونوں سے مل کر بنا ہے' جب تک اسے مثبت حالات ملتے رہتے ہیں' وہ ذہنی وجذباتی اطمینان کے ساتھ اپنی تمام تر اچھائی اور نیکی کے اصولوں کے تحت زندگی گزارے چلا جاتا ہے لیکن اگر کبھی حالات منفی رخ اختیار کرجائیں تو اس کے اندر کا شر پسند انسان جاگ اٹھتا ہے جو منفی حالات کو پھر منفی انداز ہی میں کنٹرول کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کے حواس اس طرح مختل ہوجاتے ہیں اور ذہنی وجذباتی کیفیت اس قدر منتشر ہوجاتی ہے کہ وہ صحیح اور غلط کی پہچان بھی کھو بیٹھتا ہے۔ وہ اپنے ساتھ ہونے والے ناروا سلوک کا بدلہ لینے کی تگ ودو کرتا ہے اور ایسی صورت میں اس کی حیوانی جبلت پر قابو پانے کا صرف ایک نسخہ ہے طریقہ ہے یا لائحہ عمل سمجھ لو فقط توجہ' پیار اور محبت لیکن

سب سے پہلے باہمی اعتماد کی فضا قائم ہونا ضروری ہے۔ جب پیار اور محبت کے جذبات جاگیں گے تو نفرت' غصہ اور بداعتمادی فنا ہوجائیں گے۔ محبت کی مثال نیکی کی ہے اور نفرت کی مثال بدی کی سی ہے۔ نیکی نور ہے' آہستہ آہستہ پھیلتی ہے مگر پھر اپنے قدم مضبوطی سے جمائے رکھتی ہے' جبکہ بدی تاریکی ہے گھٹا ٹوپ اندھیرا ہے' بہ سرعت پھیلتا ہے مگر اس کے قدم بھی اسی تیزی سے اکھڑتے ہیں' بس یہی مثال ہے محبت اور نفرت کی۔ محبت ہمیشہ رہنے والا دائمی جذبہ ہے۔ یہ وہ ہتھیار ہے جس سے نفرت کا ہمیشہ کے لئے خاتمہ ہوجاتا ہے۔ اور تمہیں اسی ہتھیار سے کام لینا ہے اقتثال' ورنہ یاد رکھو کوئی اور تمہاری مدد نہیں کرسکتا' جب تک تم خود اپنے حق کے لئے آواز نہیں اٹھاؤ گی۔ یہ ڈر اور خوف تمہیں کچھ نہیں دیں گے ماسوائے مزید خوف کے اور خوف کے سائے تلے گزرنے والی زندگی بہت بھیانک ہوتی ہے اقتثال۔''

وہ اسے زندگی کے نشیب وفراز سے آگاہ کررہی تھیں۔

استعارات وتشبیہات کے ذریعے سمجھا رہی تھیں۔

اس کے دل سے خوف نکالنے کی تگ ودو کررہی تھیں۔

-

تو کیا واقعی یہ سب اس قدر آسان ہے؟

کیا آس کے جگنو پلو سے باندھے اسے اس اندھی گہری کھائی میں اتر جانا چاہئے؟ وہ خائف سی انہیں دیکھ رہی تھی۔

''میری ایک اور بات یاد رکھنا اقتثال۔'' وہ پرسوچ انداز میں بولیں۔ ''ظلم سہہ کر چپ رہنے والے کو بھی اسی قدر گناہ گار قرار دیا گیا ہے' جس قدر کہ ظلم کرنے والے کو۔ ناحق ظلم کبھی مت سہنا۔ خوامخواہ ظلم سہنے والوں کا مددگار خدا بھی نہیں بنتا' سمجھ رہی ہونا میری باتیں؟''

آنسوؤں کو اندر دھکیلتے ہوئے اقتثال نے بدقت تمام اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''چلو خود کو ریلیکس کرو اور کھانے کے لئے چلو۔'' انہوں نے مسکرا کر کہا تو وہ بے بسی سے انہیں دیکھنے لگی۔

''یوں ساری زندگی اگر گزار سکتی ہو تو میں زبردستی اصرار نہیں کروں گی۔'' وہ اسے امتحان میں ڈال گئیں۔

آج وہ تھیں' ساتھ دے رہی تھیں' ہوسکتا تھا کہ حالات اس کے حق میں ہوجاتے۔ خدانہ کرے کل کو یہ پیارے ساتھ چھوڑ گئے تو میرا کیا ہوگا؟

''آنٹی...... مجھے۔'' وہ بے بسی سے کہنے لگی مگر وہ اس کی بات کاٹتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''تم اپنی طرف سے کوتاہی نہ کرو اقتثال...... کوئی کسر نہ چھوڑو تاکہ کل کو یہ کسک نہ رہ جائے کہ تم نے اپنی کوشش نہیں کی تھی' حالات سدھارنے کی۔''

انہوں نے اس کا بازو تھام کر اسے کھڑا کیا تو وہ ڈھیلے ڈھالے انداز میں اٹھ کھڑی ہوئی۔ انہوں نے ناقدانہ انداز میں اسے دیکھا۔ رویا رویا چہرہ' بھیگی سرخ آنکھیں اور مریل سا انداز لئے وہ بے حد نڈھال محسوس ہورہی تھی۔

''چلو پہلے منہ پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے مار کے آؤ۔'' انہوں نے دوستانہ انداز میں اس کا رخسار تھپکتے ہوئے کہا تو وہ لب دانتوں سے کچلتی باتھ روم کی طرف بڑھ گئی۔

اے خدا' مجھے ثابت قدم رکھنا۔

اولاد جیسے فتنے کی خوامخواہ حمایت سے بچانا۔

اس لڑکی سے انصاف برتنے کی ہمت عطا کرنا۔

وہ دل ہی دل میں محو مناجات تھیں۔

اسے ساتھ لئے وہ ڈائننگ روم میں پہنچیں تو وہ ان کے پیچھے چھپی چل رہی تھی۔ ٹیبل تک پہنچتے پہنچتے اس کا خوف پھر عود کر آیا تھا مگر سعید ہمدانی کو ٹیبل پر موجود دیکھ کر اس کے دل میں بے اختیار طمانیت بھرگئی۔

ٹیبل پر تناؤ کی سی کیفیت نے اسے احساس دلادیا کہ ان کے آنے سے پہلے یہاں کوئی گرما گرمی ہوچکی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اقتثال کے کرسی سنبھالنے سے پہلے ہی وہ خاصی بدتہذیبی سے کرسی گھسیٹ کر اٹھا اور کسی کی طرف دیکھے بغیر تیزی سے سیڑھیوں کی طرف بڑھ گیا۔

وہ جیسے خفت و شرمندگی سے زمین میں دھنسنے لگی۔
ثمن بیٹھتے بیٹھتے ٹھٹک گئیں۔

''اسے کیا ہوا ہے؟'' انہوں نے بے حد تفکر سے پوچھا مگر سعید ہمدانی ان کے بجائے ہاتھ مسلتی لب کچلتی آنسوؤں پر بند باندھنے کی کوشش میں مصروف امتثال کی طرف متوجہ تھے۔

''آؤ امتثال' بیٹا میں کب سے آپ کا انتظار کر رہا ہوں۔ اب تو بھوک اور بھی تیز ہوگئی ہے۔''

وہ بدقت تمام کرسی گھسیٹ کر بیٹھی تھی۔
ثمن کو بھی انہوں نے بیٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ بھی بے دلی سے بیٹھ گئیں۔

''اس نالائق کا کھانا کمرے میں دے آؤ۔''

انہوں نے واضح طور پر ناگواری کا اظہار کیا تھا۔ ثمن کا دل بے چین ہوا تھا۔

''اتنے دنوں کے بعد آیا ہے وہ اب کیا کہہ دیا آپ نے اسے؟'' وہ ماں تھیں' رہ نہیں سکیں۔

''اگر تم سمجھتی ہو کہ میں نے کوئی فضول بات کی ہوگی تو تم مجھ سے مزید بحث کر سکتی ہو۔''

ان کا انداز بہت ٹھنڈا اور پرسکون تھا۔ ثمن کو بھی ٹھنڈا پڑنے میں لمحہ بھر نہیں لگا۔ وہ خاموشی سے اذلان کے لئے کھانا نکالنے لگیں۔

''بوا اب آ جائیں آپ بھی۔''

انہوں نے کچن میں کھٹر پٹر کرتی بوا کو بھی بلایا تھا' جنہیں اب یوں تو کاموں سے فارغ کر دیا گیا تھا مگر ان کی ہڈیوں کو کچھ کئے بغیر چین نہیں آتا تھا۔

''بس آ رہی ہوں بیٹی' بس ذرا یہ دو گلاس دھولوں۔''

ان کا جواب حسب توقع تھا۔ ثمن گہری سانس لیتی اٹھ کھڑی ہوئیں۔

''ان کو تو بس کام کرنے کا موقع چاہئے۔''
وہ کسی کو بھی مخاطب کئے بغیر بولیں اور پھر ٹرے اٹھا کر سیڑھیوں کی طرف بڑھ گئیں۔

''چلو امتثال بیٹا' کھانا شروع کرو۔'' سعید ہمدانی نے سنجیدگی سے کہا تو اس نے خود پر بہت قابو پاتے ہوئے پلیٹ میں ذرا سے چاول نکالے تھے۔

وہ کمرے میں داخل ہوئیں تو اذلان کرسی پر نیم دراز تھا۔ انہیں دیکھتے ہی بے حد پھرتی سے اٹھ کھڑا ہوا۔
ثمن نے اس کے بیڈ پر کھانا لگا دیا تھا۔

''مجھے بھوک نہیں تھی ماما۔''

''میرے ساتھ جھوٹ مت بولا کرو۔'' وہ خفگی سے کہتی اس کے لئے پلیٹ میں چاول نکالنے لگیں۔ ان کے انداز پر وہ لب بھینچے کرسی بیڈ کے قریب گھسیٹ کر بیٹھ گیا۔

''ماما! بابا کیا چاہتے ہیں اب مجھ سے؟''
اس کی بات پر وہ تحیر سے اسے دیکھنے لگیں۔

''کیا کوئی بات ہوئی ہے ان سے تمہاری؟''

ان کے سوال پر وہ چند ثانیوں تک جانچتی نگاہوں سے انہیں دیکھتا رہا پھر گہری سانس لے کر کرسی کی پشت سے ٹیک لگالی۔

''میری سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ مجھ سے چاہتے کیا ہیں؟'' وہ بے حد تلخی سے کہہ رہا تھا۔ ''اس قدر بے وقعت کرنے کے بعد بھی انہیں چین نہیں مل رہا۔''

اس کے لب و لہجے اور انداز پر ثمن خائف سی ہوگئیں۔ انہوں نے پلیٹ نیچے رکھ دی۔

''اذلان! بتاؤ تو سہی آخر ہوا کیا ہے؟ کیا کہا ہے انہوں نے تم سے؟''

''وہ میرا ٹرانسفر یہاں کروا رہے ہیں۔ ان کے خیال میں میری ''فیملی'' کو میری سخت ضرورت ہے۔'' وہ بے حد تلخی آمیز طنز سے کہہ رہا تھا۔

''لیکن یہ تو بہت اچھی بات ہے کہ تم ہمارے پاس ہوگے۔'' ثمن نے نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھا۔

''ماما! وحشت ہونے لگی ہے اب مجھے اس گھر کی فضا سے۔'' وہ اکھڑ انداز میں بولا تھا۔

''یہ سب تمہاری اپنی غلطی ہے اذلان' تم حالات کو صحیح طرح سے جانچ ہی نہیں رہے۔ جب اپنی آنکھوں سے دیکھو گے' تب حقیقت تم پر روشن ہوگی۔'' انہوں نے کبابوں کی پلیٹ اور سلاد اس کے سامنے رکھا تھا۔ ان کے نرم سے لہجے پر وہ بے یقینی سے انہیں دیکھنے لگا۔

''ماما! ابھی بھی' ابھی بھی آپ مجھی کو قصوروار گردان رہی ہیں؟'' اس کے انداز میں دکھ تھا' تاسف تھا' ثمن نے اسے دیکھا۔

''میں نے ایسا کچھ نہیں کہا' میں صرف صورتحال کا غیر جانبداری سے تجزیہ کرنے سے متعلق کہہ رہی ہوں۔''

''میں اس سے متعلق کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتا۔ تجزیہ کرنا تو دور کی بات ہے۔'' وہ اکل کھرے انداز میں بولا تو انہوں نے گہری سانس لے کر بات سمیٹ دی۔

''اچھا پہلے کھانا کھالو پھر اطمینان سے بات کرتے ہیں۔''

''اونہہ...... اطمینان' سکون؟'' وہ تلخی سے ہنسا تھا۔ ''اب ان چیزوں کا فقدان ہوگیا ہے میری زندگی میں۔''
ثمن کو لگ رہا تھا کہ اس انداز میں بات کرنے سے مزید تلخی پیدا ہوگی۔

''جلدی کرو نا...... ابھی میں نے بھی کھانا نہیں کھایا۔''

وہ جان بوجھ کر بے صبری سے بولیں اور اسی بات کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ مزید کچھ کہے بغیر اپنی پلیٹ تھام کر بے دلی سے کھانا کھانے لگا تھا۔ کھانے کے دوران مزید کوئی بات نہیں ہوئی تھی بلکہ شاید وہ دوبارہ اس موضوع پر بات کرنا بھی نہیں چاہتا تھا۔

اس نے کھانا بھی برائے نام ہی کھایا حالانکہ وہ خاصا خوش خوراک تھا۔ مگر ثمن نے اسے اس بات پر نہیں ٹوکا۔ اس کی ذہنی و جذباتی کیفیت کا انہیں ادراک تھا۔ البتہ اس کے ساتھ ہی انہوں نے بھی ہاتھ کھینچ لیا۔ وہ پرسوچ انداز میں گھونٹ گھونٹ پانی حلق میں اتار رہا تھا۔

''اب بتاؤ کیا بات ہوئی تھی؟'' وہ چیزیں سمیٹ کر ٹرے سائیڈ ٹیبل پر رکھ کر اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔

''ماما! میں اس سلسلے میں کچھ بات نہیں کرنا چاہتا۔'' وہ ان سے نظریں ملائے بغیر کہہ رہا تھا۔

''میں صرف وہ بات جاننا چاہتی ہوں جس نے تمہیں ڈسٹرب کر دیا ہے۔'' ان کے لہجے میں اصرار تھا۔

وہ نچلا لب دانتوں تلے دبائے انہیں دیکھنے لگا۔ اس کی نگاہوں سے جھلکتا تاسف آمیز شکوہ ان سے مخفی نہیں تھا۔

''ماما! اب تک جو کچھ بھی ہوا' وہ بابا نے آپ کے ذریعے مجھے بلیک میل کرتے ہوئے کیا ہے مگر میں اس سے زیادہ برداشت نہیں کر سکتا' وہ چاہتے ہیں کہ میں اسے ہر وقت اپنے سر پر سوار رکھوں' اسے ساتھ لے کر جاؤں' یہ سب ناممکنات ہیں۔ اگر وہ آپ کو انوالو نہ کرتے تو میں اب تک اسے ڈائیورس دے چکا ہوتا۔'' وہ بے حد سرد و تلخ و ترش لہجے میں کہہ رہا تھا۔

چند لمحوں کے لئے وہ خاموش رہ گئیں۔ وہ سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ سعید ہمدانی نے اب اس سے کیا کہا ہوگا۔

''اور اب کی بار آپ کو میرا ساتھ دینا ہوگا ماما۔'' وہ ہٹیلے انداز میں بولا۔ ''میں کسی بھی قیمت پر اسے ساتھ لے کر نہیں جاؤں گا۔ پہلے ہی فقط اس کی وجہ سے میں اپنا ٹرانسفر نہیں ہونے دے رہا۔ ورنہ میرے لئے اس سے بڑھ کر کیا ہو سکتا ہے کہ میں آپ کے پاس رہوں۔''

''تم میری سنتے ہی کب ہو اذلان۔'' وہ بے بسی سے بولیں۔ ''میں نے کتنی بار تم سے کہا ہے کہ جذباتی مت بنو۔ یوں کسی پر دفعہ عائد کرنے سے پہلے صفائی کا موقع بھی دینا چاہئے ورنہ بہت غلط فیصلے ہو جاتے ہیں۔'' ان کا انداز سمجھانے والا تھا۔ مگر وہ ہاتھ اٹھا کر انہیں روک گیا۔

''میں نے ہر بات اچھی طرح سوچ لی ہے۔ ہر لمحے کا تجزیہ کیا ہے ماما۔ اور اس لڑکی سے ہر پل میں نے نفرت محسوس کی ہے۔ وہ اس قابل ہی نہیں کہ میں اسے اپنی بیوی کے عہدے پر فائز کروں۔'' وہ بہت سلگتے ہوئے لہجے میں کہہ رہا تھا۔

''اب آپ چاہے اس کا کتنا ہی اچھا انداز پیش کریں۔ وہ میرے لئے قابل نفرت ہی رہے گی۔ ماما'

میں کبھی نہیں بھول سکتا کہ اس نے میری لائف برباد کردی ہے۔ صرف اس کی وجہ سے میں حقیقی اطمینان اور سکون کو ترس رہا ہوں اور اب اگر آپ نے میرا ساتھ نہیں دیا اور بابا نے بھی اپنی من مانی کرنے کی کوشش کی تو میں اسے بتادوں گا کہ اطمینان اور سکون کے بغیر کیسے جیا جاتا ہے۔ اور یہ کہ ذہنی وجذباتی تباہی کے بعد انسان کیسے زندہ رہتا ہے۔''

اس کی آنکھوں کی چمک ثمن کے لئے بالکل اجنبی تھی۔ انہیں اذلان کے اس قدر بدلتے ہوئے انداز واطوار گھبراہٹ میں مبتلا کرنے لگے۔

''میں کیا ساتھ دوں تمہارا؟''

آپ اس بار میرے ساتھ چلیں گی۔'' وہ بے حد آرام سے بولا تو وہ اسے دیکھنے لگیں۔

''اب اس عمر میں مجھے تماشا بنواؤ گے اذلان؟'' انہوں نے بہت بے بسی سے پوچھا تھا۔ چند لمحے وہ لب بھینچے انہیں دیکھتا رہا پھر اپنی جگہ سے اٹھا اور ان کی گود میں سر رکھ کے نیم دراز ہوگیا۔

''یاخدا! اسے خوش رکھنا۔ ہر لمحہ پرسکون رکھنا۔'' ثمن کا دل اس کی فرمانبرداری پر اس کی محبت اور مامتا سے معمور ہوگیا۔ انہوں نے بے اختیار رب کے حضور سچے دل سے دعا کی تھی۔

''مگر ماما! سب ذمے داری بابا کی من مانی اور آپ کی محبت کے آگے میری مجبوری پر عائد ہوتی ہے۔ کبھی مجھے الزام مت دیجئے گا۔'' اس کا لہجہ اب کی بار بہت ٹھہرا ہوا تھا۔

امتنال کو سمجھانا ان کے لئے ہمالیہ سر کرنے کے مصداق ثابت ہوا تھا۔ اذلان کے ساتھ جانے کا سن کر ہی اس کی آدھی جان نکل گئی۔ یہ ثمن ہی کا حوصلہ تھا کہ کس طرح انہوں نے دلائل دے کر پیار سے، تسلی سے اسے راضی کیا تھا۔ وہ تو شکر ہے کہ شینا بھابی میکے گئی ہوئی تھیں ورنہ وہ پتہ نہیں کتنا انجوائے کرتیں۔ ویسے بھی ہر بات انہی کے توسط سے پورے خاندان کو پتہ چلتی تھی۔

اگلا روز ان کے سفر کا دن تھا۔ وہ ثمن اور سعید ہمدانی کے ساتھ بے حد خوفزدہ سی باہر آئی تھی۔ اسی اثنا میں وہ تنے تنے نقوش لئے ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔ پتہ نہیں وہ کتنی چھٹیوں پر آیا تھا لیکن اب اگلے ہی دن لوٹ رہا تھا۔ ثمن نے اسے بے تحاشا پیار کیا تو اس کا جی چاہنے لگا کہ وہ ہر مصلحت کو بھول کر چیخ چیخ کر رونا شروع کردے۔ بہت ضبط کرتے ہوئے بھی وہ ان سے لپٹ کر سسک اٹھی تھی۔

''اذلان! میرا مان رکھنا بیٹا۔'' سعید ہمدانی کا ہاتھ اس کے گھنے بالوں میں ٹھہر سا گیا تھا۔ وہ لب بھینچے انہیں دیکھنے لگا۔

''اس سے زیادہ آپ پتہ نہیں مجھ سے کس بات کی توقع کرتے ہیں۔'' تلخی سے کہہ کر وہ گاڑی اسٹارٹ کرنے لگا۔ لرزتے قدموں اور ہوا ہوتی جان کے ساتھ وہ ثمن کے ساتھ آگے بڑھی تو انہوں نے فرنٹ ڈور کھول دیا۔ وہ شکایتی نگاہوں اور بھیگی پلکوں سے انہیں دیکھتی ڈھے جانے والے انداز میں بیٹھ گئی۔

''اے ہے ارے میں کہوں ذرا میرا انتظار تو کرلو۔ گاڑی کہیں بھاگی نہیں جارہی۔'' ہانپتی کانپتی بوا چلی آئیں ان کے انداز میں حد درجہ خفگی تھی۔ پچھلا دروازہ کھول کر وہ دھڑام سے اندر بیٹھ گئیں تو ثمن ہنسنے لگیں۔

''بوا! آپ کا سامان تو رکھ دیا ہے ڈکی میں۔ اور پھر آپ کو لئے بغیر بھلا جاسکتے ہیں یہ۔''

ہلکی سی بیساختہ طمانیت نے امتنال کو اپنے حصار میں لے لیا۔ اس نے متشکرانہ نگاہوں سے ثمن کو دیکھا تو وہ مسکرادیں۔

❊❊❊

''آخر یہ لڑکی ہے کہاں؟ دو گھنٹے ہوگئے ہیں مجھے آئے ہوئے۔ گیارہ بج رہے ہیں۔'' اقبال حسن برہمی سے کہہ رہے تھے۔ ممانی جان نے دل ہی دل میں زوئیلہ کو کوسا تھا۔ پھر بڑے آرام سے بولیں۔

''بتایا تو ہے کہ سہیلی کی مہندی پر گئی ہے۔ اور پھر دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے۔'' ان کا انداز جس قدر پر اطمینان تھا اقبال حسن کو اتنی ہی جھلاہٹ گھیرنے لگی تھی۔

''آج کل حالات ایسے نہیں ہیں کہ لڑکیوں کو زیادہ دیر تک باہر رہنے کی اجازت دی جائے۔'' ان کے تیور دیکھ کر ممانی جان نے فوراً لب ولہجہ بدلا تھا۔

''آپ کیا چاہتے ہیں کہ وہ گھر میں بند رہ کر گھٹ گھٹ کر مرجائے۔ میں نے تو شکر کیا ہے کہ وہ زندگی کی طرف لوٹ آئی ہے ورنہ آپ کی بہن اور بھانجے نے تو اسے مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔''

ان کے انداز پر وہ چپ سے ہوگئے۔

''وہ تو جانہیں رہی تھی میں نے ہی مجبور کیا تھا اسے۔ مجھ سے تو اس کی حالت نہیں دیکھی جاتی۔'' انہوں نے زبردستی آنکھیں نم کی تھیں۔

''ہوں۔'' انہوں نے ہنکارا بھرا۔ ''اسے کہو اس بات کو دل پر لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا اذلان پر ہی ختم نہیں ہوجاتی۔'' اب کی بار ان کے انداز میں نرمی تھی۔

''آپ تو جانتے ہیں اسے۔ اسقدر معصوم اور بھولی ہے اب اتنے برسوں سے طے ہوئی بات کو تو نہیں بھول سکتی نا۔ کچھ دن تو لگیں گے۔ وہ تو جیسے دنیا سے منہ موڑ کے بیٹھ گئی تھی۔ وہ تو میں نے ہی اس کی ''سہیلیوں'' سے کہا کہ اسے ساتھ رکھیں تاکہ اس کے ذہن کا بوجھ کم ہو۔'' ان کا لہجہ ''غم سے چور'' تھا۔ اقبال حسن بے حد متاثر ہوگئے۔ ویسے بھی وہ ان شوہروں میں سے تھے جو ساری زندگی بس معیار زندگی کو بلند کرنے کی تگ ودو میں لگے رہتے ہیں۔ بچے جن کے خیال میں صرف ماؤں کی ذمے داری ہوتے ہیں۔ البتہ بوقت رعب وہ اپنا کردار اچھی طرح ادا کرتے تھے۔

''اسے کہو کوئی بھی بات دل پر لینے کی کوئی ضرورت نہیں۔ ابھی اس کا باپ زندہ ہے۔'' وہ جذباتی ہوچکے تھے۔ ''اذلان کیا چیز ہے۔ اس کے لئے میں خود بہترین انسان ڈھونڈوں گا۔''

ممانی جان نے اطمینان بھری سانس لی تھی۔

❊❊❊

''بہت کانفیڈنٹ ہوگئی ہو اب تم۔'' گاڑی چلاتے ہوئے ایک بازو اس کے شانے پر دراز کرتے ہوئے نبیل قاضی نے پرستائش انداز میں اسے سراہا تو وہ بڑے ناز سے ہنس دی۔

کل کی زوئیلہ اور آج کی زوئیلہ میں زمین آسمان کا فرق تھا۔ نبیل قاضی نے اسے پوری طرح اپنے رنگ میں رنگ لیا تھا اور اس میں سارا قصور زوئیلہ کی ناآسودہ خواہشات کی تکمیل کی تمنا کا تھا۔ جنہیں کبھی اس نے دل میں دبانے کی کوشش نہیں کی تھی بلکہ وہ ہمیشہ ہی سے اس موقع کی تلاش میں رہی تھی کہ کب اسے ہائی سوسائٹی میں ضم ہونے کا موقع ملے۔ یہی وجہ تھی کہ اس نے وہ ایکٹی وٹیز بھی اپنالی تھیں جو فقط اخلاقی گراوٹ کے زمرے میں آتی تھیں لیکن ''قاضی فیملی'' کی بہو بننے کے لئے وہ ہر رکاوٹ کو بڑی خوداعتمادی اور خندہ پیشانی سے عبور کرتی جارہی تھی کیونکہ جب وہ نبیل قاضی کی مام سے ملی تو ان کے ایک ہاتھ میں بلوریں گلاس اور دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں عمدہ سگریٹ دبی ہوئی تھی۔

''یہ سب کلب کی مہربانی ہے ورنہ تم وہی ہو جو ڈانسنگ فلور پر پہلی بار پھسل گئی تھیں۔ جازی نے مجھے بہت تنگ کیا تھا۔'' وہ اس کے شانے پر ہاتھ رکھے ہوئے مسکرا رہا تھا۔

''چلو آج تو تمہارا شکوہ دور کردیا نا' جازی نے بھی ہار مان لی تھی۔'' اس کے انداز میں بے پناہ غرور تھا۔

''لیکن ابھی اور بہت سے شکوے باقی ہیں۔'' اس کے انداز میں شکایت در آئی۔ ''آج بھی تم نے بہت سے گلاس ٹھکرائے ہیں۔''

''دیکھو نبیل میں نے تمہیں کبھی مایوس نہیں کیا لیکن یہ کام پتہ نہیں کیوں مجھ سے نہیں ہو پاتا۔'' وہ بڑی صاف گوئی سے کہہ رہی تھی اور واقعی نبیل قاضی کی برتھ ڈے کے بعد اس نے کبھی گلاس نہیں تھاما تھا۔ نبیل قاضی نے

اپنا بازو کھینچا تھا۔ اب وہ قدرے سنجیدہ تھا۔ زوئیلہ کی اس معاملے میں ہٹ دھرمی اسے بالکل بھی پسند نہیں آئی تھی۔

"تم بعض اوقات بہت جاہلیت کا مظاہرہ کرتی ہو زوئیلہ۔"

اس کی پیشانی پر بل پڑ گئے تھے۔

"پتہ نہیں کیوں' بس میرا دل نہیں مانتا۔" وہ بے بسی سے بولی۔

"دیکھو زوئی' چار دن کی زندگی ہے' اسے ہلے گلے اور موج مستی میں گزارو۔ ایک بار موت آگئی تو اس کے بعد سب ختم۔ پتہ نہیں کس ایک غلطی کے بدلے تمہاری ساری نیکیاں اور عبادتیں بھلا کر تمہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ اس سے بہتر ہے کہ تم عیش کرو۔ اپنی مرضی کے مطابق زندگی گزارو۔"

وہ سنجیدہ لہجے میں کہہ رہا تھا' جبکہ زوئیلہ مسمریزی سن رہی تھی۔

وہ نہیں جانتی تھی کہ اخلاقیات سے عاری' مذہب سے دور گمراہی کے اندھیروں میں ڈوبا نبیل قاضی اسے اپنی دولت کی چکا چوند سے پھانس کر اپنے ساتھ بدی کا گماشتہ بنانے کی کوشش میں تھا۔

مذہب کی نفی کرنے والا یہ نہیں سمجھتا تھا کہ فقط یہ مذہب ہی اس کی زندگی کا باعث تھا۔ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ یہ دنیا محض رسول عربی کی خاطر وجود میں لائی گئی تھی جو نبی آخر الزمان ہیں۔ دنیاوی فانی زندگی کو "سب کچھ" سمجھنے والا اس بات کو نہیں جانتا تھا کہ اصل دنیا وہی ہے جس میں ہمیں مرنے کے بعد اٹھایا جائے گا' جو قطعی اور ہمیشہ رہنے والی ہوگی۔ وہ جو عمل کر رہا تھا' اس فانی دنیا کے لئے کر رہا تھا۔ اصل زندگی کیا ہے اور اس کے عیش و آرام حاصل کرنے کے لئے کیا اخلاق و کردار چاہئے اس کی اسے قطعی پروا نہیں تھی۔ یہ نہیں تھا کہ اسے اصلاح نہیں ملی تھی۔ بات صرف یہ تھی کہ ان لوگوں نے قرآن پاک کو بند کر کے طاق میں سجا دیا تھا۔ اس کے اوراق میں دبے انمول اور پاکیزگی کی حدوں کو چھوتے لفظوں کو کبھی انہوں نے پڑھنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کی تھی۔ جس ماں کی گود اسے نصیب ہوئی' وہ ماں بھی اخلاقی قدروں کو در خور اعتنا نہیں جانتی تھی۔ ان کے گھر میں کبھی نماز نہیں پڑھی گئی تھی اور یہ سب مذہب' خدا اور قرآن سے دوری کا نتیجہ تھا کہ وہ اخلاقی گراوٹوں کا شکار ہوتے چلے جا رہے تھے۔ مگر افسوس کی بات یہ تھی کہ وہ اس پر شرمندہ نہیں تھے بلکہ وہ ان باتوں کو بڑے فخر سے "ماڈرن ازم" قرار دیتے تھے۔ اور حیرت اور دکھ کی بات یہ تھی کہ اسلام کے نام پر بننے والی مملکت میں ایسے لوگوں پر کوئی قدغن نہیں تھی۔ شرم کا مقام یہ تھا کہ بھٹکنے کے لئے کسی کو غیر ملک میں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ ہمارے اپنے ہی یہ کام بہت خوش اسلوبی سے سرانجام دے رہے تھے۔

❊❊❊

اگر بوا ساتھ نہ ہوتیں تو پتہ نہیں اس کا کیا بنتا۔ اذلان صبح کا گیا رات آٹھ بجے اور کبھی اس سے بھی دیر سے لوٹتا تھا۔ اعتشال جب تک وہ گھر میں ہوتا' کمرے سے باہر نہیں نکلتی تھی۔ حالانکہ اب وہ بے حد سنجیدہ اور خاموش ہو گیا تھا۔ بس بوا سے باتیں کرتا تھا۔ ناشتا بھی بوا ہی سے بنواتا۔ رات کو وہ کھانا باہر ہی سے کھا کر آتا تھا۔

اس روز وہ چھ بجے ہی لوٹ آیا تھا۔ وہ بوا کے ساتھ لاؤنج میں بیٹھی تھی۔ اسے یوں اچانک دیکھ کر سراسیمہ ہو گئی مگر اتنی ہمت نہیں ہوئی کہ اٹھ کر اندر بھاگ جاتی۔

"آج تو بھاگ جاگ گئے میاں' اتنی جلدی آ گئے؟" بوا کو بھی حیرت ہوئی تھی۔

"کچھ دوست آ رہے ہیں' رات کے کھانے پر۔" وہ صوفے پر ریلیکس ہو کر بیٹھا تھا۔ یونیفارم میں اس کا لمبا قد اور خوبصورت نقوش واضح تھے۔

"بوا! ایک گلاس پانی پلا دیں۔" اس نے آنکھیں موندتے ہوئے کہا تو وہ اٹھ کر کچن کی طرف بڑھیں۔

اعتشال سر جھکائے بے حس و حرکت بیٹھی اپنی بے ترتیب دھڑکنیں سن رہی تھی۔ اذلان کا قرب اب فقط خوف

و سراسیمگی ہی پیدا کرتا تھا۔ دھڑکن بھی جیسے رک رک کر چلنے لگتی تھی۔

"تمہیں سامنے آ کر اپنا دیدار کرانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میرے تمام دوستوں کا شمار شرفاء میں ہوتا ہے اور میں نہیں چاہتا کہ تم......" بے حد غیر متوقع طور پر وہ سرد مگر نفرت بھرے انداز میں اس سے مخاطب ہوا تھا۔ وہ سن رہ گئی۔ اگر بوا پانی لے کر نہ آ جاتیں تو وہ پتہ نہیں کتنا زہر اس کی سماعتوں میں اتار دیتا۔

"کھانے کا کیا انتظام ہے بیٹا؟" بوا نے دھیان سے پوچھا تو وہ پانی کا خالی گلاس ٹیبل پر رکھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔

"ریڈی میڈ ہوگا سب کچھ' آئی مین ہوٹل سے آئے گا۔ آپ صرف ٹیبل لگا دیجئے گا۔" وہ ہدایات دیتا اپنے کمرے میں چلا گیا۔

"لو بھلا' یہ کیا بات ہوئی' گھر میں دعوت ہے تو کھانا موئے ہوٹل سے منگوانے کی کیا ضرورت ہے۔ گھر میں' میں ہوں' بٹیا ہے' خود ہی ہم پکا لیتے سب کچھ۔"

وہ شاید اپنی صلاحیتوں پر اذلان کی عدم اعتمادی کی وجہ سے خفا ہو رہی تھیں لیکن اعتشال نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یونہی ہاتھوں کے ناخنوں کو ایک دوسرے پر رگڑتی سر جھکائے بیٹھی رہی۔

"اے بی' میں کہوں کچھ ہنسا بولا کرو' کچھ رونق ہی آ جائے چہرے پر۔ ناس مار لیا ہے اپنا تم نے۔ آج مہمان آ رہے ہیں' کم از کم آج تو کچھ مزاج ٹھیک کر لو۔" بوا نے بلا جھجک اسے جھاڑا تھا۔ وہ گہری سانس لیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"بوا میری طبیعت ٹھیک نہیں۔ میں ذرا کمرے میں جا رہی ہوں۔"

"اے لو اب اتنی سی دیر میں طبیعت کو کیا ہو گیا' ابھی تو بالکل ٹھیک تھی؟" انہوں نے استعجاب سے پوچھا۔

"بس یونہی' سر درد کر رہا ہے۔" وہ ہلکی آواز میں کہتی ان کے اور اپنے مشترکہ کمرے میں چلی آئی۔ مبادا وہ آنکھوں میں تیرتی نمی دیکھ لیں۔ یہ کمرہ اس کی پناہ گاہ تھا۔ پتہ نہیں بوا ساتھ نہیں آتیں تو وہ کیا کرتی۔ اکیلے گھر میں تنہا سونے کا خیال ہی اسے لرزا دیتا تھا۔

رات آٹھ بجے مہمانوں کی آمد عمل میں آئی تھی جو کل پانچ نفوس پر مشتمل تھے۔ وہ تکیے میں چہرہ چھپائے ڈرائنگ روم سے اٹھتے قہقہے سنتی رہی۔

"حد ہوتی ہے سستی کی بٹیا رانی' میں بڑھیا وہاں اکیلی اپنی جان کھپا رہی ہوں اور تم ادھر آرام کر رہی ہو۔" بوا سخت خفا ہو رہی تھیں۔ وہ مضمحل انداز میں ہاتھوں سے بالوں کو سمیٹتی اٹھ بیٹھی۔

"چلو اٹھو' وہاں سب تمہارا پوچھ رہے ہیں۔ اذلان میاں بیچارے جھوٹ پہ جھوٹ بولے جا رہے ہیں۔"

"میرا وہاں کیا کام بھلا؟" وہ الجھی۔ اذلان کا انڈیلا زہر تو ابھی تک لہو کو نیلا کئے ہوئے تھا۔

"اے لو۔" بوا نے استعجاب سے گال پر انگلی رکھی تھی۔

"ارے میں کہتی ہوں کہ کس دنیا میں رہ رہی ہو تم۔ ایک تو وہ پہلے ہی مرکھنے بیل بنے ہوئے ہیں' اوپر سے تم انہیں ڈھیل دیے جا رہی ہو۔"

"بوا پلیز' آپ جائیں۔ میں نہیں جا سکتی وہاں۔" اس نے بے تحاشا رونے کی خواہش پر بہت مشکل سے قابو پایا تھا۔

"بٹیا! تم تو جانتی ہی ہو کہ ان ہڈیوں میں دم نہ ہونے کے باوجود میں خود کو گھسیٹتی رہتی ہوں مگر آج تو واقعی طبیعت بھاری ہو رہی ہے' ابھی تو آ گئی ہوں یہاں۔" وہ نقاہت سے کہتی اس کے پاس بیٹھ گئیں۔ تو اس نے فوراً ان کا ہاتھ تھام کر بخار چیک کیا تھا۔ انہیں واقعی ہلکی سی حرارت ہو رہی تھی۔

"کھانے کا کیا ہوا؟" وہ بے حد پریشانی سے پوچھ رہی تھی۔

"ابھی تو میاں سب کچھ لا کے کچن میں رکھ گئے ہیں' کہہ رہے تھے کہ تھوڑی دیر میں میز پر لگا دینا۔ میں تو کھڑے کھڑے گرنے لگی تھی۔" وہ اس کے بستر پر ہی لیٹ گئیں۔

"بوا! اب کیا ہوگا؟" وہ سراسیمہ تھی۔ بوا نے حیران ہوکر اسے دیکھا جس کی ہوائیاں اڑی ہوئی تھیں۔

"کیا مطلب؟"

"شاید میں جاؤں تو وہ غصہ کریں۔" وہ بمشکل بولی ورنہ تو آنسو پلکوں تک آن پہنچے تھے۔

"پاگل ہوئی ہو۔ وہ کیوں کریں گے غصہ اور پھر میں ہوں نا' گودوں کھلایا ہے میاں کو۔ تھپڑ بھی ماردوں تو ماتھے پر بل نہیں ڈالتے' ابھی تک۔" بوا کے لب و لہجے سے جھلکتا پیار بھرا مان واقعی سچ تھا۔ اذلان جہاں ان کی بے پناہ عزت کرتا تھا' وہیں ان سے محبت بھی کرتا تھا۔

"وہ مجھ پر خفا ہوں گے۔" تصور میں شعلے اگلتی سیاہ آنکھیں در آئیں تو رونا بھی خود بخود آنے لگا۔ کس قدر بے وقعت و بے توقیر ہوگئی تھی اس کی ذات کہ وہ جب جی چاہے اس کی تذلیل کردیتا تھا۔

"میں ہوں نا' ایسے کان کھینچوں گی کہ ساری عمر کے لیے خفا ہونا بھول جائے گا۔" بوا اسے بہلا رہی تھیں اور واقعی اگر ان کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو وہ سارا کام نمٹائے بغیر بستر پر کمر نہیں لگاتی تھیں۔ وہ آنکھیں رگڑتی دوپٹہ شانوں پر ڈالتی بستر سے اتر کر چپلوں میں پیر ڈالنے لگی۔

"جو ہوگا دیکھا جائے گا۔" اس کا انداز خفگی بھرا تھا۔ میں نے کون سا ان کا خزانہ چرالیا ہے یا کوئی ایسا عظیم نقصان کردیا ہے جو ان سے چھپتی پھر رہی ہوں۔

خود کو اندر ہی اندر حوصلہ دیتی وہ کچن تک آ گئی تھی۔ ارادہ یہی تھا کہ جلدی سے ٹیبل لگا کر اندر چلی جائے گی۔ اس خوف سے کہ کہیں اذلان ادھر نہ آ نکلے' وہ جلدی جلدی سب چیزیں برتنوں میں نکال رہی تھی۔ ڈرائنگ روم سے ہنسی مذاق اور قہقہوں کی آوازیں آ رہی تھیں' وہ مسلسل خود کو حوصلہ دیتے جلدی جلدی ہاتھ چلا رہی تھی۔ اس نے پانی کا جگ اٹھایا اور تیزی سے ڈائننگ روم کی طرف بڑھی تو یکلخت ڈرائنگ روم سے نکلتے اذلان سے ٹکرائی اور یوں کہ پانی سے بھرا شیشے کا جگ دونوں کے درمیان گر کر چکنا چور ہوگیا۔

"واٹ دا ہیل؟" وہ یکلخت ہی بھڑک اٹھا۔ پانی اس کے کپڑوں کو شرابور کرگیا تھا۔ وہ اپنی جگہ سن کھڑی تھی۔ اذلان کے پیچھے اس کے مہمان بھی تھے۔

"آئی ایم سوری......" وہ بے حد خوفزدہ سی پیچھے ہٹی تھی۔

"بوا کہاں ہیں؟ اور تم یہاں کیا کررہی ہو؟" وہ برہم تھا۔

"وہ ان کی طبیعت خراب ہے' اس لئے میں کھانا لگا رہی تھی۔" وہ حواس باختہ تھی۔

"یہ کون ہیں بھئی۔" ایک لڑکی آگے بڑھی تھی۔ امتثال نے ہراساں ہوکر اذلان کی طرف دیکھا جس کی نگاہیں قہر برسا رہی تھیں۔ ابھی کچھ دیر پہلے تک قہقہے لگانے والے لب پر تنفر انداز میں بھینچے ہوئے تھے۔

وہ دوپٹہ مٹھی میں بھینچے دو قدم یونہی پیچھے ہٹی پھر بھاگنے کے سے انداز میں پلٹ گئی۔

"یہ ملازمہ ہے۔"

اس کی سماعتیں اتنی کمزور نہیں تھیں کہ اذلان کی آواز نہ سن پاتی۔ وہ نڈھال سی تھی' بوا کو سوتا پاکر اس نے رکے آنسوؤں کو نکاسی کا راستہ دے ڈالا۔ بار بار اذلان کا پرنفرت و پرحقارت انداز یاد آتا تو آنکھیں نئے سرے سے ابل پڑتیں۔ تب پہلی بار اسے پیروں میں درد کا احساس ہوا۔ اس نے چپلوں میں سے پیر نکال کر اوپر کیے تو لحظہ بھر کو وہ خائف سی ہوگئی۔ جگ کے ٹوٹے ٹکڑوں نے یقیناً اس کے پیروں پر اچھی خاصی خراشیں ڈال دی تھیں۔ اس وقت اذلان کے سامنے اسے ذرہ بھر بھی تکلیف کا احساس نہیں ہوا تھا۔ اور اب جیسے کسی نے زخموں پر مرچیں چھڑک دی تھیں۔ وہ فوراً اٹھی اور باتھ روم میں جاکر پیروں پر پانی بہایا۔

مہمانوں کے جانے کے بعد وہ یقیناً اسی لمحے کمرے میں آیا تھا۔ وہ تو شکر تھا کہ امتثال نے بوا کو پہلے ہی جگا رکھا تھا کیونکہ انہوں نے ابھی کھانا نہیں کھایا تھا۔ اب کی بار اس نے بوا کا قطعی لحاظ نہیں کیا تھا۔ آتے ہی امتثال پر

برسنے لگا۔

"تمہاری جرات کیسے ہوئی' میرے مہمانوں کے سامنے آنے کی۔ میں نے تمہیں منع بھی کیا تھا وہاں آنے سے۔ جی چاہ رہا تھا' شوٹ کردوں تمہیں۔"

بوا بیچاری ہراساں چند ثانیوں تک معاملہ سمجھنے کی کوشش کرتی رہ گئیں۔ انتثال خوف سے بے ترتیب دھڑکنیں لئے ان سے چمٹی بیٹھی تھی۔

"یہ کیا انداز ہے اذلان میاں' بات کرنے کا؟" بوا نے تاسف سے اسے دیکھا مگر اس پل وہ آپے میں تھا ہی کہاں۔

"اسے میرے دوستوں کو اپنا دیدار کرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ان میں سے کوئی بھی اس کے مطلب کا نہیں۔"

"خدا کی پناہ!" بوا ششدر تھیں' جبکہ وہ پھنکارتا ہوا چلا گیا۔ انہوں نے ہچکیاں لیتی اور سسکیاں بھرتی انتثال کو بہت دکھ بھری ہمدردی کے ساتھ سینے سے لگایا تھا۔

❋❋❋

وہ کسی ضروری کام کے سلسلے میں عثمانیہ گیا تھا۔ وہیں ایک دوست سے ملاقات ہوگئی تو اس نے چائے کے بعد لمبی گپ شپ لگائی اور اب وہ اس کے جانے کے بعد ویٹر کو مزید چائے کا آرڈر دے رہا تھا کہ بے ارادہ ہی اس کی نگاہ داہنی طرف تیسری ٹیبل کی طرف اٹھ گئی۔ سیاہ جھلملاتے لباس میں اپنی دلکش مسکراہٹ کے ساتھ وہ زوئیلہ ہی تھی۔ چند ثانیوں تک وہ خالی الذہنی کی کیفیت میں اسے دیکھے گیا۔ وہ ایک لڑکی اور ایک لڑکے کے ساتھ تھی۔

پتہ نہیں' یہ اس کی نظروں کی تپش کا احساس تھا کہ اس کے خیال اور سوچ کی لہریں تھیں' جنہوں نے زوئیلہ کو ادھر دیکھنے پر مجبور کردیا تھا۔ بے اختیار ہی اس کے ہنستے ہوئے لب سکڑ گئے۔ اذلان یونہی ذرا سی گردن موڑے اسے دیکھ رہا تھا۔ زوئیلہ نے دو گھونٹ پانی پی کر گلاس ٹیبل پر رکھا اور اپنے ساتھیوں سے کچھ کہہ کر اٹھی۔ وہ اذلان ہی کی طرف آرہی تھی۔

اسے یوں لگ رہا تھا' جیسے زندگی اس کی جانب اپنے خوشنما قدم بڑھا رہی ہو۔ وہ بے اختیار ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ پاس آکر ایک نظر اس کی طرف دیکھتے ہوئے اس کے مقابل کرسی گھسیٹ کر بیٹھ گئی۔ ٹرانس کی سی کیفیت میں وہ بھی اپنی کرسی میں دھنس گیا۔

"کیسی ہو؟" وہ بے حد پیاسے انداز میں اس کے ایک ایک نقش کو دیکھ رہا تھا۔

"جیسی تمہیں لگتی ہوں۔" وہ بے حد ناز سے مسکرائی تھی۔ کانفیڈنٹ تو وہ پہلے ہی تھی بولڈنیس نے اسے مزید قیامت بنا دیا تھا۔ جدید تراش کے لباس نے اس کا پرغضب فگر نمایاں کردیا تھا۔ اس پر مستقل مسکراہٹ نے اس کے ہونٹوں کا گھیراؤ کر رکھا تھا۔

"کہاں چلی گئی ہو زوئی مجھے چھوڑ کے؟"

جدائی کا تمام کرب اس کے لب و لہجے میں سمٹ آیا تھا۔ وہ دھیمی آواز میں ہنسی۔

"میں تو یہیں ہوں اذلان' چلے تو تم گئے ہو' کسی اور کے سنگ۔" وار بڑا کاری تھا۔ وہ تڑپ اٹھا۔

"فقط مجھے قصور وار مت ٹھہراؤ زوئی۔ ممکن کو ناممکن تمہاری خاموشی اور بزدلی نے بنایا تھا۔ میں نے تو کچھ نہ کرنے کی سزا پائی ہے اور بھگت بھی رہا ہوں۔"

اس کا اعتراف محبت' جنوں خیزی اور بے اختیاری زوئیلہ کو حد درجہ طمانیت بخش گئی۔ اس کے رخسار دہک اٹھے تھے اور اتنے عرصے کے بعد زوئیلہ کا قرب واقعی اذلان کو بے خود و بے اختیار کرنے لگا تھا۔ اس نے اپنا ہاتھ زوئیلہ کے ہاتھ پر رکھا تھا۔

"ابھی بھی بہت کچھ ہمارے اختیار میں ہے زوئی۔" تم جانتی ہو کہ میری ہر سوچ تم سے شروع ہوکر تمہی پر ختم ہوتی ہے۔ میں کسی کو کچھ نہیں دے سکتا۔ کیونکہ تم "ہو" میرے اور ہر اس کے درمیان جو میرے قریب آنا چاہتا ہے۔"

اس قدر مضبوط اعصاب کا مالک اس پل اپنی محبت کے آگے ڈھیر ہوا جا رہا تھا۔

کس قدر چاہا تھا اس نے زوئیلہ کو۔ اپنی زندگی کی ہر خوشی ہر غم میں اسے اپنے ساتھ سوچا تھا' اب وہ یوں "مس پلیس" ہوگئی تھی تو اسے ادھورے پن کا احساس ہو رہا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے اب جینے کا کوئی بھی بہانہ باقی نہ رہا ہو۔

"جھوٹ مت بولو اذلان' زندگی کی خوشیاں تو لوٹ رہے ہو اور کیا چاہتے ہو؟" وہ سیدھا اس کی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی۔

"میرے گھر میں فقط مجبوریاں ہیں زوئی۔ یوں مجھے میری ہی نظروں میں مت گراؤ اگر میں نے اپنا آپ کسی اور کے حوالے کردیا ہوتا تو یوں کبھی تمہارے سامنے نہیں آتا۔"

اس کی آنکھوں میں اترتی خفیف سی سرخی اور لب و لہجے کی مضبوطی زوئیلہ کے ہونٹوں پر پرتسکین مسکراہٹ پھیلا گئی۔

"اٹس پارٹ آف لائف اذلان جو ہونا تھا' ہوچکا۔ انجوائے یور لائف۔"

"تمہارے بغیر کیسے زوئیلہ؟" اس کے لہجے میں حسرتیں سلگ رہی تھیں۔ وہ اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے کلائی پر بندھی نازک سی رسٹ واچ دیکھنے لگی۔

"اوکے اذلان...... اب میں چلتی ہوں۔"

اذلان نے بے اختیار اس کا ہاتھ تھام کر اسے روکا تھا۔

"زوئی پلیز' میں لے چلوں گا تمہیں۔"

"اونہوں......" وہ فوراً نفی میں سر ہلا گئی۔ "ہم یہاں اپنی فرینڈ کی شادی میں شرکت کے لئے آئے ہیں۔"

"اور ماموں جان وغیرہ؟"

"میں اپنی فرینڈز کے ساتھ آئی ہوں۔" وہ بڑے محتاط انداز میں کہتے ہوئے مسکرائی اور اپنی ٹیبل کی طرف دیکھنے لگی جہاں اس کی دوست ہاتھ کے اشارے سے اسے بلا رہی تھی۔

وہ نرمی سے اپنا ہاتھ اذلان کی گرفت سے نکالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اوکے اذلان' پھر کبھی ملاقات ہوگی۔" بے حد فریش انداز میں کہتے ہوئے اس نے ہاتھ آگے بڑھایا جسے اذلان نے بیساختہ تھام لیا۔

"ابھی تو ملی ہو زوئی' تھوڑی دیر اور پلیز......"

"اونہوں...... آئی ایم گوئنگ ٹو لیٹ' اب اپنے شہر میں ملیں گے۔"

اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے وہ اپنے نرم ہاتھ کی گرفت اس کے مضبوط ہاتھ پر خفیف سی بڑھاتے ہوئے بولی۔

کس قدر خوبصورت اور مسحور کن لگ رہی تھی وہ۔

اذلان کے اندر سے شدتیں امڈنے لگیں۔ ابتدا سے انتہا تک اسے سوچا تھا۔ اب وہ کتنی اجنبی سی لگنے لگی تھی۔ اس کے اندر بڑی شدت سے خواہش ابھری کہ وہ اسے بانہوں میں لے کر اپنے وجود میں سمولے۔ یوں کہ اسے اس کی محبت پر یقین آجائے۔ اور پھر سے وہ ایک دوسرے کے ہوجائیں۔ اس کے ہاتھ کی گرفت اس کی جذباتی کیفیت کا تغیر زوئیلہ پر آشکار کر رہی تھی۔

"پھر ملیں گے۔" اس کی آنکھوں میں دیکھ کر مسکراتی وہ پلٹ گئی تھی۔ وہیں کھڑے ہوکر اذلان نے اسے ریسٹورنٹ سے باہر جاتے دیکھا۔ اس کے بعد اس سے بھی وہاں رکنا مشکل ہوگیا۔

زوئیلہ سے اچانک ملاقات نے اسے جیسے شدید عذاب میں دھکیل دیا تھا۔ اس کے ہلکے سے لمس نے اندر تک ایک ہلچل سی مچادی تھی۔ اسے لگ رہا تھا' جیسے اس کے وجود میں خون کی جگہ انگارے دوڑ رہے ہوں۔ اس قدر سرد موسم میں بھی اس نے باہر نکل کر کتنی ہی گہری سانسیں لے کر اندر دہکتے الاؤ کو سرد کرنے کی کوشش کرڈالی۔

زوئیلہ کی بیچارگی کا خیال اس کو کھائے جا رہا تھا۔ کس قدر پوز کر رہی تھی وہ۔ کیا میں نہیں جانتا' میری جدائی نے اس کا کتنا برا حال کر رکھا ہے۔ میں مرد ہوکر اتنا

ٹوٹ پھوٹ گیا ہوں تو وہ بیچاری۔‘‘ اسے یوں لگ رہا تھا‘ جیسے زوئیلہ کی طلب اس کی رگوں میں بہنے لگی ہو۔ گاڑی میں بیٹھنے تک بارش اسے سرتاپا بھگوگئی۔

وہ گھر پہنچا تو دروازہ کھولنے بوا کے بجائے امتثال آئی تھی۔ دروازہ کھول کر وہ رکی نہیں بارش میں بھیگتی فوراً ہی پلٹ گئی۔

’’بوا کدھر ہیں؟‘‘ اس کی سرد آواز اسے جامد کرگئی۔

’’ان کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ بخار ہے۔‘‘

بدقت تمام اس کے حلق سے آواز نکلی تھی۔ اتنی شدید سردی میں بارش کا ہر قطرہ جیسے فریز کیے جا رہا تھا۔

وہ لمبے ڈگ بھرتا اس سے پہلے اندر بڑھا‘ اس کا رخ بوا کے کمرے کی طرف دیکھ کر امتثال کے قدموں میں سستی آ گئی۔

وہ ان کی پیشانی پر ہاتھ رکھ کر بخار چیک کرنے لگا۔ اس کے بعد اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑی میڈیسن اٹھا کر دیکھی تھیں۔ قدرے تسلی کرلینے کے بعد وہ باہر نکل آیا۔ امتثال کو لاؤنج میں پڑے صوفے پر سمٹ کر بیٹھے دیکھ کر وہ ٹھٹک سا گیا۔

ایکدم سے اسے وہی رات یاد آ گئی‘ جب وہ منحوس واقعہ پیش آیا تھا اور ساتھ ہی وہ بات بھی جو اسے کھٹکی تھی۔ تب امتثال کے سیاہ گھنے بالوں کی جھلک نے ہی لحظ بھر کو اس کی توجہ اپنی طرف مبذول کرائی تھی۔ قدموں کی آہٹ پر امتثال نے بے اختیار اس کی طرف دیکھا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں جانے کے بجائے اس کی طرف آ گیا۔ امتثال کا دل جیسے کسی نے مٹھی میں لے لیا۔

’’بہت خوش ہو تم‘ بہت اچھی زندگی گزر رہی ہے نا تمہاری؟‘‘ وہ بہت سلگتے انداز میں پوچھ رہا تھا۔ امتثال کی دھڑکنیں تھمنے لگیں۔

’’مجھے تو برباد کر کے رکھ دیا ہے تم نے۔ تمہاری وجہ سے میری ماں کو کتنی تکلیف پہنچی۔ میری محبت مجھ سے چھن گئی‘ میرا سکون‘ میری خوشی سب ختم ہوگیا۔‘‘

یہ آج زوئیلہ کو دیکھنے اس سے بات کرنے کا نتیجہ تھا کہ اس کے تمام زخم پھر سے ہرے ہو گئے تھے۔ شکست کا احساس ایک بار پھر ذہن و دل پر پوری طاقت سے حملہ آور ہوا تھا۔ وہ بالکل بے اختیار ہو رہا تھا۔

’’میں نے اسے بہت چاہا ہے۔ ہم ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے مگر تم نے سب کچھ ختم کردیا۔ ایک ذرا سی بات کو لے کر سچویشن کری ایٹ کرڈالی۔‘‘

وہ بہت بے بسی سے کہتا ہوا جھکا اور دونوں ہاتھ صوفے کے بازوؤں پر ٹکا دیے۔ امتثال خوفزدہ سی صوفے کی بیک سے لگ گئی۔

’’تم تو جانتی تھیں نا کہ میں اس سے کتنی محبت کرتا ہوں؟ پھر تم نے ایسا کیوں کیا‘ اسے مجھ سے دور کیوں کردیا؟ کیا چاہتی تھیں تم...... مجھے؟‘‘

اس کی آنکھوں میں ضبط کی سرخیاں اتر آئی تھیں۔

امتثال رونے لگی۔ بہت مشکل سے اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

’’ایسا کچھ نہیں ہے۔‘‘

’’جھوٹ مت بولو۔‘‘ وہ یکلخت غرایا تھا۔ امتثال نے سانس روک لی۔

’’مجھے بتایا تھا زوئیلہ نے‘ تم مرتی تھیں مجھ پر۔ میں نے کبھی سوچا بھی نہیں تھا کہ تم اس قدر گھٹیا کردار کی لڑکی ہو سکتی ہو۔‘‘ وہ نفرت انگیز لہجے میں کہتا اسے توڑ پھوڑ گیا۔ اس کے آنسوؤں نے ازلان کو اور مشتعل کردیا۔

’’تم جیسی عورتوں کو تو گولی سے اڑا دینا چاہیے۔‘‘

’’ازلان آپ حد سے گزر رہے ہیں۔‘‘ اس کے دل پر ایک گہری ضرب پڑی تو وہ نفع و نقصان سے بالاتر ہو کر بھرائی ہوئی آواز میں بول اٹھی۔ وہ تحیر سے اسے دیکھنے لگا۔

’’میں؟ میں حد سے بڑھ رہا ہوں؟ اور وہ وہ سب جو تم نے کیا ہے؟‘‘

’’خدا گواہ ہے ازلان‘ میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔‘‘

اس نے بہت ہمت مجتمع کر کے اپنی صفائی پیش کرنا چاہی تو اس نے نفرت سے سر جھٹک کر اس کے چہرے پر نظریں جما دیں۔

’’مگر تمہیں شاید معلوم نہیں ہے کہ خود کو اس طرح ’’پیش‘‘ کردینے والی عورتوں کو دنیا کس نام سے پکارتی ہے۔‘‘

اس کی اس قدر گری ہوئی بات پر وہ چیخ اٹھی مگر ازلان کے بھاری ہاتھ نے اس کی آواز حلق ہی میں دبا دی۔ زوردار تھپڑ نے اس کو چکرا کر رکھ دیا تھا۔

’’مگر میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ ایسی عورتوں کے ساتھ کیسا سلوک کیا جاتا ہے۔‘‘ اس کے سفاکانہ لہجے سے شعلے لپک رہے تھے۔ نفرت اور شدید اشتعال اسے اندھا کر رہا تھا۔ اس کا سفاک رویہ امتثال کو اس شدت سے محسوس ہو رہا تھا کہ اس کے حواس ٹھٹھر گئے۔ وہ اس کا بازو ہاتھ کی مضبوط گرفت میں جکڑے تقریباً اسے گھسیٹتے ہوئے اپنے کمرے میں لایا تھا۔

کچھ اپنی شکست خوردگی کا احساس تھا اور کچھ شدید نفرت نے اس کے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ختم کردی تھی۔

بے پناہ اشتعال نے اسے مجبور کردیا تھا کہ وہ اسے توڑ پھوڑ کے رکھ دے۔ دہشت اور خوف سے امتثال کی تمام حسیات جامد ہوگئیں۔ اسے یوں لگ رہا تھا‘ جیسے وہ پھر سے سراج اور مکرم علی کے چنگل میں پھنس گئی ہو۔

✽✽✽

وہ اپنے آفیسر کے سامنے موجود تھا۔

چند ہی ماہ میں اس نے بہت سے اہم کیس بڑی ذہانت اور کامیابی سے حل کیے تھے جس کی وجہ سے اب اس پر بہت انحصار کیا جانے لگا تھا۔ اس کی کارکردگی کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے ایک اور بے حد اہم کیس سپرد کیا جا رہا تھا۔

’’آئی ہوپ کہ تم اپنی بہترین صلاحیتوں کا مظاہرہ کرو گے۔‘‘ اس کے آفیسر نے فائل اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا تھا۔

’’میں بھرپور کوشش کروں گا سر۔‘‘

وہ بے حد الرٹ تھا۔

’’کوشش کا لفظ استعمال مت کرو۔ ایک دفعہ جب تم نے یہ فائل کھول لی تو پھر پورے کیس کو ہینڈل کرنا تمہاری ذمے داری ہوگی کیونکہ اس میں بہت بڑے بڑے مگرمچھ بھی شامل ہیں۔ اگر اوچھا ہاتھ پڑ گیا تو ہوسکتا ہے کہ وہ تمہیں ہی چیر پھاڑ دیں۔‘‘

انہوں نے فوراً اسے ٹوک کر صورتحال کی سنگینی اس پر واضح کی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے اس کیس سے متعلق اسے بریفنگ دی تھی۔

’’سر! کیس بہت اہم ہونے کے ساتھ ساتھ خطرناک بھی ہے۔‘‘ وہ معنی خیز انداز میں بولا تو اس کی بات سمجھتے ہوئے وہ مسکرا دیے۔

’’بگ مین ریلیکسڈ۔ اس بار تمہیں بہت زیادہ اختیارات دیے جا رہے ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ تمہیں دوسرے شہروں کی پولیس فورس سے کینٹیکٹ کرنے کی سہولت بھی دی گئی ہے کیونکہ یہ کیس صرف ہمارے شہر سے تعلق نہیں رکھتا۔ یہاں صرف ان لوگوں کی ایک برانچ ہے۔ اصل اڈہ لاہور میں ہے۔ تم کام یہاں سے اسٹارٹ کرو گے۔ اس کے بعد کی حکمت عملی تمہاری اپنی ہوگی۔‘‘

’’سر! میں سنگینی کو سمجھ گیا۔‘‘ وہ سنجیدگی سے بولا۔

’’ایک اور بات ازلان۔ یہ کیس تمہارے کیریئر کا یقیناً اہم ترین کیس ثابت ہوگا۔ میں تمہیں صرف ایک ایڈوائز کروں گا کہ تم اپنے بے جا غصے پر قابو پانا سیکھو۔ ہماری جاب ایسی ہے کہ اس میں جوش کے ساتھ ساتھ ہوش سے بھی کام لینا پڑتا ہے۔ صبر و تحمل اور برداشت ہماری ڈیوٹی کا اہم حصہ ہے۔ لہٰذا غصہ قابو میں رکھنا اور اپنی حفاظت خود ہی کرنا۔‘‘ انہوں نے بڑی خوبصورتی سے اس کی خامی کو واضح کرتے ہوئے دوستانہ انداز میں کہا تو وہ ہلکے سے مسکرا دیا۔

’’تھینکیو سر۔‘‘

’’یہ بہت امپورٹنٹ فائل ہے۔ سوائے تمہارے کسی کو اس کے اوپن ہونے کی بھنک بھی نہیں پڑنی چاہیے۔ اور

یہ آرڈرز اوپر سے آئے ہیں جن کو ہم نے سختی سے فالو کرنا ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ پوری توجہ اور ایمانداری کے ساتھ اس کیس کو نمٹایا جائے اور سماج دشمن عناصر کا قلع قمع کیا جائے۔ مجھے امید ہے کہ تم ہمیشہ کی طرح بہت اچھی پلاننگ کے بعد اس کیس پر کام اسٹارٹ کرو گے۔“

”یس سر۔“

وہ ان کو بات ختم کرتے دیکھ کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

گھر آ کر اس نے ابھی بیٹھ کر سانس بھی نہیں لیا تھا کہ بوا نے اسے آواز دے لی۔ وہ دروازے کی چوکھٹ پر آن کھڑا ہوا۔

”یہ دیکھیں میاں! بچی بخار میں پھنک رہی ہے۔“

ان کی اطلاع پر وہ سلگ اٹھا۔

”تو میں کیا کروں؟“

بوا نے تاسف سے اسے دیکھا۔ ”حد کرتے ہو میاں آپ بھی۔ ذرا بھی رحم نہیں جاگتا آپ کے دل میں؟“

”تو لے جائیں ڈاکٹر کے پاس۔“ وہ ہنوز اکھڑ انداز میں بولا۔

”میاں! میں کیا جانوں کدھر کو جانا ہے۔ وہ تو خدا بھلا کرے بچی کا۔ میں بیمار پڑی تو خود ہی مجھے گھسیٹ کر لے گئی۔ مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا کہاں سے گزرے اور کہاں پہنچے۔“ ان کے سخت خفگی سے کہنے پر وہ لب بھینچ گیا جبکہ بوا واقعی پریشان تھیں۔

”میاں! میں تو کہوں کہ ثمن بٹیا کو اطلاع کر دیں۔ یہ تو ہفتہ بھر سے تنگ ہو رہی ہیں۔ رات کو ڈر جاتی ہیں اور پھر صبح تک جاگتی رہتی ہیں۔ سارا دن گم صم رہتی ہیں کچھ بات نہیں کرتیں۔“

”میں بہت تھکا ہوا ہوں بوا۔“ وہ اکتاہٹ بھرے انداز میں کہتا پلٹنے لگا۔

”میں کہتی ہوں اذلان میاں یہ کیا حرکت ہے؟ کیا انسانیت کو بالکل ہی خیر باد کہہ دیا ہے آپ نے؟“ بوا کے انداز میں ناگواری کے ساتھ غصہ بھی تھا۔ وہ تلخی سے بولا۔

”نہیں مرتی یہ۔ ابھی تو جانے اور کتنوں کو برباد کرنا ہے۔“

”ساتھ چلنا ہے تو کہیں ورنہ میں خود لے جاتی ہوں کسی نہ کسی طرح۔“ انہوں نے اٹل انداز میں کہا۔

اذلان کو برداشت کرنے کے لئے بہت ضبط کا مظاہرہ کرنا پڑا تھا۔

”میں آتا ہوں ابھی۔“

وہ بے تاثر انداز میں کہتا چلا گیا۔ ابھی اس نے کپڑے تبدیل کرنے تھے۔ بوا اس کے کہے کو غنیمت جان کر اقتشال کو جگانے لگیں۔ جو بخار کی شدت سے اپنی سدھ بدھ کھوئے ہوئے تھی۔ بہ دقت تمام انہوں نے اسے اپنے سے ٹیک لگا کر بٹھایا اور اس کے شانوں پر دوپٹہ ڈالنے لگیں۔

وہ اندر داخل ہوتا ہوا ٹھٹک گیا۔ وہ بمشکل اسے سنبھالے بیٹھی تھیں۔ اس کی پیشانی پر بل پڑنے لگے۔

”یہ جائے گی کیسے؟“

وہ اس کی خود سے بیگانہ حالت کے پیش نظر تیوریاں چڑھائے پوچھ رہا تھا۔

”اے میاں بیوی ہے آپ کی۔ جیسے جی چاہے لے جا کر گاڑی میں بٹھاؤ۔ مجھ میں تو اتنی ہمت نہیں ہے۔ خود ہی کو گھسیٹ لوں تو بڑی بات ہے۔“ ان کے مشورے پر وہ تپ سا گیا۔

پھر ان کے آوازیں دینے پر بھی نہیں رکا۔ جھنجلائے سلگے ہوئے انداز میں وہیں سے پلٹ گیا۔

کلینک پر مریضوں کا ایک ہجوم تھا جن سے ڈاکٹر کے نمٹنے تک اس نے انتظار کیا تھا۔ اور یہ سب مراحل اسے زہر لگ رہے تھے۔ جس کے لئے اس نے ہر گزرتے پل میں نفرت محسوس کی تھی اس کے لئے انتظار کی زحمت اٹھانا اسے واقعی ”زحمت“ لگ رہا تھا۔ حسن سلوک وہاں برتا جاتا ہے جہاں دل کا معاملہ ہو۔

اور یہاں تو فقط ایک ہی احساس تھا۔ احساس زیاں اور اس کے نتیجے میں نفرت بلاخیز۔

”رات کو سوتے میں ڈر جانا روتے رہنا اور سارا سارا دن گم صم رہنا یہ سب شدید ذہنی پریشانی کی وجہ سے ہے۔ انہیں کوئی زبردست شاک پہنچا ہے۔“ ڈاکٹر چیک اپ کرنے کے بعد بتا رہا تھا۔ بوا نے استعجاب سے اس کا منہ دیکھا۔

”کیا پہنچ گیا ہے؟“

”کوئی ذہنی صدمہ یا شدید پریشانی ہے انہیں۔“ ڈاکٹر نے بی پی آپریٹس کو ہاتھوں میں دباتے ہوئے اذلان کی طرف دیکھا۔

”آپ مریضہ کے کون ہیں؟“

”یہ شوہر ہیں ان کے۔“ بوا نے اس کی تیوریاں بھانپتے ہوئے خود ہی تعارف کرا دینا بہتر سمجھا۔

اور رشتے کا تعین ہوتے ہی ڈاکٹر نے اذلان کو بریف کرنا شروع کر دیا۔

”ان کا ذہن کسی صدمے کی زد میں ہے۔ کوشش کریں کہ انہیں ریلیکس رکھیں۔ جتنا ممکن ہو سکے ذہنی وجذباتی پریشانی سے بچائیں۔ ورنہ بات بگڑ بھی سکتی ہے۔ ان کا بہت خیال رکھیں ورنہ آپ کو کسی بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑ سکتا ہے۔ مزید ٹینشن اور الٹی سیدھی سوچوں کا نتیجہ ہے نروس بریک ڈاؤن۔ ان کی سوچیں اور پریشانیاں شیئر کریں تاکہ ان کے اندر کی گھٹن کم ہو۔ ڈاکٹری دوا سے یہ ”دوا“ زیادہ موثر ہو گی۔“

ڈاکٹر کے تمام لیکچر کے دوران وہ یونہی سینے پر بازو لپیٹے بے تاثر انداز میں کھڑا رہا تھا۔ اس کے انداز ہی کو دیکھتے ہوئے ڈاکٹر نے مزید نصیحتیں کرنا عبث جان کر اپنی راہ پکڑی۔ اذلان نے چونکہ اسے ڈراپ کرنے کی ذمے داری بھی قبول کی تھی اس لئے وہ ساتھ ہی نکل گیا۔

آتے ہی اس نے دوائیوں والا شاپر بستر پر پھینکا تھا۔ بوا خائف سی ہو گئیں۔

”اس کی کوئی ذمے داری نہیں ہے مجھ پر۔ آئندہ سے مجھے اس کے کسی کام کے لئے مت کہیئے گا۔“

”میاں! ذرا ہوش سے کام لیں۔ آپ سے ہم نہیں کہیں گے تو اور کیا دیواروں سے کہیں گے؟ نکاح کیا ہے آپ نے بھگا کر تو نہیں لائے جو یوں بری الذمہ ہو رہے ہیں۔“ بوا اس پر خفا ہونے لگیں۔

”یہ ان سے بھی بدتر ہے۔“ وہ سوچے سمجھے بغیر تلخی سے بولا تھا مگر بوا نظر انداز کر گئیں۔ وہ اقتشال کے سلسلے میں اس کے انداز کی عادی ہو چکی تھیں۔ مفاہمانہ انداز میں بولیں۔

”آئندہ چاہئے کچھ نہ کیجئے گا بس یہ دواؤں کی تفصیل بتا دیں مجھے۔“

وہ بادل ناخواستہ انہیں سمجھا کر کمرے سے نکل آیا۔

اس نے یہی سوچا تھا کہ گھر میں ایزی ہو کر کیس فائل اسٹڈی کرے گا۔ مگر اب تو موڈ ایک دم چوپٹ ہو گیا تھا۔ وہ بالکنی میں آ کھڑا ہوا۔

کتنی ہی دیر وہ سڑک سے گزرتی ٹریفک پر نظریں جمائے رہا۔

عہد رفتہ اس کے تصور میں ستاروں کی طرح جھلملانے لگا۔

جب وہ تھا اور زوئیلہ تھی۔

”زوئیلہ......“

اس کے دل میں ٹیس اٹھی تو پورے وجود میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ اندر بھڑکتی آگ اقتشال کو اپنے انتقام کا نشانہ بنا کر بھی نہیں بجھی تھی۔

”زوئی...... ”میں تمہیں کہاں ڈھونڈوں؟ ان ہواؤں میں ان فضاؤں میں یا پھر ان چمکتے ستاروں میں؟

کوئی بھی تو مجھے تمہارا پتہ نہیں دیتا۔

کہاں کھو گئی ہو زوئیلہ؟“

پچھلے دنوں ہونے والی ملاقات تو گویا اس کے ذہن سے چمٹ کر رہ گئی تھی۔

”مجھ سے بچھڑنے کے بعد بھی اتنا سکون...... کہاں سے پالیا تم نے؟“

اس کی بے کلی واضطراب میں کمی نہیں آئی تھی۔ گہرا سانس بھرتے ہوئے اس نے چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرتے ہوئے خود کو پرسکون کرنے کی کوشش کی اور

کمرے میں چلا آیا۔

ذہن سے تمام سوچیں جھٹکتے ہوئے اس نے فائل کھول لی۔ اگلے چند لمحوں میں اس کی پوری توجہ کیس کی تفصیل پر مرکوز ہو چکی تھی۔

وہ بہت دھیان سے ان تمام معلومات کو ذہن نشین کر رہا تھا جو اس کیس سے متعلق فائل میں دی گئی تھیں اور بہت زیادہ نہیں تھیں۔ اس کا مطلب یہی تھا کہ باقی تمام مراحل اسے اپنی ذہانت کے بل بوتے پر طے کرنے تھے۔ اور اس کے لئے یقیناً مضبوط اور فول پروف حکمت عملی وضع کرنے کی ضرورت تھی۔

❊❊❊

"میرا خیال ہے ثمن، ہمیں خود وہاں جانا چاہئے۔ وہ نالائق جتنی مرتبہ آیا اکیلا ہی آیا ہے۔ اعتدال کو ساتھ نہیں لایا۔" سعید ہمدانی مضطرب ہوئے تو ثمن نے انہیں تسلی دی تھی۔

"ہر دوسرے دن تو بات ہوتی ہے اعتدال سے فون پر۔"

"پھر بھی روبرو ملنے کی بات اور ہوتی ہے۔ وہ چاہے کتنی بھی تکلیف میں ہو کبھی نہیں کہے گی۔" انہوں نے اختلاف کیا تھا۔ وہ جھنجلائیں۔

"آپ سمجھتے کیوں نہیں، ہمارا جانا بہتر نہیں ہوگا۔ وہ تو مجھے سامنے پاتے ہی کہے گا کہ اعتدال کو واپس لے جائیں اور پھر جب وہ خاموشی سے ایڈجسٹمنٹ کی کوشش کر رہی ہے تو جا کر انہیں ڈسٹرب کرنا صحیح نہیں ہوگا۔"

"مجھے ازلان کی طرف سے پریشانی ہے۔ اس کا دماغ بہت خراب ہو چکا ہے۔" وہ پریشانی سے پر لہجے میں کہہ رہے تھے۔

"اسی لئے تو میں کہہ رہی ہوں کہ اسے محسوس کرنے دیں اپنی ذمے داری کو۔ ہمیں سامنے پا کر خواہ مخواہ ہی پھر پرانے باب کھول لیتا ہے وہ۔ اور میں نہیں چاہتی کہ پھر سے کوئی بدمزگی پیدا ہو۔ بہتر یہی ہوگا کہ اسے چند ماہ کے لئے ایڈجسٹ ہونے دیا جائے۔"

ثمن نے اپنی رائے ظاہر کی تو وہ پرسوچ انداز میں انہیں دیکھنے لگے۔

"مجھے تو بہتری کی امید نظر نہیں آتی۔"

"اسی لئے تو واہموں میں گھرے رہتے ہیں آپ۔ آس اور امید خدا کی رسیاں ہیں۔ انہیں مضبوطی سے تھامے رکھنے کا حکم ہے۔ ناامیدی تو ہار جانے کی نشانی ہے۔"

ثمن بے اختیار انہیں ٹوک گئیں۔ ان کی بات پر سعید ہمدانی مسکرا دیئے پھر بولے۔

"او کے..... ایمان لے آئے ہم آپ کی باتوں پر۔"

"شکریہ جناب۔" ثمن ہنس دیں۔

پھر وہ شینا بھابی سے متعلق باتیں کرنے لگے۔ مہران انہیں اپنے پاس بلوا رہا تھا۔ اسی لئے تنہائی کے خیال سے سعید ہمدانی ازلان کے تبادلے کی کوشش کر رہے تھے۔ چونکہ ابھی اس کی نئی نئی جاب تھی اس لئے یہ کام مشکل ثابت ہو رہا تھا۔ مگر سعید ہمدانی کی جان پہچان اس کے ڈیپارٹمنٹ کے بڑے آفیسرز سے بھی تھی اس لئے وہ خاصے پرامید تھے۔

❊❊❊

کلب میں آنے والے اجنبی پر کئی نظریں ٹھہری تھیں اور واقعی اس کی پرسنیلٹی تھی بھی غضب کی۔

وہ کسی کے پاس رکے بغیر سیدھا کلب منیجر کے روم کی طرف بڑھا تھا۔ وہاں منیجر کی سیٹ پر کسی مرد کے بجائے ایک خوبصورت سی لڑکی کو فون پر محوِ گفتگو پا کر وہ دروازے ہی میں ٹھٹک گیا۔

زوباریہ نے اسے ہاتھ سے اندر آنے کا اشارہ کیا۔ وہ آگے بڑھا اور ٹیبل کے پار اس کے مقابل کرسی سنبھال لی۔ اس نے بات مختصر کر کے فون رکھ دیا اور پوری طرح آنے والے کی طرف متوجہ ہوئی۔

"جی.....؟"

"آئی ایم عامر حسنات۔" وہ اپنا تعارف کرا رہا تھا۔

"او کے مسٹر عامر، میں آپ کے لئے کیا کر سکتی ہوں؟" وہ گہری نظروں سے اس کو دیکھتی نرمی سے مسکرائی۔

"ایکچوئلی میں کلب کی ممبر شپ چاہتا ہوں۔"

اس کے وضاحت کرنے پر زوباریہ نے تفہیمی انداز میں سر ہلایا پھر دراز کھول کر ایک فارم نکالا اور اس کے سامنے رکھ دیا۔

"ہم یونہی ہر کسی کو ممبر شپ نہیں دیتے۔ یہ فارم آپ کو پوری سچائی کے ساتھ فل کرنا ہوگا۔"

زوباریہ کی بات پر وہ محظوظ کن انداز میں مسکرا دیا۔ پھر بولا۔

"فرض کریں کہ میں کچھ غلط انفارمیشن لکھ دوں پھر؟"

"میں نے کہا نا کہ ہم یونہی کسی کو ممبر شپ نہیں دیتے۔ اس کے لئے بہت سے مراحل طے کرنے پڑتے ہیں۔ آپ فارم فل کریں آگے کا کام ہمارا ہے۔" وہ بہت اعتماد سے کہہ رہی تھی۔ وہ متاثر ہو کر جیب سے پین نکال کر فارم فل کرنے لگا۔

اس کی مصروفیت کا فائدہ اٹھا کر زوباریہ پوری توجہ سے اس کا جائزہ لینے لگی۔

بندہ واقعی بہت شاندار تھا۔

ہر بندے کو پھانسنے کے لئے وہ لوگ مختلف حکمتِ عملی استعمال کرتے تھے۔ اس وقت بھی زوباریہ کا ذہن بہت کچھ سوچ رہا تھا۔

قدرے لاابالی دکھائی دینے والے عامر حسنات کی آنکھوں کی پرذہانت چمک زوباریہ کو پسند آئی تھی۔

وہ فارم فل کرتے کرتے سر اٹھا کر اسے دیکھنے لگا تو وہ آرام سے مسکرا دی۔ وہ بھی ہونٹوں کی تراش میں دلکش مسکراہٹ لئے پوچھنے لگا۔

"کیا مجھے کچھ چارجز بھی پے کرنا ہوں گے؟"

"اونہوں......" زوباریہ نے نفی میں سر ہلایا تو اس نے خفیف سے شانے جھٹک کر فارم زوباریہ کی طرف بڑھا دیا۔

مدد و تعاون

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ "جو شخص کسی کی مدد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی کسی ضرورت کے وقت مدد کرتا ہے۔"

(صائمہ نذیر۔ کراچی)

"فی الحال تو آپ کی ممبر شپ عارضی ہوگی، اگر آپ ہمارے معیار پر پورے اترے تو آپ کو پرمانینٹ ممبر شپ دے دی جائے گی۔" زوباریہ کے کہنے پر اس نے سر ہلا دیا۔

وہ اس کے فل کئے ہوئے فارم پر نظریں دوڑانے لگی۔

اس کا نام عامر، کوالیفیکیشن اس کے بعد باپ کا نام، پیشہ زوباریہ کے وجود میں یکلخت سنسنی سی دوڑ گئی۔

اس کے والد حکومت کے ایک انتہائی حساس ادارے میں اعلیٰ عہدے پر فائز تھے۔

اس نے بے اختیار عامر حسنات کی طرف دیکھا۔

وہ دیوار پر ٹنگی پینٹنگ کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"آپ نے لکھا ہے کہ آپ بزنس کرتے ہیں۔ آپ نے اپنے والد صاحب کی تقلید نہیں کی؟"

زوباریہ نے بظاہر بڑے سرسری انداز میں پوچھا تو وہ مسکرا دیا۔

"میں بزنس کرتا نہیں ہوں بلکہ کرتا تھا۔ جب میں اسٹیٹس میں تھا۔ اب تو مجھے وہاں سے لوٹے چار ماہ ہو چکے ہیں اور ادھر ابھی میں بالکل فارغ ہوں۔"

اس کے تفصیل سے جواب دینے پر زوباریہ نے بغور اسے دیکھا۔

"آپ کلب کیوں جوائن کرنا چاہتے ہیں؟"

"میں نے نیوز پیپر میں پڑھا تھا، آپ کا ایڈ دوستی بڑھانا یقیناً ایک بہت اچھا کاز ہے۔ اور میں بھی اسی لئے کلب جوائن کر رہا ہوں۔" وہ اطمینان سے کہہ رہا تھا۔

"کیا آپ لڑکیوں سے دوستی کرنا چاہتے

ہیں؟" زوباریہ نے اندازہ لگانا چاہا۔

"اوہ نومس۔" وہ بعجلت کہتے ہوئے اٹکا۔ تو زوباریہ نے اس کی مشکل آسان کردی۔

"زوباریہ۔"

"تھینک یو۔" وہ مسکرایا پھر اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "ایکچو یکلی میں اس سلسلے میں بہت محتاط ہوں۔ لڑکیوں سے دوستی کو اوائیڈ کرتا ہوں۔"

"واٹ......؟ کیا آپ کو پریشن نہیں ہے؟" زوباریہ نے تحیر سے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

"نہیں، لیکن میں کسی بھی قسم کے اسکینڈل یا افیئر کا حصہ نہیں بننا چاہتا۔"

"ویری اسٹرینج۔" زوباریہ واقعی حیران تھی۔

"ایکچو یکلی اس کی سب سے بڑی وجہ میرے ڈیڈی کی جاب ہے۔ ویسے اس بارے میں، میں نے کبھی کسی کو بتایا نہیں، لیکن آپ نے کہا تھا کہ بالکل سچائی سے سب کچھ لکھنا ہے اس لئے میں نے لکھ دیا۔" وہ وضاحت کررہا تھا۔ زوباریہ نہ سمجھنے والے انداز میں اسے دیکھنے لگی۔

"آپ کے ڈیڈی کی جاب کا آپ سے کیا تعلق؟"

"آپ نے پڑھا ہے نا ان کا ڈیپارٹمنٹ؟ وہاں یہ سب دیکھنا پڑتا ہے۔ ڈیڈی کو کچھ الٹی سیدھی بھنک بھی پڑ گئی تو میری خیر نہیں۔" وہ ہنس دیا۔

"اوہ۔" زوباریہ کے ہونٹوں پر طمانیت بھری مسکراہٹ پھیل گئی۔ اسے یک لخت جیسے بہت روشن راہ کھلی نظر آنے لگی تھی۔ اس نے جھک کر فارم پر اپنے سائن کئے اور اسے فائل میں رکھتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"آئیں، میں باقی ممبرز سے آپ کا تعارف کرادوں۔"

عامر اس کی تقلید میں اٹھا تھا۔ وہ اسے ساتھ لئے باہر چلی آئی۔ تھوڑی دیر کے بعد وہ تمام ممبرز سے اس کا تعارف کرا رہی تھی۔

❖❖❖

کسی کی چیخوں کی آواز پر اس کا سویا ہوا ذہن بیدار ہونے کے ساتھ ہی مستعد بھی ہوگیا۔ اس کا ہاتھ مکینکی انداز میں اپنے تکئے کے نیچے رینگ گیا۔ جہاں اس کا ریوالور لوڈ کیا ہوا پڑا تھا۔ وہ کمبل ہٹا کر پھرتی سے اٹھا، لائٹ جلائے بغیر وہ ننگے پاؤں ہی باہر نکل آیا۔

اب قدرے وقفے سے ہلکی ہلکی آوازیں آرہی تھیں۔ وہ لاؤنج میں پہنچا تو اسے اندازہ ہوا کہ آواز بوا کے کمرے سے آرہی تھی۔ اس کے اعصاب تن سے گئے۔ بہت احتیاط سے ناب گھما کر اس نے دروازہ دھکیلا تو سامنے منظر پر نگاہ پڑتے ہی اس کے اعصاب ڈھیلے پڑ گئے۔ گہری سانس اس کے حلق سے خارج ہوئی تھی۔

"یہ کیا ہو رہا ہے آدھی رات کو؟" وہ ناگواری سے بولتا اندر داخل ہوا۔

نائٹ بلب کی روشنی میں بوا سے لپٹی بیٹھی امتثال اسے صاف دکھائی دے رہی تھی۔

"پتہ نہیں میاں، ڈر کے اٹھ گئی ہے۔" بوا بے چاری خود پریشان تھیں۔

"ڈر کے اظہار کے لئے ایک ہی چیخ کافی تھی۔ ورلڈ ریکارڈ میں نام لکھوانا ضروری نہیں۔" اس کی بے حد ناگواریت بھری آواز کانوں میں پڑتے ہی وہ ساکت رہ گئی۔

"نیند کی پانچ، چھ گولیاں کھلا کر سلایا کریں۔ ڈسٹرب کرکے رکھ دیا ہے۔" وہ سر جھٹکتا، بڑبڑاتا کمرے سے نکل گیا۔

"بچی میں ہوں نا، ڈرنے کی کیا بات ہے۔" بوا نے اسے تسلی دی تو وہ گھٹی گھٹی آواز میں رونے لگی۔

"ڈرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اذلان میاں گھر میں ہیں، جاگ رہے ہیں۔"

اب وہ کیا بتاتی؟

اسی کا سایہ تو تھا جو آسیب بن کر راتوں کو ڈرانے لگا تھا۔

❖❖❖

زوباریہ نے عامر حسنات سے متعلق پوری رپورٹ فی الفور قاضی تک پہنچائی تھی۔

"زبردست...... زوبی ڈارلنگ یو آر گریٹ۔" وہ عامر کے والد کی پوسٹ سے متعلق سن کر گویا اچھل ہی پڑا تھا۔

"مگر بہت احتیاط کی ضرورت ہوگی ہمیں۔ وہ لڑکیوں سے کوسوں دور بھاگتا ہے۔" زوباریہ نے معنی خیزی سے کہا تو وہ حیران ہوگیا۔

"تم تو کہہ رہی ہو کہ اسٹیٹس سے لوٹا ہے؟"

"وہاں تو جو گل بھی اس نے کھلائے ہوں گے، وہ اب بھاڑ میں گئے مگر یہاں کے لئے اس کی پالیسی یہ ہے کہ وہ کسی بھی ایسے اسکینڈل میں ملوث نہیں ہونا چاہتا جس کا اثر اس کے باپ کی جاب پر پڑے۔ اس لئے وہ لڑکیوں سے دوستی کو اوائیڈ کر رہا ہے۔"

زوباریہ نے تفصیل سے بتایا تو وہ قدرے توقف کے بعد بولا۔

"یہ کام تم سے بہتر اور کوئی کر ہی نہیں سکتا زوبی۔ تمہارے جلوے اسے دو ہی دن میں پالتو کتے کی طرح پیروں میں لوٹنے پر مجبور کردیں گے۔"

"یہ تم اس لئے کہہ رہے ہو کہ ابھی تم نے اسے دیکھا نہیں ہے۔ زبردست بندہ ہے۔ شاید اسی لئے غرور بجتا ہے اس پر۔" زوباریہ کے انداز میں بے پناہ ستائش تھی۔

"تم کیا کم ہو کسی سے؟" ریسیور میں قاضی کا قہقہہ بلند ہوا تھا پھر وہ قدرے سنجیدگی سے بولا۔

"اسے ٹریپ کرو زوبی، وہ بہت اہم مہرہ ثابت ہوگا۔ خود سوچو ایک بندہ اگر فقط اسکینڈل یا افیئر سے اتنا خوفزدہ ہے تو پھر حد سے زیادہ بڑھ جانے پر اس کا کیا حال ہوگا۔ صورتحال یقیناً ہمارے حق میں ہوگی۔ ایک بار وہ ہمارے جال میں پھنس گیا تو سمجھو کہ حکومت ہماری ہے۔"

"اوکے باس......" وہ شوخی سے بولی۔ قاضی کا اس پر اتنا اعتماد گواہ تھا کہ وہ اب بھی اسے حسین تر سمجھتا ہے۔ اور یہ خیال اسے مزید پر اعتماد کر گیا تھا۔

انتظار

خوش ہیں جو مجھ کو در بدر کرکے
لوگ ہیں وہ میرے ہی گھر کے
کیا خبر تجھے اے بے وفا محبت میں
میں جی رہی ہوں مر مر کے
جانے سے پہلے بتا تو دیا ہوتا
میں دیکھ لیتی تمہیں جی بھر کے
نہیں کوئی امید نہیں کوئی آسرا
ختم ہوئی خواہش انتظار کرکے
سنا تھا زندگی آزمائش تسلسل نہیں رہتی
مگر کیا ملا مجھے اتنا صبر کرکے
فوزیہ نہ کر انتظار ان لمحوں کا تو
کچھ نہیں حاصل آنکھوں کو اشکبار کرکے

فوزیہ حسین، کراچی

"مجھے پل پل کی رپورٹ دینا زوبی۔ ایک بار یہ بازی ہم نے جیت لی تو پھر سمجھو اتنے برسوں کی محنت کا پھل مل جائے گا۔"

وہ بہت پرجوش ہو رہا تھا۔ زوبی کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔

"اب یہ سب تم مجھ پر چھوڑ دو۔ بس اتنا کردو کہ اس سے متعلق تمام انفارمیشنز چیک کرلو تاکہ کوئی شبہ نہ رہ جائے۔"

"نو پرابلم، شام تک ساری معلومات تمہاری ٹیبل پر ہوں گی۔" وہ یقین سے پر لہجے میں بولا تھا۔

❖❖❖

وہ تھکا ہارا گھر لوٹا تو بوا کو پریشان سا برآمدے میں بیٹھا دیکھ کر گھبرا گیا۔

"کیا ہوا...... خیریت تو ہے نا؟"

"اے میاں خاک ڈالیں میری خیریت پر۔ کبھی اس یتیم مظلوم بچی کی خیریت پوچھ لی ہوتی تو آج وہ کھڑے کھڑے مٹی کے تودے کی طرح گر نہ پڑتی۔"

ازلان کی الرٹ حسیات پر پھر سے بے نیازی کی برف گرگئی۔

''اس کی تو عادت ہوگئی ہے۔ کبھی بخار ہے' کبھی ڈر لگ رہا ہے' ایک یہ کام رہ گیا تھا وہ بھی کرلیا۔'' وہ بہت آف موڈ میں کہتا اندر چلا گیا۔ پھر چند لمحوں کے بعد واپس آگیا۔

''کھانے کو کچھ نہیں ہے کیا؟''

''جس کا پکایا کھا رہے تھے' وہ اب چلی گئی ہے۔'' بوا غصے سے بولیں تو وہ چکرا سا گیا۔

''کہاں...... کس کے ساتھ؟''

''دوپہر کو اسے تیز بخار تھا۔ پتہ نہیں کیا ضد سوار ہوئی' بیٹھ گئی کپڑے دھونے۔ پھر چولہے کے آگے جا کھڑی ہوئی۔ جانے پھر کیا ہوا' ایکدم سے زمین پر ڈھیر ہوگئی۔ وہ تو خدا کا شکر ہے کہ اسی پل ثمن اور سعید میاں آگئے ورنہ پتہ نہیں کیا ہوجاتا۔ یونہی بیہوش کو گاڑی میں ڈال کر اسپتال لے گئے ہیں۔''

وہ ساکت کھڑا سن رہا تھا۔

ذہن صرف ایک ہی خدشے کی جانب دوڑ رہا تھا۔

'کہیں اس کا خمیازہ بھی ماں کو نہ بھگتنا پڑ جائے۔'

انتشال پر تو جو بھی عذاب آتا' اسے پروا نہیں تھی مگر وہ جانتا تھا کہ سعید ہمدانی اسے بہت آسانی سے جذباتی طور پر بلیک میل کرسکتے تھے۔

''ان لوگوں نے بتایا نہیں کون سے ہاسپٹل لے جارہے ہیں؟''

اس نے بے تاثر لہجے میں پوچھا۔ بوا نے فوراً لاعلمی کا اظہار کیا تھا۔

''انہوں نے تو آتے ہی اسے گاڑی میں ڈالا اور نکل گئے۔''

وہ پرسوچ انداز میں انگشت شہادت سے ماتھا مسلنے لگا۔ پھر گہری سانس لے کر انہیں کہا۔

''چلیں آپ اب اندر آجائیں۔ جو ہوگا دیکھ لیں گے۔''

وہ افسردہ سی اس کے ساتھ اندر آگئیں۔

''بوا آپ کو کچھ کھانا ہے تو لادوں؟'' وہ بڑی ملائمت سے پوچھ رہا تھا۔

بلیک پینٹ اور اسکائی بلیو شرٹ میں اس کا اونچا لمبا وجود بے پناہ جچ رہا تھا۔ ان کی آنکھیں ڈبڈبا گئیں۔ اس کے بچپن سے لے کر آج تک انہوں نے اس کا اتنا اچھا اور فرمانبردار بچے کا سا روپ دیکھا تھا لیکن ان چند مہینوں میں وہ انہیں اجنبی سا لگنے لگا تھا۔

''نہ بچے' ایک دانہ بھی مجھ پر حرام ہے۔ جب تک بچی کو خیر سے نہیں دیکھ لیتی' کچھ حلق سے نہیں اترے گا۔ جانے اس کی کیا حالت ہوگی۔''

وہ انتشال سے بہت قریب ہوچکی تھیں۔ اس کا دکھ اپنا دکھ لگ رہا تھا۔

ازلان شانے اچکا کر پلٹا اور سیڑھیاں پھلانگتا اوپر چلا گیا۔ اسے معلوم تھا' بوا سے بحث کرنا بے کار ہے۔

اسے یوں تو کسی بات کی کوئی فکر نہیں تھی مگر سعید ہمدانی کہیں ثمن سے نہ الجھ بیٹھیں' یہ بات اسے قدرے پریشان کررہی تھی۔

رات دس بجے گاڑی کا ہارن بجا تو وہ تیزی سے نیچے چلا آیا۔ بوا گیٹ کھول چکی تھیں۔

گاڑی سے فقط سعید ہمدانی کو اترتے دیکھ کر وہ برآمدے ہی میں رک گیا۔

''کیسی ہے بچی اب؟''

''بوا! آپ اپنا اور انتشال کا سامان لیں اور گاڑی میں بیٹھیں۔''

وہ بہت غصے میں تھے۔ بوا ہراساں ہونے لگیں۔

''خیر تو ہے میاں؟''

''سب ٹھیک ہے۔ ہم لاہور جارہے ہیں۔ آپ جلدی کریں۔'' انہوں نے یونہی کھڑے کھڑے کہا تو وہ جلدی سے اندر چلی گئیں۔

''ماما نہیں آئیں؟'' ازلان کے پوچھنے پر وہ تند نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔

''آئی تھی وہ بھی۔ دیکھ لیا ہے اس نے بھی اپنے لائق وفائق بیٹے کا کارنامہ۔ اب آئندہ کبھی قدم بھی نہیں رکھے گی یہاں۔''

ان کے انداز میں مخفی شدید غصہ ازلان کو اچھی طرح محسوس ہورہا تھا۔

''وہ میری ماں ہیں۔ انہیں یہاں آنے سے کوئی نہیں روک سکتا۔'' وہ جتلانے والے انداز میں بولا تھا۔

''پہلے وہ میری بیوی ہے' پھر تمہاری ماں ہے اور یہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ ہم دونوں میں سے کس کا ساتھ دیتی آئی ہے۔'' ان کے لہجے میں تلخی آمیز طنز کی آمیزش تھی۔ وہ لب بھینچے انہیں دیکھنے لگا۔

''یہ بھی تمہاری ماں کا آئیڈیا تھا کہ چار چھ ماہ تمہیں تمہارے حال پر چھوڑ دیا جائے۔ میں تو کسی طور راضی نہیں تھا۔ اس رسک پر مگر اسے بڑی امید تھی تمہارے راہ راست پر آنے کی۔''

ان کے لہجے کی کاٹ ازلان کے خون میں تپش بھرگئی مگر اندر کی کھولن چھپا کر بڑے اطمینان سے بولا۔

''خدا کا شکر ہے' میں کبھی بھی بھٹکا ہوا نہیں تھا۔''

''اونہہ...... مجھے تمام ایکٹی ویٹیز کی رپورٹ مل رہی ہے۔ تم جتنے پانی میں ہو' اس کا اندازہ مجھے ہوگیا ہے۔''

ان کے استہزائیہ انداز پر اسے اپنی پیشانی تپتی محسوس ہوئی۔

''اور جو گل وہاں کھلے ہیں' وہ بھی آکر ضرور دیکھنا' شاید تبھی انسانیت کے جامے میں آجاؤ۔''

ان کا انداز گفتگو ازلان کو جلا کر خاک کرگیا۔ وہ ان سے مزید الجھتا مگر بوا سامان گھسیٹتی چلی آئیں۔

وہ ان کی مدد کے خیال سے آگے بڑھا مگر سعید ہمدانی نے اسے روک دیا۔

''ابھی میں اس قابل ہوں کہ ''اس'' کا بوجھ اٹھا سکوں۔'' وہ بہت ناراضگی سے کہہ کر سامان ڈکی میں رکھنے لگے۔ بوا گاڑی میں بیٹھ گئی تھیں۔ وہ اس کی طرف مڑے۔

''والدین کی نظریں اکثر وہ کچھ دیکھ لیتی ہیں جو ان کی اولاد سوچ بھی نہیں سکتی۔ میں نے بھی ایسی ہی دور اندیشی دکھانے کی کوشش کی تھی مگر تمہیں شاید حقیقت سے دور لاعلمی کے اندھیروں میں رہنا پسند ہے۔ اس سے بہتر میں تمہارے لئے کچھ نہیں کرسکتا تھا کہ انتشال جیسی بہترین لڑکی کو تمہاری زندگی میں شامل کردیا۔ مگر تم نے میرے ساتھ بالکل بھی اچھا نہیں کیا مگر غلطی شاید میری ہی تھی۔ مجھے تم پر اتنا انحصار ہی نہیں کرنا چاہئے تھا۔''

ان کے انداز سے تاسف اور مایوسی نمایاں تھی۔ وہ تھکے ہوئے انداز میں پلٹ گئے۔ وہ وہیں کھڑا انہیں جاتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

ان کے الفاظ ذہن میں بگولوں کی طرح گردش کررہے تھے۔

بہت ڈھیلے ڈھالے انداز میں وہ گیٹ بند کرنے کے لئے بڑھا تھا۔

کبھی زندگی یوں گزر رہی تھی کہ خوشیوں اور قہقہوں میں رات دن کا کچھ پتہ ہی نہیں چلتا تھا۔

یوں زبردستی کی زندگی گزارنا پڑے گی' یہ کبھی سوچا بھی نہ تھا۔

زندگی کے اس روپ نے تو انجر پنجر ڈھیلے کردیے تھے۔

وہ گیٹ بند کرکے پلٹا تو اس کے انداز میں تھکن سی تھی۔

''کوئی یوں بھی محبتوں کا خراج وصول کرتا ہے بابا' جیسے آپ نے۔'' وہ ٹینس ہورہا تھا۔

(باقی آئندہ)

پاس وہ آئے تو یہ اس کی عقیدت ہوگی
شاید اس شخص کو بھی مجھ سے محبت ہوگی
یوں نہ چپ چاپ میرے پاس آیا کر
بڑھ گیا پیار تو اک دن مصیبت ہوگی

"ملی ہو تم عامر حسنات سے؟" زوباریہ ریوالونگ چیئر پر جھولتے ہوئے ماریہ سے مخاطب ہوئی تو اس نے آہ سی بھری۔

"کہاں یار...... بس آتی دفعہ سرسری نگاہ پڑی ہے اس پر۔ واقعی بہت سمیشنگ ہے۔"

"آ کس مین ہے۔" زوباریہ معنی خیز نظروں سے ماریہ کو دیکھ کر بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔

"مگر میں اچھی طرح جانتی ہوں وہ فقط پوز کرتا ہے۔"

"مجھے یقین نہیں آتا۔ اتنی لڑکیوں کے درمیان کوئی مرد انہیں نظر انداز تو کیا کرے گا پوز ہی نہیں کرسکتا اور تم کہہ رہی ہو کہ وہ یہ دونوں کام کرتا ہے۔" ماریہ نے تمسخرانہ انداز میں کہا۔

"چیلنج......؟" زوباریہ نے یکلخت ہی پینترا بدلا تھا۔

چاہے بظاہر ان دونوں کی کتنی ہی دوستی کیوں نہ ہوتی' اندر سے وہ ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوششوں میں مصروف رہتی تھیں۔ اب بھی زوباریہ اندر سے سخت تلملا رہی تھی۔

قاضی نے اسے پہلے بے حد اعتماد دے کر عامر حسنات کا معاملہ پوری طرح سے اس پر چھوڑ دیا تھا مگر اب اچانک ہی اس نے لاہور سے ماریہ کو بھیج دیا تھا۔

زوباریہ نے پہلی فرصت میں قاضی سے فون پر بات کی تھی۔

"جب تمام بات طے ہوچکی تھی پھر ماریہ کو یہاں بھیجنے کی کیا ضرورت تھی؟" اس نے لگی لپٹی رکھے بغیر ماریہ کے سامنے ہی ماتھے پر سلوٹیں ڈال کے بات شروع کردی۔

"غصہ نہ کرو زوبی ڈارلنگ! تم نے اس کا بایوڈیٹا پڑھ لیا ہے نا؟ ہم اس کا ہاتھوں سے نکلنا افورڈ نہیں کرسکتے۔" قاضی نے اسے بہلایا تو وہ تلملا اٹھی۔

"کیا تم نے مجھے اتنا ہی گیا گزرا سمجھ لیا ہے؟"

"بی ہیو یو زوبی......" اب کی بار قاضی کے انداز میں محسوس کن بیزاری تھی۔

"یہ آرڈر "اوپر" سے آیا ہے۔ ذرا سی بھی کوتاہی اس چانس کو گنوا سکتی ہے۔ ہمیں جس طرح اور جیسے بھی ہو اسے اپنے جال میں پھانسنا ہے۔" قاضی نے بات ختم کردی۔ زوباریہ نے ٹھنڈا پڑ کے ریسیور کریڈل پر ڈالا تھا۔ اس دوران ماریہ بہت محظوظ کن نظروں سے اس کی تلملاہٹ کا نظارہ کرتی رہی تھی۔

اور اب وہ دونوں میدان عمل میں آمنے سامنے تھیں۔

"ایکسپٹیڈ......" ماریہ نے ہنس کر کہا۔ پھر سرسری

انداز میں بولی۔ ''شوق کیا کرتا ہے؟''

''میں نے اسے سگریٹ پیتے بھی نہیں دیکھا۔'' زوباریہ نے ٹھنڈی آہ بھری۔

''گولڈلیف۔''

''وری اسٹرینج یار!اس سے زیادہ بولڈ تو ہمارے کلب کی لڑکیاں ہیں۔'' ماریہ کو حقیقتاً بہت حیرت ہورہی تھی۔

اسے قاضی نے موٹی موٹی باتیں بتاکر بھیج دیا تھا' باقی سب ذمہ داری زوباریہ پر تھی کہ وہ اسے انفارم کرے گی۔ اس لیے وہ عامر حسنات کی دلچسپیوں سے قطعی ناواقف تھی۔

''اینی ویز!اب یہ تم پر ڈیپنڈ کرتا ہے کہ تم کیسے اس سے بات چیت بڑھاتی ہو۔''

زوباریہ نے خفیف سے شانے جھٹکے۔

عامر سے اس کی پہلی ملاقات اگلے روز ٹینس ہال میں ہوئی تھی۔

وہ گیم ختم کرکے اپنی سیٹ پر آبیٹھا۔ تولیے سے پسینہ خشک کرتے ہوئے اس نے پانی کی بوتل منہ سے لگالی۔ وہ اس قدر بے نیاز تھا کہ ساتھ والی چیئر پر بیٹھی ماریہ کی طرف ایک نگاہ تک نہیں کی تھی۔

''ہیلو......'' ماریہ نے خود ہی اسے مخاطب کیا تو اس نے چونک کر بوتل منہ سے ہٹائی اور چہرہ موڑ کر اس کی طرف دیکھا۔

''ہیلو......'' ہلکی سی مسکراہٹ بھی اس کے چہرے پر نہیں آئی تھی اور وہ دوبارہ اسی بے نیازی کے ساتھ تولیہ بیگ میں ٹھونسنے لگا تھا۔

''آپ کی گیم بہت زبردست ہے۔'' ماریہ نے اسی بشاشت سے کہا۔ اب کی بار عامر نے اس کی طرف دیکھا بھی نہیں اور ''تھینکس'' کہہ کر دوسرے لڑکوں کا گیم دیکھنے لگا۔

ماریہ اندر ہی اندر تلملا کر رہ گئی۔ مگر اس نے ہونٹوں پر بدستور دلکش سی مسکراہٹ سجا رکھی تھی۔

''کیا آپ کلب کے پرمانینٹ ممبر ہیں؟''

اس کی مستقل مزاجی پر وہ پھر سے چہرہ موڑ کر اسے دیکھنے لگا۔

بلیک جینز اور بلیو ہاف سلیوز ٹی شرٹ میں ملبوس وہ چہرے پر بہت سادہ سے تاثرات سجائے ہوئے تھی۔

''یس......''

''ایکچوئلی مجھے ٹینس کا کریز ہے۔ مجھے کلب جوائن کیے چند روز ہی ہوئے ہیں۔ آج آپ کے گیم نے مجھے بہت انسپائر کیا ہے۔''

وہ سخت متاثر دکھائی دے رہی تھی۔ وہ بھی انسان بلکہ سب سے بڑھ کر مرد تھا۔ اور ایک اچھی خاصی خوب صورت لڑکی کی تعریف تو اچھے اچھوں کو فرش سے عرش تک پہنچادیتی ہے۔ بہرحال عامر کے ہونٹوں پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ پھیل ہی گئی۔

''میں اتنا اچھا کھلاڑی نہیں۔ کافی عرصے سے آؤٹ آف پریکٹس ہوں۔ ابھی چند ہی دن ہوئے ہیں پھر سے اسٹارٹ کیے۔'' اس نے صاف گوئی سے اعتراف کیا۔

''اس کا مطلب ہے کہ میری گیم بھی کچھ زیادہ اچھی نہیں ہے۔'' وہ فکرمندی بھری شرارت سے بولی تو وہ ہلکے سے ہنس دیا۔ ماریہ کے دل میں طمانیت کی ایک لہر اٹھی تھی۔ عامر حسنات کو پھانسنا مشکل تو تھا ناممکن نہیں۔

اس کے بعد ماریہ نے اسے اپنا نام بتا کر استفہامیہ نظروں سے دیکھا تو اس نے قدرے توقف کے بعد اپنا نام بھی بتادیا۔ ماریہ نے مستقلاً ہونٹوں پر بے ضرر سی مسکراہٹ پھیلا رکھی تھی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ شکاری کا ارادہ بھانپ کر شکار الرٹ ہوجائے۔

وہ بدستور کھیل سے متعلق چھوٹی چھوٹی باتیں پوچھ رہی تھی۔ عامر کے لیے یہ بے ضرر گفتگو تھی اس لیے وہ اس کو تفصیل سے بتارہا تھا' جبکہ ماریہ کا دل اپنی اس کامیابی پر بڑے تفاخر سے دھڑک رہا تھا۔

☆☆☆

''تم اب کبھی مجھے اپنی شکل بھی مت دکھانا۔'' ثمن بے حد غصے میں تھیں۔

اس نے کافی دنوں کے بعد گھر فون کیا تھا۔ اس کے خیال میں حسب سابق اب ماما اور بابا کا غصہ ٹھنڈا ہوچکا ہوگا لیکن ثمن کے انداز سے لگ رہا تھا کہ اب کی بار وہ اسے بخشنے کے موڈ میں نہیں تھیں۔ وہ قدرے خفگی سے بولا۔

''ماما آپ بھی اب بابا کی زبان بولنے لگی ہیں۔''

''تم ہو ہی اسی قابل۔ میں خواہ مخواہ تمہاری حمایت میں ان سے الجھتی رہتی تھی۔ بالکل ٹھیک سلوک کرتے ہیں وہ تم سے۔ نام ڈبو کر رکھ دیا ہے تم نے تو ہمارا۔'' ثمن نے اسے جھاڑا تو وہ جز بز ہوکر رہ گیا۔

''ایسا کیا کردیا ہے میں نے؟ اور پھر ظلم تو میرے ساتھ ہوا تھا۔''

''بکواس مت کرو اذلان۔'' وہ بے حد غصے سے بولیں۔

اذلان خاموش رہ گیا۔ وہ زندگی میں پہلی بار اس کے ساتھ اس بُری طرح بول رہی تھیں۔

''کیا ظلم ہوا ہے تم پر؟ یہی نا کہ تمہارے باپ نے تمہیں دلدل میں دھنسنے سے بچالیا۔ پھر ایک ہیرے جیسی لڑکی تمہارے حوالے کردی۔ یہ ظلم ہے تمہارے ساتھ؟''

''ہاں...... ہیرے جیسی لڑکی۔'' اس کے استہزائیہ انداز پر وہ پیچ کر رہ گئیں۔

''سچ بات تو یہ ہے کہ تم ہی اس کے قابل نہیں تھے۔ چند ماہ میں اس بیچاری کو تم نے سائیکی کیس بنادیا ہے۔ ابھی تک وہ انڈر ٹریٹمنٹ ہے۔ خون کا ایک قطرہ نہیں ہے اس کے جسم میں۔''

ان کی اس قدر حمایت اسے سلگا گئی۔

''تو کیا میں نے پی لیا ہے اس کا خون؟ ایسا ہی ڈریکولا ہوں نا میں۔''

''کم بھی نہیں ہو۔ بتایا ہے بوا نے مجھے۔ جیسی باتیں تم اس سے کرتے رہے ہو' کوئی بھی شریف اور خوددار لڑکی سن کر یقیناً پاگل ہوسکتی ہے۔'' انہوں نے تلخی سے کہا تو وہ چڑ کر بولا۔

''میں نے اس سے کچھ نہیں کہا۔ میں تو اس کی شکل بھی دیکھنا نہیں چاہتا۔''

اس کی بات پر یکلخت وہ خاموش ہوگئیں۔

''ہیلو......'' اذلان نے پکارا تھا۔

''سچ کہہ رہی ہوں اذلان' ابھی بھی وقت ہے' اس کی طرف پلٹ آؤ۔ خدا تم پر ابھی بھی مہربان ہے' تمہیں خوشیوں سے نوازنے والا ہے۔''

اب کی بار انہوں نے ملتجیانہ انداز میں کہا تو وہ اکتاہٹ بھرے لہجے میں انہیں ٹوک گیا۔

''ماما پلیز......''

''جہنم میں گئی تمہاری ماما......'' وہ غصے سے بولیں مگر وہ بات بدل گیا تھا۔

''میں سنڈے کو آرہا ہوں لاہور۔''

''کیا کرنے؟'' انہوں نے بے حد رکھائی سے پوچھا تو وہ مچل اٹھا۔

''آپ سے ملنے۔ کتنا عرصہ ہوگیا ہے آپ کو دیکھے۔''

''مجھے ضرورت نہیں ہے ایسی چاہت کی۔ اگر تم انشال کی شکل نہیں دیکھنا چاہتے تو مجھے بھی تمہاری شکل کی ایسی کوئی چاہت نہیں۔ تبادل تو ہر ایک کا مل جاتا ہے اذلان۔ اور کہتے ہیں کہ اصل سے زیادہ سود پیارا ہوتا ہے۔ خدا حافظ!'' انہوں نے کھٹاک سے ریسیور رکھ دیا۔

وہ جو ان کی طویل گفتگو کے دوران بار بار منہ کھول رہا تھا' جھنجلا کر رہ گیا۔ موبائل آف کرکے صوفے پر پھینک دیا۔

اس کی سوئی تو یہیں اٹک گئی تھی کہ ثمن نے اسے لاہور آنے سے منع کردیا تھا بلکہ وہ تو اس کی شکل بھی دیکھنے سے انکاری تھیں۔

چند ثانیوں تک وہ اپنی کمر پر ہاتھ جمائے کھڑا موبائل کو گھورتا رہا پھر صوفے میں دھنس کر ریموٹ اٹھا کر ڈش کے چینلز بدلنے لگا۔

ایک نہایت بے ہنگم سا ناچ گانے والا چینل اونچی آواز میں لگا کر اس نے صوفے کی پشت پر سر ٹکا کر آنکھیں موند لیں۔

ایک عجیب سی کیفیت بلکہ مضطربانہ سی کیفیت نے دل و دماغ کو آکٹوپس کی طرح جکڑ لیا تھا۔

لاہور کے ذکر کے ساتھ ہی زوئیلہ کی یاد نے زور مارنا شروع کر دیا تھا۔ اس نے پکا فیصلہ کرلیا تھا کہ اس بار وہ زوئیلہ سے مل کر آئندہ زندگی اکٹھے گزارنے سے متعلق لائحہ عمل طے کرے گا۔ کتنے ہی ماہ ہوگئے ہیں اسے دیکھے؟''

وہ یونہی آنکھیں موندے انگلیوں پر دن گننے لگا۔

☆☆☆

زوباریہ کا موڈ سخت خراب ہو رہا تھا۔ ماریہ کو دیکھتے ہی اندازہ ہوگیا تھا۔ اس کے کچھ پوچھنے سے پہلے ہی وہ اپنی کرسی کھسکا کر اٹھی اور چلی گئی۔ ماریہ نے استعجاب سے عامر کی طرف دیکھا۔ وہ بڑے پُرسکون انداز میں جوس کا گلاس ہاتھوں میں گھما رہا تھا۔ ''اس کو کیا ہوا؟'' ماریہ کرسی گھسیٹتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ گئی۔

''آئی ڈونٹ نو......'' اس نے اپنی ازلی بے نیازی سے شانے اچکائے تھے۔ ماریہ اس کے انداز پر ہنس دی۔

''وہ کتنی دیر یہاں بیٹھی رہی؟''

''پندرہ بیس منٹ تک۔'' وہ بولا۔

''اور تم نے اس سے کتنی بات کی؟''

ماریہ کے پوچھنے پر وہ چند سیکنڈ غور کرنے کے بعد ہنس دیا۔

''ایکچوئلی میں تب بات کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔''

''ماریہ کہنی ٹیبل پر ٹکا کر آگے کو جھکی تھی۔

''اور اب......؟''

اس کے معنی خیز انداز پر ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ عامر نے اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔

''تمہاری بات اور ہے۔ میں ہر کسی کو اپنے نزدیک آنے کی اجازت نہیں دیتا۔''

اس کی بات پر ماریہ نے اپنے دل میں خفیف سی سنسناہٹ محسوس کی تھی۔ کیا وہ کوئی اشارہ دے رہا تھا؟

اس نے گہری نگاہ اس کے تاثرات پر ڈالی۔

اس کے ہونٹوں پر وہی دلکش مسکراہٹ تھی جو کئی لڑکیوں کا دل دھڑکا دیتی تھی۔

''کوئی پروگرام بناؤ عامی...... کہیں چلتے ہیں۔ بہت بوریت ہو رہی ہے آج کل۔''

''وائی ناٹ...... جہاں کہو، مگر ذرا پرسنلی۔''

وہ قدرے دھیمی آواز میں بولا تو ماریہ بڑے ناز سے جھنجلائی۔

''ایک تو یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ تم خود کو پوز کیوں کرتے ہو؟ کلب میں تمہاری شہرت کسی ''پاک دامن'' کی طرح ہے۔ حالانکہ تم ایسے ہو نہیں۔'' اتنے دنوں میں ماریہ وہ واحد لڑکی تھی جس سے عامر حسنات کی گہری دوستی ہوگئی تھی۔ اور عامر نے اسے اپنے متعلق سب کچھ سچ بتا دیا تھا۔

''آج کل حالات بہت ٹائٹ جا رہے ہیں۔ میری ذرا سی غلطی ڈیڈی کی جاب پر اثر انداز ہوسکتی ہے۔ ایسی صورت میں میں یہاں کسی پر ٹرسٹ نہیں کرسکتا۔ کوئی بھی مجھے اسکینڈلائز کرکے ڈیڈی سے کچھ فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ آفٹر آل میں ان کا اکلوتا اور لاڈلا بیٹا ہوں۔''

اس نے وضاحت کی۔ ماریہ کا انداز بحث کرنے والا تھا۔

''اور وہ جو امریکہ میں جانے کتنی لڑکیاں روتی چھوڑ آئے ہو؟''

''اسٹوپڈ......'' عامر نے خوشگوار قہقہہ لگایا پھر بولا۔ ''تم خوش نہیں ہو کہ یہاں میں صرف ایک پر قانع ہوں؟''

''تم نے ابھی تک خوش کرنے والی بات ہی کون سی کی ہے۔'' ماریہ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا تو لحظہ بھر کو اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا پھر جیسے ہار کر بولا۔

''کہاں چلنا ہے......؟''

ماریہ بے اختیار اس کا ہاتھ تھام کر پُرجوش آواز میں بولی۔

''میرے فلیٹ پر۔''

''کب......؟''

''اوں...... کل پرسوں۔ جب تم کہو۔''

''آج ہی کیوں نہیں؟'' وہ زیر لب مسکرا رہا تھا۔

''ممی کو بھی تو پٹانا ہوگا۔'' ماریہ نے نثار ہونے والے انداز میں کہا تو وہ ذومعنی انداز میں بولا۔

''خیال رکھنا' یہ دعوت تمہاری ہے' انجام کی ذمے داری مجھ پر نہیں ہونی چاہیے۔''

ماریہ نے دلکش سا قہقہہ لگایا تھا۔

''اوہ...... یو ڈونٹ وری۔ اٹس مائی پلیژر۔''

''چلو پھر ذرا لانگ ڈرائیو پر چلیں۔''

وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ ماریہ نے فی الفور اس کی تقلید کی تھی۔ بلیک ٹائٹس اور بلیک ہی شرٹ میں اس کا حسن پوری آب و تاب سے جگمگا رہا تھا۔ کچھ چمک کامیابی کے خیال نے بھی بڑھا دی تھی۔ شکار کو چارہ تو اس نے ڈال دیا تھا مگر اب وہ دوسری لائن پر سوچنے لگی تھی۔

عامر حسنات کی دولت' اس کی پرسنیلٹی نظر انداز کیے جانے کے قابل نہیں تھی۔ وہ اب عامر کو صرف اپنے قابو میں کرنے کے طریقے سوچنے لگی تھی اور اس کا طریقہ بہت آسان سا تھا کہ وہ زوباریہ یا قاضی کی ہدایات پر چلنے کے بجائے خود سے لائحہ عمل تیار کرنا چاہ رہی تھی۔ اسے اچھی طرح اندازہ تھا کہ روپ کی چاندی ڈھلنے کے بعد قاضی اسے دودھ میں سے مکھی کی طرح نکال پھینکے گا۔ عامر کی صورت میں اسے اپنا بہترین مستقبل دکھائی دیا تو وہ قاضی جیسے درندے سے بھی بغاوت کرنے پر رضامند ہوگئی تھی۔

''یہ زوباریہ میڈم کچھ عجیب سی فطرت کی نہیں ہے؟''

عامر کی بات پر وہ چونکی تھی۔

''ہوں...... ہاں۔''

''ابھی کل بہت دور ہے جانم۔'' وہ معنی خیز لہجے میں اس کو غائب دماغی کا احساس دلاتے ہوئے بولا تو وہ ہنس دی۔ پھر قدرے توقف کے بعد اس نے اپنے پلان کے مطابق کہا۔

''تم ذرا زوباریہ سے بچ کے رہنا۔''

''ایسا کیوں؟'' اس نے گاڑی کی اسپیڈ گھٹاتے ہوئے پوچھا تھا۔

''مجھے بہت عرصہ تو نہیں ہوا کلب جوائن کیے مگر مجھے یہاں کی بہت سی عجیب و غریب سرگرمیوں کا پتہ چلا ہے۔''

''وہ تو مجھے بھی پتہ چل چکا ہے۔ یہاں ہر وہ چیز چلتی ہے جس کی ممانعت ہے۔'' وہ آرام سے بولا۔ ماریہ نے ایک اچٹتی نگاہ اس پر ڈال کر کہا۔

''یہ سب تو بہت عام بات ہے۔ ڈرنک تو ایک عام سی شے ہوگئی ہے۔ میں اس کلب کی اور اس کے اونر کی ریپوٹیشن سے متعلق بات کر رہی ہوں۔''

''ہماری ریپوٹیشن کون سی اچھی ہے۔''

عامر نے قہقہہ لگا کر کہا تو وہ اس کے بازو پر مکا مار کر ہنس دی۔

''ویسے کیا سنا ہے تم نے۔ جس نے تمہیں اتنا پریشان کر رکھا ہے؟'' عامر نے ونڈ اسکرین سے نظر ہٹا کر سرسری انداز میں پوچھتے ہوئے اسے دیکھا تو وہ اطمینان سے بولی۔

''یہ ٹاپ سیکرٹ ہے۔ صرف اسے بتا سکتی ہوں جو میرے دل کے قریب ہو۔''

بے ساختہ مسکراہٹ نے عامر کے ہونٹوں کا گھیراؤ کیا تھا۔

''اس وقت تو میں ہی تمہارے دل سے فٹ بھر کے فاصلے پر موجود ہوں۔ کیا یہ اعزاز مجھے حاصل نہیں ہوسکتا؟''

اس کے شرارتی انداز پر ماریہ نے تیکھی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''یہ فٹ بھر کا فاصلہ بھی تمہارا ہی پیدا کردہ ہے۔ تم

چاہتے تو بہت پہلے ہی یہ اعزاز حاصل کر سکتے تھے۔“
اس کے انداز نے عامر کو بہت محظوظ کیا' اس نے ماریہ کا ہاتھ تھام لیا تھا۔
”جانم! دیر تو اب بھی نہیں ہوئی۔ کل سے یہ فاصلہ بھی مٹائے دیتے ہیں۔“ اس کے معنی خیز انداز پر ماریہ بڑے ناز سے مسکرانے لگی۔

☆☆☆

ڈنر کے بعد عد بعد سب آہستہ آہستہ چلے گئے۔
”مائی گاڈ...... نبیل! اتنا ٹائم ہو چلا ہے۔ آئی ہیو ٹو گو ناؤ۔“ قاضی آخری مہمان کو پورچ تک چھوڑ کر آیا تو وہ رسٹ واچ دیکھتے ہوئے جیسے حواس میں لوٹی تھی۔
”ابھی تو رات باقی ہے' ابھی تو بات باقی ہے۔“
وہ گہری نظروں سے اسے دیکھتا ہوا بولا تو وہ سر جھٹک کر اٹھنے لگی۔
”یوں لگ رہا ہے جیسے...... میرا دماغ بکھر کر رہ گیا ہو۔“
اس کے لہجے میں ہلکی سی لڑکھڑاہٹ اور بے ترتیبی تھی۔
قاضی نے آگے بڑھ کر ہلکے سے اسے دوبارہ صوفے پر دھکیل دیا۔
”آج یہیں رہو نا۔“
”تمہیں ابھی میرے ابو کے مزاج کا پتہ نہیں ہے۔ وقت دیکھو کیا ہو گیا ہے۔“ اس کے حواس پوری طرح قابو میں نہیں تھے پھر بھی اس کے انداز میں تشویش سی تھی۔ وہ صوفے کی بیک پر آ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتا ہوا جھکا۔
”عشق ہو جاتا تجھے اپنے بدن سے خود بھی
ایک شب ہم نے اگر تجھ کو سنوارا ہوتا“
”شٹ اپ......“ وہ مخمور سے انداز میں ہنسی تو وہ گھوم کر اس کے سامنے آ گیا۔ اس کا ہاتھ تھام کر اسے کھڑا کیا۔
”نیند آ رہی ہے تو بیڈ روم میں چلو۔“
”مجھے گھر جانا ہے۔“
”ہم نے تو یہ جان آپ کے نام لکھ دی ہے جان من۔ گھر کیا چیز ہے۔“ وہ اس کی کمر میں بازو حمائل کیے اسے ساتھ لیے چل پڑا۔
”مذاق نہیں کرو نبیل...... مجھے ڈراپ کر کے آؤ۔“
”کون کافر مذاق کر رہا ہے یار۔“ وہ ہنسا اور دروازہ کھول کر اس کے ساتھ اندر آ گیا۔
اس کے کمرے کی خوب صورتی نے ہمیشہ کی طرح زوئیلہ کو مسحور کر دیا۔
وہ اسے چھوڑ کر اپنی وارڈ روب کی طرف بڑھا اور دروازہ کھول کر کچھ نکالنے لگا۔
پھر جب وہ اس کی طرف پلٹا تو اس کے ہاتھوں میں نفیس سا براؤن کلر کا مخملیں کیس تھا۔
”یہ کیا ہے......؟“ زوئیلہ نے مسکرا کر پوچھا تو اس نے بازو سے پکڑ کر اسے اپنے جہازی سائز بیڈ پر بٹھا دیا۔
”یہ میری جان کے لیے ہے۔“
قاضی نے ہونٹوں پر شاطرانہ مسکراہٹ پھیلاتے ہوئے کیس کھولا تھا۔
”واہ...... بیوٹی فل۔“
ڈائمنڈ کا بے حد خوب صورت سیٹ جگمگاہٹیں بکھیر رہا تھا۔
”یہ میرے لیے ہے......؟“ وہ بے یقین سی تھی۔
قاضی نے نیکلس اٹھا کر اس کی طرف بڑھا دیا۔
”تم پہنا دو نا۔“ وہ لاڈ بھرے انداز میں بولی۔ خوشی اس کے ہر عمل سے ظاہر ہو رہی تھی۔
”اٹس مائی پلیژر......“ وہ تو موقع کی تلاش میں تھا۔ فوراً اٹھا اور اس کی گردن میں نیکلس پہنانے لگا۔
”کیسا لگ رہا ہے؟“ وہ پلکیں جھپکاتے ہوئے بڑی ادا سے پوچھ رہی تھی۔
”تم سا کوئی نہیں زی...... تم تو ان سب چیزوں کے بغیر بھی چاند ہو۔“ وہ گستاخ جسارتوں پر آمادہ تھا اور ڈائمنڈ کے سیٹ میں اتنی طاقت ضرور تھی کہ وہ اس کی شوخیوں کو

برداشت کر رہی تھی۔
اس کے لب و لہجے کی بے ترتیبی اور حد سے بڑھتی ہوئی جسارتیں زوئیلہ کے وجود کو سنسنا گئیں۔
”نبیل مجھے گھر جانا ہے...... تم پاگل ہو رہے ہو۔“
”یہیں رکی رہو یار......“
وہ اس کی ایک نہیں سن رہا تھا۔ زوئیلہ بمشکل اپنے آپ کو اس کی گرفت سے چھڑاتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی رنگت میں سرخیاں گھلی ہوئی تھیں۔
”بس...... اٹھو اب اور مجھے چھوڑ کے آؤ۔“
”تھوڑی دیر کے بعد میں تم کو چھوڑ کر آؤں گا۔ ابھی رکو۔“
وہ بے قرار ہوا مگر زوئیلہ کے ذہن میں ہلکی سی سنسناہٹ ہو رہی تھی۔ اسے کچھ غلط لگ رہا تھا۔ قاضی نے اسے مزید روکنا چاہا لیکن وہ ضد پر اڑی ہوئی تھی۔
”اوکے...... ایک تو تم پکی بے وقوف ہو۔ کبھی جو ذرا انجوائے کر لو۔“ وہ مصنوعی غصے سے اسے دیکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔
”اب الوداع تو کہہ سکتا ہوں نا تمہیں؟“
”تم تو بس بہانے ڈھونڈتے رہو۔“
وہ کھلکھلا کر ہنسی' وہ دو قدم آگے بڑھا تھا۔ چند لمحوں کے بعد وہ اسے ڈراپ کرنے جا رہا تھا تو اس کے دل و دماغ طمانیت کے حصار میں تھے۔ جو وہ چاہتا تھا' اس نے حاصل کر لیا تھا۔ اسے پوری امید تھی کہ روفی نے کیمروں کی ایڈجسٹمنٹ بہترین طریقے سے کی ہوگی۔

☆☆☆

وہ ثمن سے ملنے لاہور آیا تھا مگر ان کا رویہ اس قدر سرد مہر تھا کہ ان سے ملنے کی ساری خوشی تاسف و بے یقینی میں بدل گئی۔
”ماما میں نے ایسا کیا کر دیا ہے جو آپ اس قدر ناراض ہو رہی ہیں؟“ بے حد خفگی سے پوچھا۔
ماں سے محبت کرتا تھا اسی لیے ان کی بے رخی برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔
”میں تمہیں بتانے کی پابند نہیں ہوں اور اپنے تمام اعمال سے تم خود اچھی طرح واقف ہو۔“
وہ ہنوز اسی لب و لہجے میں بولیں تو وہ سلگ اٹھا۔
”اگر آپ کا اشارہ اقتثال کی طرف ہے تو میں اپنی صفائی پیش نہیں کروں گا کیوں کہ میں حق پر ہوں۔ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ میں اسے فقط آپ کی وجہ سے اپنا رہا ہوں ورنہ میں اس کی شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتا۔“
وہ لگی لپٹی رکھے بغیر کہہ رہا تھا۔ ثمن کا دماغ کھول اٹھا۔
”فضول بکواس مت کرو۔“
”میں بالکل ٹھیک کہہ رہا ہوں۔ اور ماما آپ بھی سن لیں' میں ہر حال میں زوئیلہ سے شادی کروں گا۔“
وہ اسی اکھڑ انداز میں بولا تو وہ بے حد خفگی سے اسے دیکھتے ہوئے طنزیہ انداز میں بولیں۔
”تمہیں پتہ ہے کہ اقتثال امید سے ہے؟“
وہ نہ سمجھنے والے انداز میں انہیں دیکھنے لگا۔
”ڈاکٹر نے کہا ہے کہ وہ تخلیق کے عمل سے گزر رہی ہے۔“
وہ اسی انداز میں بولیں تو اس کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔
اسے اپنا آپ خلا میں معلق محسوس ہونے لگا۔
”واٹ...... آر یو...... شیور؟“
وہ شاکڈ تھا۔ حد درجہ بے یقینی سے پوچھا تو ثمن غصے سے سر جھٹکتی اٹھ گئیں۔ وہ شرمندگی و شرمساری کی دلدل میں دھنسنے لگا۔
اپنے تمام الفاظ طمانچوں کی طرح منہ پر آ پڑے تھے۔ تمام دعوے اپنا مذاق اڑاتے محسوس ہو رہے تھے۔
چند لمحوں کی بھول' پچھتاووں کا جال بن کر وجود سے لپٹ جائے گی' اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔
بے بسی کی حد تھی' وہ ماں کو یہ بھی نہیں کہہ سکتا تھا کہ وہ کبھی کمزور لمحوں کا شکار نہیں ہوا تھا بلکہ یہ حادثہ فقط نفرت اور شدید نفرت کا شاخسانہ ہے۔

اسے اپنا وجود تار عنکبوت میں جکڑا محسوس ہونے لگا۔ وحشت حد سے بڑھی تو وہ اٹھا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

عامر کو کلب میں داخل ہوتے دیکھ کر ماریہ تیزی سے اس کی طرف لپکی تھی۔

''کس قدر بے وقوف ہو تم، کل ساری رات میں تمہارا انتظار کرتی رہی۔ کہاں تھے تم؟''

''آرام سے......'' وہ ہنسنے لگا۔ مگر وہ یوں ہی منہ پھلائے ہوئے تھی۔ وہ اس کے ساتھ ٹیبل پر آ گیا۔

''ایک بے حد ضروری کام تھا مجھے۔ بس اسی وجہ سے۔''

''مجھ سے ضروری کیا کام ہو سکتا ہے تمہیں؟'' وہ خفا ہونے لگی۔ عامر نے گہری نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

''رائٹ...... ویری رائٹ۔ مگر یار ڈیڈی نے بے حد ضروری کام سے بلایا تھا۔ تم انہیں نہیں جانتیں، وہ اپنے اصولوں کے بہت پکے ہیں، ذرا گھڑی کی سوئی سے ادھر ادھر ہو جاؤ تو ان کا پارہ آسمان کو چھونے لگتا ہے۔'' وہ بیچارگی سے بولا۔ مگر وہ تو اس کے دو لفظوں ہی ہی بہل گئی تھی۔

''بہت بُرے ہو تم......''

''سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے۔''

عامر حسنات جیسا بندہ یوں سر جھکائے بیٹھا ہو اور کوئی لڑکی قسمت کو اپنے در پر محسوس نہ کرے۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا تھا۔ ماریہ نے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

''ناراضگی ختم......؟'' اس نے معصومیت سے پوچھا تو ماریہ اس کے انداز پر نثار سی ہو گئی۔

''ختم، مگر آئندہ ایسا کبھی نہیں ہونا چاہیے۔''

''اوکے......'' وہ فوراً مان گیا۔ پھر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے بولا۔ ''کلب میں بڑی سرگرمیاں ہو رہی ہیں خیر تو ہے؟''

لمحہ بھر کو اس نے کچھ سوچا پھر آگے کو جھکی۔

''تم پر میں کتنا اعتبار کر سکتی ہوں؟''

''اپنی جان سے زیادہ۔'' وہ اس کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بولا تو اس نے گہری سانس لی پھر آہستگی سے بولی۔

''پرسوں سے کلب کے تمام بڑے بڑے ممبرز آنا شروع ہو جائیں گے۔ دوسرے شہروں سے بھی اور اس دفعہ تو شاید بیرون ملک سے بھی۔''

''کیا کرنے؟'' وہ حیران ہوا۔

''مائی ڈیئر۔ یہی تو اصل بزنس ہے کلب کا۔'' وہ خفیف سی ہنسی کے ساتھ اتنی سی آواز میں بولی۔

''میں سمجھا نہیں۔'' وہ الجھا تھا۔

''یہاں تم جتنی بھی لڑکیاں دیکھ رہے ہو نا، یہ سب اس کلب کا ''بزنس'' ہیں۔'' وہ معنی خیزی سے مسکرائی، وہ بھونچکا رہ گیا۔

''واٹ؟ یہ سب۔''

''یہی اصل بزنس ہے قاضی کا۔ دولت کا لالچ یا پھر تھرل پسند کرنے والی لڑکیوں کو بہ آسانی یہ لوگ اپنے جال میں پھانس لیتے ہیں۔''

عامر کے تاثرات سے پتہ چل رہا تھا کہ یہ انکشافات اس کے لیے ایک شدید دھچکا ثابت ہوئے تھے۔

''دولت کا نشہ اور تھرل کا شوق جب کم ہوتا ہے، تب ان کے پاس اتنی چوائس ہی نہیں ہوتی کہ یہ کہیں جا سکیں۔''

وہ بتا رہی تھی، بہت لاپروا سے انداز میں۔ عامر تیزی سے سنبھلا تھا۔

''لیکن کیوں......؟ سب اپنی مرضی کی مالک ہیں۔''

''ہاں...... مرضی کی مالک......'' وہ استہزائیہ انداز میں ہنسی۔ ''ان سب کی ویڈیوز ان لوگوں کے پاس ہیں۔ جو کارنامے یہ سب کر چکی ہیں وہ ان کے احتجاج اور سب سے بڑھ کر ان کی شرم و حیا اور ضمیر کو سلانے کے لیے کافی ہیں۔''

''مگر کیوں...... اس سب کی کیا ضرورت ہے؟''

عامر سخت حیرت زدہ تھا اور ماریہ اس کی حیرت سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔

''تمہاری یہی بے خبری تو مجھے پسند ہے۔'' وہ مخمور سے انداز میں بولی۔ پھر وہ وضاحت کرنے لگی۔

''دراصل اس کلب کے ممبرز میں ایسے ایسے لوگ موجود ہیں کہ تم سوچ بھی نہیں سکتے۔ یہ تمام ویڈیوز ایک مخصوص دن میں پیش ہوں گی۔ سب کی چوائس معلوم ہو جائے گی اور اس کے بعد ڈیلنگز ہوں گی۔ ہر سال یہی گیم ہوتا ہے۔ بہت کامیاب جا رہا ہے ان کا بزنس۔''

اپنے آپ کو بچا کر اس نے محتاط الفاظ میں ساری ہسٹری بیان کر دی تھی۔ وہ لب بھینچے اسے دیکھ رہا تھا۔

''کیا مجھے بھی ایسی ہی کسی سازش کا شکار کیا گیا ہے؟''

اس کے تلخ انداز پر ماریہ نے بڑے سکون سے اس کو دیکھا تھا۔

''میرے ہوتے ہوئے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔ ان لوگوں نے شاید سوچا ہو مگر میں کسی بھی قیمت پر یہ سب نہیں ہونے دوں گی۔''

''ڈیم اٹ......'' عامر نے برہمی سے سر جھٹکا۔ ''میں پہلے ہی ان چکروں سے دور رہنا چاہ رہا تھا۔ مجھے شک تھا، کچھ نہ کچھ ضرور ہو گا۔''

''کم آن عامی...... اٹس ناٹ اے بگ ڈیل۔ وہ تمہیں کبھی بھی ٹریپ نہیں کر سکتے۔''

''تمہیں یہ سب کیسے پتہ چلا......؟'' وہ شکی نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

اس سوال کا جواب ماریہ نے سوچ سمجھ کر تیار کر رکھا تھا۔

''کلب کے اونرز میں سے ایک جازی بھی ہے، تم شاید ابھی ملے نہیں ہو اس سے۔ وہ مجھے پسند کرتا ہے۔ باوجود اس کے کہ میں نے کبھی اسے لفٹ نہیں دی، وہ مجھ پر مرتا ہے۔ جب میں نے کلب جوائن کیا تو اس نے مجھے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ساری حقیقت سے آگاہ کر دیا۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ میں ان لوگوں کے ہاتھوں کھلونا بنوں۔''

اس کے طمانیت سے کہنے پر عامر نے چبھتی نظروں سے اسے دیکھا۔

''مگر پہلی ملاقات میں تم نے کہا تھا کہ تمہیں کلب جوائن کیے چند ہی روز ہوئے ہیں۔''

''وہ تو تم سے ملاقات کے لیے...... تم کون سا لفٹ کرا رہے تھے کسی کو۔ اس لیے یہ معصوم سا جھوٹ بولنا پڑا۔'' وہ ہنسی تھی۔ عامر گہری سانس لیتا کرسی کی پشت سے ٹیک لگائے اسے دیکھنے لگا۔ وہ بے حد سنجیدہ تھا۔

''میں تو خود کو شدید خطرے میں محسوس کر رہا ہوں۔ اب تو اپنی ہر حرکت مجھے کسی کی پوشیدہ آنکھ کی گرفت میں محسوس ہونے لگی۔''

''کم آن عامی لڑکوں سے انہیں کوئی کام نہیں۔''

وہ اسے بہلا رہی تھی۔

''ویسے جو اتنے ممبرز ہیں وہ؟''

''وہ تو ان لڑکیوں کو پھانسنے کے لیے ہیں اور پھر انہیں بلیک میل تھوڑی کیا جاتا ہے۔ یہ سب تو اپنی مرضی سے یہ کام کرتے ہیں۔'' ماریہ نے اسے بہلایا اور اس کوشش میں وہ یہ اصل حقیقت چھپا گئی تھی کہ یہاں ساری ممبر شپ بلیک میلنگ ہی پر قائم ہے۔

''مگر میں تو بلیک میل کیا جا سکتا ہوں، اپنے ڈیڈی کی وجہ سے۔'' وہ تلخی سے بولا۔ ماریہ گڑبڑائی۔ اس نے فوراً بات سنبھالی تھی۔

''تم بلیک میل نہیں کیے جاؤ گے کیوں کہ میں نے تمہیں ہر بات بتا دی ہے۔ یہ سب میں نے تمہارے دفاع کے خیال سے ہی کیا ہے۔''

چند لمحوں کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔

''مجھے اس کلب کا ممبر بنانے کا مقصد کیا تھا؟''

''یہ میں نہیں جانتی۔ کیوں کہ میں بھی تمہاری طرح فقط ایک ممبر ہوں۔ تم نے نوٹ نہیں کیا کہ تمہارے سوا

کلب میں میری کسی سے بھی دوستی نہیں۔" وہ مکر گئی۔

عامر تفہیمی انداز میں سر ہلاتا کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے ہوئے بولا۔ "ویسے مجھے یہ سب جان کر شاک پہنچا ہے۔ یہ تو سراسر لوگوں کو اعتماد کرنے کی سزا دینے والی بات ہے۔"

"چھوڑو عامی! ہمیں اس سب سے کیا مطلب؟ نہ تو تم ان کے جال میں پھنسے ہو اور نہ ہی میں۔ پھر ٹینشن لینے کی کیا بات ہے۔" وہ ہلکے پھلکے انداز میں کہتی اس کو اس کیفیت سے نکالنا چاہ رہی تھی۔

"اگر تم نہ ہوتیں تو اب تک میں ان کی سازش کا شکار ہو چکا ہوتا۔" وہ اس پر حقیقت واضح کرتے ہوئے بولا۔

ماریہ کے ہونٹوں پر دلکش سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"تم میری اور میں تمہاری قسمت میں تھی۔ پھر کوئی اور کیسے کر تمہیں پھانس سکتا تھا۔"

وہ ٹھٹکا پھر مسکراہٹ دبا کر پوچھنے لگا۔

"یعنی اب تم نے مجھے پھنسا لیا ہے؟"

"آف کورس۔" وہ اطمینان سے سر ہلا کر بولی پھر قدرے جھنجلا کر بولی۔

"آخر تم مجھے اپنے گھر والوں سے کب ملواؤ گے؟"

اس کی اچانک فرمائش پر وہ گڑبڑا گیا۔

"کیا مطلب......؟"

"واٹ......؟ یعنی تم مجھے اپنی فیملی سے نہیں ملواؤ گے؟"

"وائی ناٹ یار...... اینی ٹائم۔"

وہ اب بہت خوشگوار لہجے میں کہہ رہا تھا۔ پھر بڑے اشتیاق سے پوچھنے لگا۔

"اچھا ویسے یہ "بڑوں" کی میٹنگ کب ہو رہی ہے۔ بلکہ کہاں ہو رہی ہے اور کیا ہم لوگوں کو بھی اس میں شریک کیا جائے گا؟"

"مجھے پتہ چلا ہے کہ اس کا اصل آفس لاہور میں ہے۔"

وہ بڑے محتاط انداز میں بولی تو وہ زیرلب بولا۔

"آئی سی......اور؟"

"اور یہ کہ اس میٹنگ کی کلب کے اونرز اور چند ایک قابل اعتماد ساتھیوں کے سوا اور کسی کو خبر نہیں ہوتی۔ اسی لیے تو ابھی تک قانون کی گرفت سے بچے ہوئے ہیں۔" وہ مفصل انداز میں بتا رہی تھی۔ اس نے عامر کو بھنک بھی نہیں پڑنے دی تھی کہ وہ بھی ان چند قابل اعتماد ساتھیوں میں سے ایک ہے۔

"مگر یہ بات تو بڑی آسانی سے لیک آؤٹ ہو سکتی ہے۔ میرا مطلب ہے کلب میں یہ میٹنگ ہوگی تو کون بے خبر رہے گا۔"

وہ حیرت سے پوچھنے لگا، ماریہ نے اس کی حیرانی سے لطف اندوز ہوتے ہوئے ہلکا سا قہقہہ لگایا پھر ادھر اُدھر دیکھتے ہوئے اس کی طرف جھک کر رازدارانہ انداز میں بولی۔

"مائی ڈیئر یہ میٹنگ یوں کھلے بندوں نہیں بلکہ لاہور میں ہوگی۔ ہیڈ کوارٹر میں۔"

"ہیڈ کوارٹر واٹ؟" وہ استفہامیہ انداز میں پوچھنے لگا۔

"میں نے بتایا نا کہ اصل ہیڈ آفس لاہور والا کلب ہے۔ ظاہری طور پر وہ کلب جو دکھائی دیتا ہے وہ سب دھوکا ہے۔ اصل کھیل تو بیسمنٹ (Basement) میں کھیلا جاتا ہے۔"

"تہہ خانے میں وہاں......؟" وہ بُری طرح چونکا تھا۔

ماریہ ہنسی۔ پھر اس کا مذاق اڑانے والے انداز میں بولی۔

"تم تو بالکل معصوم ہو۔ اب ایسے کاروبار اخبار میں اشتہار دے کر تو نہیں چلائے جاتے نا۔ تمام لوگ کلب میں داخل ہوتے ہیں اور وہاں سے تہہ خانے میں چلے جاتے ہیں۔ اوپر کی سرگرمیاں ویسے ہی جاری رہتی ہیں اور زیرزمین بزنس چلتا ہے۔"

"تمہاری اطلاعات سے لگ رہا ہے کہ جازی کا دل تم

پر بہت بُری طرح آیا ہے۔"

وہ حاسدانہ انداز میں کہتا ماریہ کو تفاخر میں مبتلا کر گیا۔

وہ بڑے ناز سے ہنسی تھی۔

"یہ محبت چیز ہی ایسی ہے۔ آدمی خود بخود وہ سب بھی کہہ دیتا ہے جو کبھی تنہائی میں اپنے آپ سے بھی نہیں کہہ سکتا۔"

"میں تو حیران ہوں کہ ان لوگوں کا سیٹ اپ کتنا اسٹرونگ ہے۔ میں تین چار مرتبہ لاہور کلب میں قاضی سے ملا ہوں۔ سارا کلب راؤنڈ کیا ہے۔ مگر مجھے ذرہ برابر بھی شبہ نہیں ہوا، کسی غلط سرگرمی کا۔ تہہ خانوں کا تو مجھے خیال بھی چھو کر نہیں گزرا۔ اور نہ ہی میں نے وہاں کوئی ایسا سسٹم دیکھا تھا۔"

وہ بہت حیرت اور بے یقینی سے کہہ رہا تھا۔

"ہم لوگ چاہے ملکی ترقی میں سب سے پیچھے ہوں لیکن ان کاموں میں ہمارا دماغ بہت کام کرتا ہے۔ پورے ملک کی پولیس بھی مل کر وہاں کے تہہ خانوں کا سراغ نہیں لگا سکتی۔"

ماریہ اسے یوں تحیر و بے یقینی کا شکار دیکھ کر لحظہ بھر کو بھول گئی کہ وہ خود کو اس معاملے میں ملوث کر کے بات کر رہی ہے۔

"آج کل ٹیکنالوجی بہت ترقی کر گئی ہے۔ یہ تو بہت آسان کام ہے۔ منٹوں میں پتہ چل جاتا ہے کہ تہہ خانے کہاں ہیں۔"

عامر نے اختلاف کیا تو وہ لطف اندوز ہوتی نظروں سے اسے دیکھ کر چیلنجنگ انداز میں بولی۔

"فرض کرو کہ تم ایک پولیس آفیسر ہو۔ تمہیں کہیں سے انفارمیشن ملے تو تم سب سے پہلے تہہ خانوں کو ہی ڈھونڈو گے؟"

"اوں...... سب سے پہلے......؟" وہ زیرلب کہتا سوچنے لگا۔ پھر طمانیت سے بولا۔ "ویری سمپل۔ ظاہر ہے کلب کے نچلے حصے میں۔ ہال کے نیچے تمام رومز کے نیچے۔"

"اینڈ......؟" ماریہ کے پوچھنے پر اس نے شانے اچکا دیئے۔

"اینڈ دیٹس آل۔"

"تم ہار گئے ہو......" وہ چڑانے والے انداز میں بولی تو عامر بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا۔ پھر وضاحتاً بولا۔

"اگر تمہاری انفارمیشن بالکل ٹھیک ہے کہ تہہ خانے کلب کے نیچے ہی ہیں تو پھر انہی جگہوں پر ہونے چاہئیں کسی بھی روم کے کارپٹ کے نیچے...... سے بی ڈائننگ فلور پر اس کا انٹرنس ڈور ہو۔"

وہ پہلے تو اس کے اندازوں پر دل کھول کر ہنسی پھر اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بے حد معنی خیز انداز میں بولی۔

"اور وسیع و عریض سوئمنگ پول سے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ اگر اس کا پانی نکال دیا جائے تو؟"

وہ اس قدر حیران کن انکشاف پر ششدر ہو کر اسے دیکھنے لگا۔ ماریہ نے شانے اُچکا کر گہری سانس لی تھی۔

☆☆☆

زوباریہ نے ماریہ سے رپورٹ طلب کر لی تھی۔

"وہ ہمارے بس کی چیز نہیں ہے۔ قاضی سے کہو اگر کوئی تبلیغی جماعت بنانے کا ارادہ ہے مستقبل میں تو لیڈر عامر حسنات کو بنانا۔"

ماریہ کے ریمارکس زوباریہ کو تحیر میں مبتلا کر گئے۔

"پچھلے ڈیڑھ ماہ سے تم دن رات اس کے ساتھ ہو اور ابھی تک وہ تمہارے قابو میں نہیں آیا؟"

"رات نہیں فقط دن......" ماریہ نے تصحیح کی۔ پھر بولی۔ "وہ اور ہی ٹائپ کا بندہ ہے۔ باپ سے اس قدر ڈرتا ہے کہ اس کی غیر موجودگی میں بھی ان حدود و قیود کا خیال رکھتا ہے جو اس کے باپ نے نافذ کی ہوئی ہیں۔ اس سے بہتر تو لڑکیوں کی دوستی ہوتی ہے کم از کم وہ کبھی کبھار گلے تو مل لیتی ہیں آپس میں۔"

ماریہ نے جلے کٹے انداز میں کہتے ہوئے انکھیوں سے زوباریہ کا متفکر چہرہ دیکھا تو اس کے دل میں اطمینان

سا اترنے لگا۔

عامر حسنات پر وہ بُری طرح مرمٹی تھی۔

یہی وجہ تھی کہ اس کے دل میں اترنے اور اس کے نزدیک اپنے آپ کو قابل اعتماد ظاہر کرنے کے لیے اس نے تمام راز اس سے شیئر کرلیے تھے۔ اب اس کا ارادہ عامر کے ساتھ ہمیشہ کے لیے اسٹیٹ فلائی کرجانے کا تھا۔ اسے یقین تھا کہ عامر کو اس کی گزشتہ بے راہ روزندگی کا کچھ پتہ نہیں چلے گا۔ کبھی اسے یہ تھرلنگ لائف بہت اٹریکٹ کرتی تھی مگر قاضی نے اسے اس قدر استعمال کیا تھا کہ اب وہ بور ہوچلی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ اب وہ نئی اور آزادی سے بھرپور لائف کو انجوائے کرنا چاہتی تھی۔

''قاضی تو اس سے متعلق پتہ نہیں کیا کیا پلان کیے ہوئے ہے۔''

''مٹی ڈالو یار......'' ماریہ نے بیزاری سے کہا تو وہ تیز نظروں سے اسے دیکھنے لگی۔

''وہ یوں چھوڑ دیے جانے والی آسامی نہیں ہے۔ ایک بار وہ قابو میں آ گیا تو پھر سمجھ لو اس کا باپ ہمارے اشاروں پر ناچے گا۔ اس کی ایمانداری اور اصول پرستی کے بہت چرچے سنے ہیں۔ ایک بار وہ ہمارے شکنجے میں پھنس گیا تو جو کہیں گے وہ مانے گا۔''

''دیکھو میں تو بمشکل اس سے دوستی ہی کرپائی ہوں۔ اس سے آگے کی بات وہ کرتا ہی نہیں۔ اب میں اس کے ساتھ زبردستی تو کرنے سے رہی۔''

ماریہ نے صاف جواب دے دیا تو وہ تیز لہجے میں بولی۔

''اس کا مطلب ہے کہ مجھے ہی کچھ کرنا پڑے گا۔'' ماریہ استہزاء سے ہنسی۔

''اونہہ...... کر دیکھو تم بھی۔ مگر تمہارا تو شاید ابھی تعارف ہونا ہے اس سے۔''

اس کے انداز پر زوباریہ تلملا اٹھی۔

وہ جتا رہی تھی کہ عامر اس سے بات بھی نہیں کرتا۔

''شٹ اپ......'' وہ غصے سے بولی۔ ماریہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اینی ویز...... قاضی کو بتا دینا۔ بلکہ میں خود تفصیل سے بات کرلوں گی اس سے۔''

اسی پل فون کی گھنٹی بجی۔ زوباریہ نے خود کو نارمل کرتے ہوئے ریسیور اٹھا کر کان سے لگالیا۔

دوسری طرف قاضی تھا۔ زوباریہ نے ماریہ کو بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

''میں ابھی تمہیں کال کرنے کا سوچ رہی تھی۔''

وہ کہہ رہی تھی۔ اگلے چند لمحوں میں وہ قاضی کی بات سنتی رہی۔ پھر بے اختیار زور سے بولی۔

''کیا...... زوئیلہ بھاگ گئی ہے؟''

''او مائی گاڈ......'' ماریہ تیزی سے سیدھی ہوئی تھی۔

''کیسے ہوگیا یہ سب؟...... ہوں...... اچھا...... بہت بُرا ہوا یہ۔'' وہ اس سے تفصیل سنتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''چلو ویڈیو تو تمہارے پاس ہی ہے نا۔ کہیں کسی کو کچھ نہیں بتائے گی' اتنا تو اطمینان رہے گا۔'' تھوڑی دیر تک اس نے مزید بات کی تھی۔ اس کے ریسیور کریڈل پر ڈالتے ہی ماریہ بے تابی سے بولی۔

''کیسے ہوا یہ سب؟''

''وہ اسے سالانہ میٹنگ کے لیے ذہنی طور پر تیار کرنا چاہ رہا تھا۔ بہت بہلانے اور سمجھانے پر بھی نہیں مانی تو قاضی نے ڈنر والے روز جو مووی بنائی تھی وہ دکھادی۔ ہمارے لحاظ سے تو وہ کچھ بھی نہیں تھی مگر اس کے خاندان میں تو طوفان مچاسکتی تھی۔ اس روز تو وہ چیخ چلا کر چپ ہوگئی تھی۔ قاضی نے بھی مزید نہیں چھیڑا۔ اس کا خیال تھا کہ چند روز اچھی طرح سوچے گی' غور کرے گی تو راہ پر آجائے گی۔ قاضی نے اسے ایک ہفتے کا ٹائم پیریڈ دیا تھا اور دھمکی دی تھی کہ اس دوران اگر وہ نہیں مانی تو کیسٹ کی ایک کاپی اس کے گھر والوں کو اور دوسرے خاندان والوں کو پہنچادی جائے گی۔ چوتھے روز پتہ چلا کہ وہ کہیں غائب ہوگئی ہے۔'' زوباریہ نے تفصیل بتائی تو ماریہ نے پوچھا۔

''کلب سے؟''

''گھر سے۔'' اس نے مختصراً جواب دیا۔ پھر قدرے توقف کے بعد بولی۔ ''قاضی نے بندے لگادیے ہیں' اس کی تلاش پر۔''

''بہت نقصان ہوگا قاضی کا۔ وہ اس کی تصویریں سنگاپور بھیج چکا تھا۔ ڈیل فائنل ہوچکی تھی' وہاں سے ایک نمائندہ آنے والا تھا۔'' ماریہ نے تاسف سے کہا تو وہ جھنجلا گئی۔

''میں نے کہا بھی تھا قاضی سے کہ وہ عشق و محبت سے اسے نہ پٹائے۔ ایک دفعہ جب وہ اس کا شکار بن جاتی تو پھر کہیں جانہ پاتی۔''

''قاضی کو ایسی باتوں کا خود خیال کرنا چاہئے۔ اس سے تو سراسر مارکیٹ ویلیو خراب ہوگی۔''

ماریہ نے بھی اس کی تائید کی تھی۔ پھر گہری سانس لے کر بولی۔

''اب جب اسے عامر حسنات سے متعلق پتہ چلے گا تو وہ سر پیٹ لے گا اپنا۔''

''اسے تو کسی نہ کسی طرح ٹریپ کرہی لیں گے۔ اب بڑا مسئلہ توزی کا ہے۔ وہ لوگ اسے دھوکا دہی گردانیں گے۔''

وہ بدستور فکرمندی سے کہہ رہی تھی۔ ماریہ نے بیزار کن انداز میں اسے دیکھا۔ عامر سے متعلق اس کے خیالات ماریہ کو اچھے نہیں لگ رہے تھے۔ وہ دل ہی دل میں زوباریہ کی بے خبری پر ہنس دی۔

☆☆☆

''ویل ڈن ازلان......''

اس کی مختصر الفاظ میں دی گئی رپورٹ پر اسے اپنے آفیسر سے زبردست رسپانس ملا تھا۔

''ٹائم تو اس کیس پر لگ رہا ہے مگر تمہاری کوشش واقعی تعریف کے قابل ہے۔ مائی بوائے تمہارے جیسے ذہین اور الرٹ آفیسرز کی تو اس محکمے کو ضرورت ہے۔''

''سر! یہ کیس میرے لیے ایک بہت بڑا چیلنج ہے۔'' وہ الرٹ بیٹھا تھا۔

''آئی نو میں نے تو پہلے ہی تمہیں انفارم کردیا تھا۔ ابھی بھی ہمیں اوپر سے بہت پریشر فیس کرنا پڑ رہا ہے۔ میں تم سے بہت اُمیدیں وابستہ کیے ہوئے ہوں۔''

''اس مٹی کے لیے تو جان بھی حاضر ہے سر۔'' وہ بے حد سنجیدہ لہجے میں خلوص سے بولا۔

''اور تم کیا کہنا چاہتے تھے مجھ سے......؟''

انہوں نے اس کی توجہ اس کی آمد کے مقصد کی طرف مبذول کرائی تو وہ اپنی پلاننگ کا ایک ایک لفظ انہیں بتانے لگا۔

اس کے آفیسر کے چہرے پر طمانیت کے ساتھ ساتھ کامیابی کی چمک بھی پھیل رہی تھی۔

''ویری ویل ڈن ینگ مین' یہ یقیناً ایک فول پروف حکمت عملی ہے۔ اینڈ ڈونٹ وری۔ اختیارات کی فکر مت کرنا۔ ہر شہر کی پولیس فورس سے تم بلاجھجک رابطہ کرسکتے ہو۔''

ازلان کے چہرے پر اطمینان پھیل گیا۔

اب وہ اس کیس سے متعلق مزید ڈسکشن کررہا تھا۔

☆☆☆

''اب اس کا تم سے بہت مضبوط رشتہ ہے ازلان۔ بھول جاؤ اس بے بنیاد اور خود ساختہ نفرت کو۔''

ثمن نے دل کے ہاتھوں مجبور ہوکر فون کیا تو اس کا دل خوش ہوا تھا مگر ان کی اس بات نے اس کا حلق تک کڑوا کردیا۔

''وہ فقط مجبوری کا سودا تھا ماما۔ میرا اس سے کوئی رشتہ نہیں ہے۔'' وہ زچ آ گیا۔

آج کل وہ نئے کیس پر بہت محنت اور توجہ صرف کررہا تھا۔ اس کے لیے اسے مکمل سکون اور یکسوئی چاہئے تھی مگر اسے لگ رہا تھا کہ خانگی حالات کے اتار چڑھاؤ اس کی سروس کو ضرور متاثر کریں گے۔

''جس کی خاطر تم یہ الفاظ اتنال سے متعلق کہہ رہے ہو وہ چاہے میری بھیجی تھی' مگر ازلان وہ تمہاری محبت بلکہ

تمہارے جنون کے قابل نہیں تھی۔" ان کی آواز بھرا گئی' وہ فی الفور انہیں ٹوک گیا۔

"پلیز ماما...... زوئیلہ سے متعلق کچھ بُرا مت کہیئے گا۔"

"تم جانتے ہو کہ وہ کس قدر آزاد خیال تھی۔ دولت مند بننے کا جنون تھا اسے۔ بھتیجی ہونے کے باوجود میں نے کبھی اسے بہو کی حیثیت سے پسند نہیں کیا تھا۔ فقط تمہاری خوشی کا خیال کرتے ہوئے میں نے تمہارے بابا کو بھی منالیا تھا۔ حالانکہ وہ بھی اس حیثیت میں اسے قبول کرنے کے روادار نہیں تھے۔"

"ماما خدا کے لیے...... اب کیا چاہتی ہیں آپ۔ کیا کروں میں؟" وہ بے حد جھنجلا اٹھا۔

"تمہارا ابھی احتساب کا وقت قریب آ گیا ہے۔" وہ غصے سے بولیں۔ "وہ تو میرے بھائی کی عزت کو داغ لگا ہی گئی ہے۔"

ان کی بات پر وہ یکلخت چونک اٹھا۔

"کون؟ کس کی بات کررہی ہیں آپ؟"

"جس کے پیچھے تم اپنی زندگی برباد کررہے ہو۔ ایک بے قصور لڑکی کو سزا دے رہے ہو۔"

"کیا کیا ہے اس نے؟" وہ بے قرار ہونے لگا۔

"گھر چھوڑ کے چلی گئی ہے کہیں۔" وہ پھٹ پڑیں۔ اس کے انداز تو کتنے ہی عرصے سے مشکوک تھے۔ میں نے تو جانے کب سے وہاں آنا جانا چھوڑ رکھا ہے۔ سعید ہی نے بتایا تھا کہ وہ غلط قسم کی سرگرمیوں میں ملوث تھا۔"

"یہ سب آپ لوگوں کا کیا دھرا ہے۔" وہ شدید صدمے سے نکلا تو چلا اٹھا۔

"غلط بات مت کرو ازلان۔ اس کی فطرت ہی ایسی تھی' اوپر سے بھابی جان نے اسے مزید بگاڑ کر رکھ دیا ہے۔"

انہوں نے سمجھانا چاہا مگر وہ حواس میں نہیں تھا۔

"ماما! اگر اس نے کچھ غلط کرلیا تو میں آپ لوگوں کو کبھی بھی معاف نہیں کروں گا۔ وہ ایسی لڑکی نہیں تھی۔ اس غلط فیصلے نے اسے میری طرح نیگیٹو سوچنے پر مجبور کردیا ہے۔"

وہ تند و ترش لہجے میں کہتا انہیں غصہ دلا گیا۔

"میں تمہیں مزید صفائیاں پیش نہیں کروں گی۔ تم چاہو تو اپنے ماموں جان سے رابطہ کر کے ساری تفصیل معلوم کرسکتے ہو۔ میں تو خدا کا شکر ادا کررہی ہوں کہ اس کی مصلحت سے ہم بچ گئے ورنہ اتنی بدنامی کا بار اٹھانے کی ہمت ہم میں تو نہیں تھی۔" ان کے انداز میں تھکن اور تاسف سا تھا۔

بہت مشتعل ہو کر اس نے موبائل آف کیا تھا۔

اس کے ذہن میں سنسناہٹ سی ہورہی تھی۔ اس قدر بے یقینی تھی کہ حد نہیں۔ اس کا ذہن یہ قبولنے کو تیار ہی نہیں تھا کہ زوئیلہ ایسا قدم بھی اٹھا سکتی ہے۔

"کس قدر محبت کرتی ہے وہ مجھ سے۔ میری خاطر گھر والوں سے ٹکرا گئی ہوگی۔"

اس کی آنکھوں میں سرخی اُترنے لگی۔

"مگر اس نے مجھ سے رابطہ کیوں نہیں کیا؟"

"کہاں ڈھونڈوں میں تمہیں زوئی...... یہ کیا کردیا تم نے۔ مجھ سے تو کچھ کہا ہوتا۔"

وہ شکستہ سوچوں کی زد میں تھا۔

اسی شام وہ لاہور چلا آیا۔ گھر جانے کے بجائے وہ ماموں جان کی طرف آیا تو ان کی حالت اسے دنگ کرگئی۔

وہ بالکل ٹوٹ گئے تھے۔

"حوصلہ کریں ماموں جان۔ میں ہوں نا' ہوسکتا ہے اسے کسی نے ٹریپ کیا ہو۔ مگر میں سب دیکھ لوں گا۔"

وہ ان کو اپنے مضبوط بازوؤں میں تھامے حوصلہ دے رہا تھا۔ مگر جواباً جو کچھ انہوں نے بتایا' وہ ازلان کو بے یقینی کی اتھاہ گہرائیوں میں اتار دینے کو کافی تھا۔

"اسے اس کی بے جا خواہشات اور دولت کی چکا چوند نے ٹریپ کیا ہے ازلان۔ مجھے تو پتہ ہی نہیں چلا کہ اسے کتنی دولت کی ہوس تھی۔ پتہ نہیں اس کے دل میں ایسی کون سی خواہشات پل رہی تھیں جو اسے بہ راضی و رضا اس دلدل بھرے راستے پر لے گئیں۔ میں تو اسے اچھا مستقبل دینے کے لیے دن رات ایک کیے ہوئے تھا۔ اور وہ یوں میرے منہ پر کالک مل گئی۔" وہ رو دیئے۔

ازلان ششدر و ساکت تھا۔ شدید صدمے نے اسے ذہنی طور پر مفلوج سا کردیا۔ بہت دیر کے بعد وہ ہلکی سی امید کے ساتھ بولا تھا۔

"ہوسکتا ہے کہ آپ لوگ غلط نہج پر سوچ رہے ہوں۔"

"نہیں ازلان...... اس کے طور اطوار......" ان کی آواز بھرا گئی تو وہ چند لمحوں تک سر ہاتھوں میں تھامے بیٹھے رہے۔ پھر یوں ہی سر جھکائے ہوئے شکستگی سے پُر آواز میں بولے۔

"بس میں ہی انجان تھا۔ ورنہ اس کی ماں تو اس سارے معاملے سے واقف تھی۔ اسے بھی دولت کی بہت چاہت ہے۔ اس نے بیٹی کو داؤ پر لگا دیا اور میں رات دن ان کے لیے پیسہ کماتا رہا۔ کیا فائدہ ہوا' اس پیسے کا جو نہ عزت دے پایا اور نہ ہی عزت بچا پایا۔"

ازلان کی آنکھوں کی سرخی بتدریج بڑھ رہی تھی۔

اس نے سوچا تھا کہ زوئیلہ نے یہ قدم اس کی چاہت میں اٹھایا ہے مگر یہاں تو اور ہی حقیقت کھل رہی تھی۔

"ممانی جان کہاں ہیں؟" وہ بمشکل پوچھ پایا تو انہوں نے نفرت سے پُر انداز میں کہا۔

"یہیں ہوگی کہیں' ذلیل عورت۔ میں تو ایک پل بھی اسے رکھنے کو تیار نہیں تھا' وہ تو سعید بھائی اور ثمن نے مجھے انتہائی قدم اٹھانے سے روک دیا تھا۔ ورنہ میں اب تک اسے فارغ کرچکا ہوتا۔"

بہت چاہنے کے باوجود بھی اس کا دل ممانی جان سے ملنے کو تیار نہیں ہو پایا تھا۔ پتہ نہیں اسے اپنی شکست کا خوف تھا یا اپنے بھرم کے ٹوٹنے کا۔

وہ وہاں سے اٹھ آیا۔

شدید ٹینشن سے اس کا دماغ پھٹنے کو تھا آدھی رات تک وہ سڑکوں پر آوارہ پھرتا رہا مگر ایک پل کو چین نہیں آیا تھا۔ وہ تو مجھے چاہتی تھی' پھر......؟

"ہوسکتا ہے کہ یہ سب غلط سوچ رہے ہوں۔ میری بے توجہی اسے ان راستوں پر لے گئی ہو۔ وہ ایسی تو نہیں تھی جیسا یہ سب کہہ رہے ہیں۔ اور پھر اصل بات کا تو مجھے ابھی پتہ ہی نہیں ہے۔ کن راستوں پر چل پڑی ہے وہ......"

وہ اپنے ذہن کو بڑی مشکلوں سے مثبت انداز میں سوچنے پر مجبور کررہا تھا حالانکہ اندر مچتے بے یقینی کے بھانبھڑ کے لیے دلیل اور جواز کے تمام چھینٹے بے سود ثابت ہورہے تھے۔

"اگر یہ سب میری شادی کے فیصلے کا نتیجہ ہے تو میں کسی کو بھی معاف نہیں کروں گا۔"

اس نے ہارتے ہوئے بھی بہت زہر خند انداز میں سوچا تھا۔

بہت سے سوالات اژدہوں کی طرح منہ پھاڑے اپنی تمام تر سفاکی کے ساتھ اس کے سامنے کھڑے تھے اور وہ ایک کا بھی تسلی بخش جواب نہیں ڈھونڈ پایا تھا۔

اگلے روز بہت ہمت کر کے وہ ممانی جان کے سامنے گیا۔

اسے دیکھتے ہی وہ زارو قطار رونے لگیں۔

"میری بچی کو بچالو ازلان۔"

ان کی حالت دگرگوں ہورہی تھی۔ رونے سے آنکھیں سوج رہی تھیں۔ وہ لب بھینچے انہیں دیکھنے لگا۔ ان کا وہ سنگدلانہ روپ وہ بھی بھول پایا تھا' جب انہوں نے بے حد تنفر سے اسے رد کرتے ہوئے اس پر بدکرداری کا الزام لگاتے ہوئے زوئیلہ کو ہمیشہ کے لیے اس کی زندگی سے الگ کردیا تھا۔ وہ ان سے بہت کچھ پوچھنا چاہتا تھا مگر بے ساختہ اس کے لبوں پر پہلا سوال ہی یہ آیا۔

"وہ کب سے ایسا سوچ رہی تھی؟"

جواب میں وہ منہ دوپٹے سے ڈھانپے روئے چلی گئیں۔ کیا کہتیں۔ سارا ڈرامہ ہی ان کا رچایا ہوا تھا۔ بیٹی نے اس سے پیچھا چھڑانا چاہا تو ماں نے بھی اس کا پورا ساتھ دیا تھا۔

کبھی جس کے منہ پر کالک ملی تھی۔ وہ آج یوں صاف شفاف آنکھوں میں آنکھیں ڈالے کھڑا تھا اور اپنا منہ کسی کو دکھانے کے قابل نہیں رہا تھا۔

آنسو بہاتے ہوئے ندامت میں ڈوبے ہوئے انہوں نے لڑکھڑاتے الفاظ میں اسے اصل حقیقت بتائی تو وہ تہی داماں کھڑا رہ گیا۔

اس قدر بے توقیری اس کی محبت کی؟

اس قدر بے مائیگی......

وہ واپس لوٹ آیا

یہ تھی میری محبت......؟

جب سے اس نے زوئیلہ سے متعلق سنا تھا' بھاگ دوڑ رہا تھا مگر اب یکا یک دل و دماغ بے حسی کی لپیٹ میں آ گئے تھے۔

وہ آنکھوں پر بازو دھرے صوفے پر نیم دراز ہو گیا۔

جی چاہ رہا تھا کہ ذہن ٹینشن فری ہو جائے اور حالت یہ تھی کہ ذہن میں سوچوں کا اژدہام تھا۔ اور ذہنی انتشار کا عالم یہ تھا کہ کسی بھی ایک سوچ پر ذہن مرتکز نہیں ہو پا رہا تھا۔

ٹینشن حد سے بڑھنے لگی تو وہ اٹھ بیٹھا۔

''زوئیلہ نے جو کچھ میرے ساتھ کیا ہے' وہ ہرگز قابل معافی نہیں۔''

بہت اشتعال انگیز سی سوچ نے اس کے ذہن کو اپنی گرفت میں لیا تھا مگر اگلے ہی پل اس کی سوچ ختم سی گئی۔

''اور جو کچھ میں نے اعتدال کے ساتھ کیا ہے؟''

وہ ابھی تک صرف اپنے ہی خسارے کے متعلق سوچ رہا تھا۔ شرمندگی و شرمساری کی دلدل میں تو اب دھنسنے لگا تھا۔

یکلخت ہی اعتدال کی بے بسی و بیچارگی کے کتنے ہی انداز اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا گئے۔

اس کی نسوانیت و عزت نفس کی دھجیاں بکھیرتے ہوئے اس نے کبھی ایک پل کو بھی شرمندگی یا شرمساری محسوس نہیں کی تھی۔ ہر لمحے ہر پل اسے نفرت انگیز اور کراہیت آمیز کردار کے طعنے دیتا رہتا تھا۔ کبھی اس سے قریب بھی ہوا تو یوں کہ اسے بازاری عورت سے تشبیہ دے ڈالی۔

اس کی آنکھوں میں ضبط کی سرخیاں اترنے لگیں۔

کتنا سمجھایا تھا ممی نے کہ حالات کا ٹھنڈے دل سے جائزہ لو اور اعتدال' وہ تو آخری پل تک اپنی بے گناہی کا دعویٰ کرتی رہی اور میں؟ کس قدر گھٹیا پن اور گراوٹ کا مظاہرہ کیا ہے میں نے......

اور زوئیلہ۔

میں اتنی بے وقوفی کیسے کر گیا کہ ان آنکھوں میں پلتی دولت کی ہوس کو پہچان نہیں پایا۔

اس کی بے جا فرمائشوں کو میں ہمیشہ ''مان'' سمجھتا رہا۔

اس نے اپنی کنپٹیاں سلگتی محسوس کیں۔

کس قدر گرا دیا تھا زوئیلہ نے اسے۔ باقی سب کی ہی نہیں اس کی اپنی نظروں میں بھی۔

ممانی جان کی اطلاعات کے مطابق وہ ایک ویمن ہوسٹل میں پناہ لیے ہوئے تھی۔ انہوں نے نبیل قاضی والا سارا قصہ اسی طرح اسے سنا دیا تھا' جیسا زوئیلہ نے انہیں بتایا تھا۔

کیا وہ نہیں جانتا تھا' دی فرینڈز کلب کی شہرت کے متعلق؟

اسی انکشاف نے تو اس کے اندر شکستگی بھر دی تھی کہ وہ ایسی ذہنیت کی لڑکی کو چاہتا رہا تھا جو دولت کی ہوس میں ہر حد سے گزر گئی تھی۔

کیسے اپنی چال چل کے اس نے اعتدال اور ازلان کو حالات کے شکنجے میں کس دیا تھا۔ اور خود آرام سے اپنی راہ چل دی تھی۔ اس نے ایک پل کو بھی ان دونوں کا انجام

کہیں سوچا تھا۔

اور اب ازلان بھی اس کی خاطر کچھ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مگر وہ ڈیوٹی کو بہر حال ''ڈیوٹی'' سمجھ کر ادا کرتا تھا۔

خود کو قدرے کمپوز کر کے اس نے موبائل اٹھایا اور نمبرز پش کرنے لگا۔ اس نے اپنے آفیسر کو مکمل رپورٹ دی اور اپنی حکمت عملی بتاتے ہوئے ان سے لاہور پولیس کے انچارج سے رابطہ کرنے اور تعاون کرنے کی بھی درخواست کی۔ اور پھر انہیں کچھ دیر تک آنے کا کہہ کر موبائل آف کر دیا۔ اس کی پیشانی پُر شکن تھی۔ کچھ سوچتے ہوئے وہ موبائل کو ہلکے ہلکے اپنی پیشانی سے ٹکرا رہا تھا۔

☆☆☆

پورے ملک میں ایک ہلچل سی مچ گئی تھی۔

لوگ انگشتِ بدنداں تھے۔

''دی فرینڈز کلب'' کے کرتا دھرتا اور بہت سے بڑے ''مگر مچھ'' گرفت میں آ گئے تھے۔

ازلان ہمدانی کی سرکردگی میں تربیت یافتہ کمانڈوز اور لاہور پولیس کے بھرپور تعاون سے راتوں رات ریڈ کیا گیا تھا۔

اس قدر بھرپور اور زبردست انتظامات تھے کہ سب پولیس والے بھی حیران تھے۔ اوپر سوئمنگ پول کا پانی روشنیوں میں جگمگا رہا تھا جبکہ نیچے تہہ خانوں میں ایک دنیا آباد تھی۔

پولیس کی نفری نے کلب میں موجود لوگوں کو بڑی خاموشی سے ایک سائیڈ لگا لیا تھا۔ وہاں موجود روفی اور اعتزاز کو فوراً وہاں سے ''شفٹ'' کر دیا گیا تھا۔

وہ سب لوگ تب چونکے جب تربیت یافتہ کمانڈوز اور پولیس کی نفری ان کے سروں پر پہنچ چکی تھی۔

سب ازلان ہمدانی کو کمانڈ کرتے دیکھ کر ششدر تھے۔

''تو یہ تمہاری غداری ہے عامر حسنات۔''

ماریہ نفرت سے چلائی تھی۔ وہ بڑے اطمینان سے بولا تھا۔

''عامر حسنات نہیں' ازلان ہمدانی...... پولیس آفیسر۔''

وہاں موجود لوگ عام لوگ نہیں تھے۔

اسی لیے وہاں اسلحہ بھی کافی بڑی تعداد میں موجود تھا۔ مشتعل ہو کر جازی نے یکلخت فائرنگ شروع کر دی تو اس کے ساتھ اور بھی بہت سے لوگ مل گئے۔ مگر پولیس اور کمانڈوز نے بہت دلیرانہ مقابلے کے بعد ان پر قابو پا لیا۔ جازی اور کچھ دوسرے گارڈز مارے گئے تھے جبکہ ازلان کو ایک گولی بازو میں لگی تھی۔

قاضی بزدلوں کی طرح زرد چہرہ لیے بیٹھا رہ گیا تھا۔

''قانون اتنا بھی بے خبر نہیں ہے جتنا کہ تم لوگ سمجھتے ہو۔ بس ذرا تم لوگوں کی رسی خدا نے ڈھیلی کر رکھی تھی۔''

ازلان نفرت سے پُر لہجے میں بولا تھا۔

صبح کے اخباروں میں اس کامیاب ترین آپریشن کی دھوم مچ گئی۔ ملکی مشینری پوری طرح حرکت میں آ چکی تھی۔ تمام شہروں میں دی فرینڈز کی شاخیں یکلخت ختم ہو گئیں کیوں کہ تمام سربراہان پولیس کی حراست میں تھے۔

رپورٹرز پتہ نہیں کیسے کیسے پہاڑ سر کر کے رپورٹیں جمع کر رہے تھے۔ بڑے بڑے نام اخبارات کی زینت بن گئے مگر پھر بھی بہت سے نام ایسے تھے جنہیں پریس تک پہنچنے سے پہلے ہی دبا لیا گیا تھا۔ سینکڑوں فلمیں جلا دی گئی تھیں۔ پتہ نہیں ہم ایسے لوگوں کو ہی کیوں نیک نام سمجھتے ہیں جن سے ملک کی نیک نامی کو خطرہ ہوتا ہے؟

☆☆☆

گولی نے اس کے بازو کی ہڈی کو کوئی نقصان نہیں پہنچایا تھا۔ سعید ہمدانی اور ثمن افتاں و خیزاں اسپتال پہنچے تھے جہاں ڈاکٹرز نے انہیں پوری تسلی دی تھی۔

''میں تمہارے کس کس احسان کا بدلہ اتاروں گی ازلان؟''

زوئیلہ گھر آ چکی تھی۔ وہ دن رات اس کی سلامتی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔ اس کے سامنے ازلان نے وڈیو کیسٹ کا فلیپ نکال کر جلایا تھا جس کے ذریعے قاضی اسے بلیک میل کرنے والا تھا۔

اور اس کے آخری الفاظ تو زوئیلہ ساری عمر نہیں بھلا سکتی تھی۔ کیسٹ ضائع کرتے ہوئے وہ بہت سکون سے بولا تھا۔

''یہ سب کسی اس لمحے کے لیے جب کبھی تم نے واقعی اپنے دل میں میرے لیے محبت محسوس کی ہو آج میں اس کا بدلہ اتار رہا ہوں۔''

اور اس لمحے کتنی شدت سے زوئیلہ نے احساسِ زیاں محسوس کیا تھا۔ اپنی تمام تر کمینگی نے اسے ایک لفظ بھی بولنے نہیں دیا تھا۔

وہ گھر آیا تو ثمن نے اسے فقط بیڈ روم تک محدود کر دیا۔ دن رات اس کے پاس رہتیں۔ البتہ بابا اسی وقت آتے جب وہ سو رہا ہوتا تھا۔ پتہ نہیں وہ ایسا کیوں کرتے تھے۔ شاید ان کے دل میں اب بھی خلش باقی تھی۔

وہ بالکل خاموش ہو گیا تھا۔ جاگ بھی رہا ہوتا تو سوچوں میں گم رہتا۔

''کیا ہو گیا ہے تمہیں ازلان؟'' ثمن نے اس کی پیشانی پر آئے بال سمیٹ کر آزردگی سے پوچھا۔ ان کے پیار کو محسوس کرتے ہوئے وہ انہیں دیکھنے لگا۔

''مجھے کیا ہونا ہے۔''

''اتنی اچھی مسکراہٹ ہے تمہاری۔ پھر تم کیوں نہیں مسکراتے؟''

وہ ہلکے پھلکے انداز میں بولیں تو ان کی دل آزاری کے خیال سے وہ ہلکے سے مسکرا دیا۔

''شاید تم زوئیلہ کی وجہ سے۔'' وہ کہنے لگی تھیں کہ وہ انہیں ٹوک گیا۔

''وہ ٹاپک تو کب کا کلوز ہو چکا ماما۔ بس مجھے ہی دیر سے خبر ہوئی۔''

وہ ماں تھیں۔ وقتی طور پر اس سے خفا ہوتیں' غصہ کرتیں مگر درحقیقت ازلان سے زیادہ انہیں کوئی بھی عزیز نہیں تھا۔ اس کی تکلیف انہیں پھر سے وہی جان لٹانے والی ماں بنا دیا کرتی تھی۔

''ماما۔'' اس نے بے اختیار انہیں پکارا' جیسے کچھ کہنا چاہتا ہو۔ پھر لب بھینچ کر خاموش ہو گیا۔

”کیا بات ہے ازلان؟“ وہ بغور اسے دیکھ رہی تھیں۔
ان سے نظریں ملائے بغیر چھت پر نگاہیں ٹکائے اس نے مجرمانہ سے دھیمے لہجے میں پوچھا تھا۔
”وہ......اتشال کیسی ہے اب؟“
وہ کسی دھیان سے چونکی تھیں۔ پھر بڑے پُرجوش لہجے میں بولیں۔
”وہ اب بہت بہتر ہے......“
انہوں نے اس امید سے دیکھا کہ شاید وہ اس سے ملنے کی خواہش ظاہر کرے مگر وہ آنکھیں موند چکا تھا۔ وہ مایوس سی ہوگئیں۔
ہفتہ بھر میں وہ بالکل فٹ ہوگیا تو بہت سے ہنگاموں میں بھی گھر گیا۔ اخبارات اور میگزین اس کی تصاویر اور انٹرویوز سے بھر گئے۔ حکومت نے اسے گولڈ میڈل اور نقد انعام سے نوازا اور ساتھ ہی اتنی ذہانت اور کامیابی سے کیس حل کرنے اور مجرموں کو کیفر کردار تک پہنچانے پر اس کی پروموشن بھی کردی گئی تھی۔
وہ سیڑھیاں پھلانگتا نیچے آیا تو بابا آفس جانے کے لیے نکل رہے تھے۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا اور باپ کے سامنے سر جھکا کر کھڑا ہوگیا۔
لحظہ بھر کو وہ ششدر رہ گئے۔ اس سے ایسے عمل کی توقع ہی کہاں تھی انہیں۔
اس کی رنگت جذبات کی شدت سے سرخ ہورہی تھی۔
اس کی آنکھوں سے ندامت اور تاثرات سے پشیمانی کا اظہار ہورہا تھا۔ وہ کیوں کر اسے ٹھکرا دیتے۔ کھلے دل اور کھلی بانہوں سے انہوں نے اسے سینے سے لگا کر بھینچ لیا تھا۔

☆☆☆

وہ بہت پشیمان ہے مگر یقین کرو اتشال' اب وہ ان راہوں سے پلٹ آیا ہے۔ تم سے شرمندہ ہے۔ اسی لیے تو تمہارے سامنے نہیں آرہا۔ خدا نے اس کی آنکھوں پر بندھی غلط فہمیوں کی پٹی ہٹادی ہے تو اب یہ تمہاری آزمائش کا وقت ہے۔ تمہیں اپنی وسیع القلبی کا مظاہرہ کرنا پڑے گا۔ تم یہ مت سمجھنا کہ میں اس کی ماں ہوں اس لیے اس کی حمایت کررہی ہوں۔ میں نے تو جب اس کی حمایت کا وقت تھا' تب بھی تمہارا ہی ساتھ دیا تھا۔ اسے تم میری مخلصی کہہ لو۔ میں تم دونوں کی زندگی برباد ہوتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔ میں اس کی بہت زیادہ حمایت نہیں کروں گی' بس اتنا ہی کہوں گی کہ اگر وہ خود تمہارے پاس آئے تو انا کو سرخرو کرنے کی خاطر تم بھی اس کی طرح پتھر دلی سے فیصلہ مت کرنا۔ خود کو بلند رکھتے ہوئے کھلے دل سے سوچ بچار کرکے فیصلہ کرنا۔“
ثمن اس کو سمجھاتی رہتی تھیں۔
ان کی محبت اور توجہ ہی کا اعجاز تھا کہ اب وہ ڈپریشن کے اس پیریڈ سے نکل آئی تھی جس نے اسے پاگل پن کی حدوں تک پہنچا دیا تھا۔
ابھی صرف سنا تھا' اس کی پشیمانی سے متعلق تو اپنے اندر کا بوجھ اسے یکلخت ہی ہلکا ہوتا محسوس ہوا تھا۔
کتنا ذلیل کرایا تھا اس احساس خودداری و عزت نفس نے۔ اب آ کر اس کے دل کو تھوڑا قرار ملا تھا۔
ثمن سامنے والوں کے ہاں میلاد میں جانے کے لیے نکلیں تو وہ گیٹ بند کرنے کے خیال سے کچن سے نکلنے لگی۔ مگر قدموں کو وہیں زمین نے جکڑ لیا۔
وہ متوحش و ہراساں کھڑی ازلان کو لاؤنج میں داخل ہوتے دیکھنے لگی۔ اس کی زرد پڑتی رنگت اور دروازے کے فریم کا سہارا لیتا ازلان کو نادم کرگیا۔ وہ اس کو لاپروائی کا تاثر دیتا فوراً سیڑھیاں چڑھتا چلا گیا تو وہ وہیں بیٹھتی چلی گئی۔
دل جیسے ابھی تک ہاتھوں پیروں میں دھڑک رہا تھا۔
اسی تیزی سے فائل تھامے اترتا ازلان بے اختیار ٹھٹک گیا۔ پھر اس کی حالت کا اندازہ کرتے ہوئے عام سے لہجے میں بولا۔
”میں جارہا ہوں۔ گیٹ بند کرلینا۔“

وہ پلٹ گیا تھا۔
اس کے حلق سے گہری سانس خارج ہوئی تھی۔
پتہ نہیں یہ خوف اور دہشت کب میرا پیچھا چھوڑے گی۔
ثمن کتنی ہی بار اس سے الجھ چکی تھیں۔
”اب کس بات کا انتظار کررہے ہو۔ اسے کیوں بیچ میں اٹکا رکھا ہے۔“
”ماما! میں بھی انسان ہوں۔ بہت فطری سے جذبات ہیں میرے بھی۔ آپ کیا سمجھتی ہیں' مجھے اپنے آپ کو سنبھالنے کے لیے ٹائم نہیں چاہیے؟“ انہیں غصہ آنے لگا۔ کیسی پہیلیاں بجھوا رہا تھا وہ۔
”مگر تم تو کہہ رہے تھے کہ زوئیلہ والا ٹاپک کب کا کلوز ہوچکا ہے۔“
”میں اتشال کی بات کررہا ہوں۔“ وہ آہستگی سے بولا۔ اس کے بہت سے حساب نکلتے ہیں میری طرف۔ ان کا بہت بوجھ ہے میرے دل پر۔“ وہ اعتراف کررہا تھا۔
”جب تم پلٹو گے تو وہ سب بھول جائے گی۔“
ثمن نے اسے سمجھانا چاہا تو وہ نفی میں سر ہلانے لگا۔
”وہ زبردستی کا سودا ہوگا ماما۔ میں اسے اس کی مرضی کا فیصلہ کرنے کی آزادی دینا چاہتا ہوں۔ آپ یا بابا بھی اسے نہیں روکیں گے۔ کیوں کہ میں نے بھی ہر فیصلہ اپنی مرضی سے کیا تھا۔ اب نہ تو میرے دل میں اس کے لیے نفرت ہے اور نہ ہی محبت۔ وہ اپنی زندگی کے لیے جو بہتر سمجھتی ہے فیصلہ کرسکتی ہے۔“
وہ اپنی غلطیوں کا اعتراف کررہا تھا۔
پھر یکلخت بات بدل گیا۔
”اچھا! آپ یہ بتائیں میرے آنر میں پارٹی کب دے رہی ہیں؟“
ثمن بے بسی سے اسے دیکھنے لگیں۔

☆☆☆

تمام عزیز و اقارب' دوست احباب یوں ہی جمع تھے جیسے وہ ازلان کی شادی والے روز جمع ہوئے تھے۔
سہمی سہمی مگر خوب صورت سی اتشال سب کی نظروں کا مرکز تھی۔ اور اس کا جی چاہ رہا تھا کہ کہیں جا کر چھپ جائے۔
بھلا کس کو بھولا ہوگا' وہ ریکارڈ واقعہ؟“
وہ کسی طور بھی اپنے آپ کو اس پارٹی میں شریک کرنے کے لیے تیار نہیں تھی مگر ثمن کی محبتوں میں تو وہ پور پور بھیگی ہوئی تھی۔ ان کا کہا وہ مر کر بھی نہیں ٹال سکتی تھی۔ اور اس کی اسی گھبراہٹ کے پیش نظر ثمن اسے مسلسل اپنے ساتھ رکھے ہوئے تھیں۔
اندر سے ان کا بہت دل چاہ رہا تھا کہ ازلان اور اس کے درمیان موجود ٹینشن ختم ہوجائے۔
”ازلان! بیٹا اب بس بھی کرو۔ دوست کہیں بھاگے نہیں جارہے۔“ ثمن کتنی ہی دیر سے اسے بلا رہی تھیں۔
اب کی بار ان کا طنز برداشت نہیں ہوا تو وہ چلا آیا۔
”ماما! وہ سب کیا سوچیں گے؟“ وہ قدرے خوشگوار موڈ میں تھا۔ ایک بے ساختہ سی گہری نگاہ بلیو کامدار لباس میں ملبوس وحشت زدہ سی انگلیوں کو مسلتی اتشال پر ڈالی۔
”وہ سب وہی سوچیں گے جو اس وقت تمہاری بیوی سوچ رہی ہے۔“ ثمن کے ٹھنڈے انداز پر وہ زور سے ہنسا تھا۔
پھر جھک کر قدرے شرارت سے بولا۔
”بلیو می ماما! اگر میں تھوڑی دیر یہاں مزید کھڑا رہا تو یہ ضرور بے ہوش ہوکر گر جائے گی۔“
”فضول مت بولو۔ وہاں پوز دیئے جارہے ہو۔ تھوڑی سی تصویریں اتشال کے ساتھ بھی بنوالو۔“
ثمن کا مطالبہ اتشال کی دھڑکنیں سست کرگیا۔ اس نے بے اختیار ان کے بازو پر ہاتھوں کی گرفت مضبوط کی تھی۔
”اب پھر سے کوئی تماشا......؟“ ہونٹوں پر شرارت بھری مسکراہٹ اور بے فکرا پن لیے وہ ثمن کو وہی پہلے والا ازلان لگ رہا تھا۔

شوخ وشریر محفلوں میں جان ڈال دینے والا۔

ثمن نے فوٹو گرافر کو بلایا تو سبھی ان کی طرف متوجہ ہوگئے۔ شینا بھابی اگر جرمن نہ جاچکی ہوتیں تو انہیں چھوٹا موٹا اٹیک ضرور ہوجاتا۔ اب بھی ان کی والدہ اور بہن اقتثال کی آؤ بھگت ہوتی دیکھ کر سخت ناگواری محسوس کررہی تھیں۔

اقتثال کی کنفیوژن پر زیرلب مسکراتا پینٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے وہ اس کے پاس آ کھڑا ہوا۔

اتنے سارے لوگوں کی موجودگی اور ان کی خود پر مرکوز نگاہوں کے خیال نے اقتثال کے خوف کو شرم وحیا اور گھبراہٹ کے احساسات تلے دبادیا تھا۔ فوٹو گرافر باقاعدہ ڈائریکشن دے کر انہیں ساتھ ساتھ کھڑا کررہا تھا۔ تمام ناراضگیاں اپنی جگہ مگر اس وقت کی سچویشن فقط جھجک اور گھبراہٹ لیے ہوئے تھی۔

"جسٹ اے سیکنڈ......"

اس نے بہت اچانک فوٹو گرافر کو روکا۔ وہ پینٹ کی جیبیں ٹٹول رہا تھا۔

"میرے خیال میں اقتثال اس گولڈ میڈل کی حقدار ہے کیوں کہ اس نے مجھ جیسے شخص کو تمام تر خامیوں سمیت قبول کیا ہے۔"

اس نے بہت سنجیدگی سے کہتے ہوئے اپنا گولڈ میڈل انہی لوگوں کی موجودگی میں اس کے گلے میں ڈال دیا جن کے سامنے بھی وہ اسے اپنے کمرے میں گھسیٹتے ہوئے لایا تھا۔

سب سے پہلے ثمن اور سعید ہمدانی نے اور پھر ان کی تقلید میں تمام لوگوں نے تالیاں بجا کر اس کے اس عمل کو سراہا تھا۔ اس سے نظریں ملیں تو ازلان نے دیکھا' وہ سرخ چہرہ لیے بمشکل آنسو روک رہی تھی۔ اس سے نظر ملتے ہی چہرہ موڑ گئی۔ ہلکی سی مسکراہٹ نے ازلان کے ہونٹوں کو چھوا تو ایک یادگار تصویر کیمرے کی آنکھ نے محفوظ کرلی۔

سعید ہمدانی اپنے کمرے میں جاچکے تھے۔

ثمن کے ساتھ تھوڑا بہت کام نمٹا کر وہ ان کے ساتھ کمرے کی طرف بڑھی تو راستے میں لاؤنج کے صوفے پر نیم دراز ازلان نے اس کا ہاتھ تھام کر اسے روک لیا۔

وہ پوری جان سے کانپ کر رہ گئی۔

"کب تک یوں ماما کو تنگ کرتی رہو گی؟" وہ ہنستے ہوئے پوچھ رہا تھا۔

اقتثال نے خائف ہوکر ثمن کی طرف دیکھا تو وہ شانے اچکا کر مسکراتی ہوئی اپنے کمرے میں چلی گئیں۔

وہ اٹھ بیٹھا۔ اقتثال کا ہاتھ ابھی تک اس کے ہاتھ میں تھا جس کی لرزش اور ٹھنڈک ازلان کو واضح طور پر محسوس ہورہی تھی۔

"اتنا گھبرانا تو مجھے چاہیے۔" وہ اس کے مقابل کھڑے ہوتے ہوئے نرمی سے بولا۔ "کیوں کہ اس بار فیصلہ تم کو کرنا ہے' بنا کسی مجبوری اور بنا کسی خوف کے۔" اقتثال کو اپنی ٹانگوں سے جان نکلتی محسوس ہوئی۔ وہ بے دم سی ہوکر صوفے میں دھنس گئی۔

وہ اس کے سامنے ٹیبل پر بیٹھ گیا۔

"میں جانتا ہوں کہ لڑکیاں ایسے فیصلے کمپرومائز کے طور پر بھی کرلیتی ہیں کیوں کہ انہیں خوف ہوتا ہے کہ کسی انتہائی فیصلے کے بعد وہ اکیلی ہوجائیں گی۔ خصوصاً جب والدین سر پر نہ ہوں۔ مگر میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ایسا کچھ نہیں ہوگا۔ میں تمہیں بے پر کی آزادی نہیں دے رہا۔ تم اچھی طرح جانتی ہو کہ ماما اور بابا تم سے کتنی محبت کرتے ہیں۔ اس لیے تم جو کچھ سوچ چکی ہو وہ بلا جھجک کہہ دو۔ تمہیں کوئی پریشر فیس نہیں کرنا پڑے گا۔"

اقتثال کی آنکھوں سے قطرہ قطرہ کرکے آنسو بہنے لگے مگر وہ انہیں روکنے کی کوشش نہیں کررہی تھی۔

"میں فیصلہ تم پر چھوڑتا ہوں اقتثال۔ میں تمہارے سامنے اپنے ہار جانے کا اعتراف کررہا ہوں۔ میں نے جو سلوک تمہارے ساتھ کیا' وہ کسی طور بھی معاف کرنے کے قابل نہیں۔ پھر بھی میں اپنے فیور میں صرف اتنا ضرور کہوں گا کہ اگر میرے ان الفاظ کا میرے اس رویے کا کچھ مداوا ہے تو پلیز بتادو......"

وہ بہت تھکے ہوئے اور شکستہ انداز میں کہہ رہا تھا۔

اقتثال نے اپنی ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑ ڈالیں۔

پھر بے حد غیر متوقع طور پر بہت صاف آواز میں بولی۔

"فیصلہ تو آپ کو کرنا ہے۔ پریشرائز تو آپ کو کیا گیا تھا۔ مجبوری کا سودا تو آپ کے لیے تھا۔ میں نے تو یوں ہی ہاں کی تھی' جیسے تمام لڑکیاں کرتی ہیں۔ میں اب بھی آپ کے قدموں کی زنجیر نہیں بنوں گی۔" کتنی فراخ دلی دکھا رہی تھی وہ۔

ازلان ایک بار پھر خود کو ندامت کی دلدل میں دھنستا محسوس کرنے لگا۔ مگر وہ جانتا تھا کہ اس وقت کا فیصلہ آئندہ زندگی کی بنیاد ہوگا۔

"میں جھوٹ نہیں بولوں گا اقتثال۔ اس لیے میں اب یہ نہیں کہوں گا کہ مجھے تم سے محبت ہوگئی ہے۔ سچ یہ ہے کہ اگر محبت نہیں تو نفرت بھی نہیں ہے۔ میں اگر اپنا فیصلہ سناؤں تو یہی کہوں گا کہ میں اپنے کہے' اپنے کیے کا مداوا کرنا چاہتا ہوں۔ ترس یا ہمدردی کے تحت نہیں' بلکہ اسی رشتے کے تحت جو خدا نے ہمارے درمیان باندھا ہے۔ اور خدا کی رضا تو تھی ہی یہی۔ اس لیے تو اس نے زنجیر ڈال ہی دی میرے قدموں میں۔ خوب صورت اور نازک سی خوش خبری کی صورت میں۔" وہ بے حد سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔ آخر میں خود بخود اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ پھیلی تو وہ جو منہ اٹھائے اسے دیکھ رہی تھی' بے اختیار نظریں جھکا گئی۔ سنہری رنگت کے نیچے خون دوڑ اٹھا تو چہرے سے تپش نکلنے لگی۔

ازلان نے اپنا ہاتھ اس کے آگے پھیلا دیا۔

ہم بھی شکستہ دل ہیں' پریشان تم بھی ہو
اندر سے ریزہ ریزہ میری جان تم بھی ہو
ہم بھی ہیں ایک اجڑے ہوئے شہر کی مثال
آنکھیں بتارہی ہیں کہ ویران تم بھی ہو
مل جائیں ہم تو کیسا سہانا سفر ہو یہ
گھائل ہیں ہم بھی سوختہ سامان تم بھی ہو

بہت بوجھل سے انداز میں کہتا وہ فیصلہ اقتثال پر چھوڑ گیا تھا۔ اس کی آواز سے جھلکتا دکھ اقتثال نے اپنے اندر بہت گہرائی میں محسوس کیا تھا۔

کتنا شناسا سا تھا یہ دکھ۔

اس نے آنکھوں میں آئے آنسوؤں کو بہت دقت سے روکا۔ جب وہ عزت دے رہا تھا تو وہ کیوں ناشکرا پن کرتی؟

اس نے خدا کی آزمائش کو خاموشی سے برداشت کرلیا تھا اب جبکہ وہ خوشی دے رہا تھا' اس کی آزمائش کا صلہ دے رہا تھا تو وہ قبولنے سے انکار کرنے کی جرأت کیسے کرتی؟

اس نے بہت اعتماد کے ساتھ اپنا ہاتھ ازلان کے پھیلے ہوئے ہاتھ پر رکھ دیا اور بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔

"مگر آپ کو ہر حساب چکانا پڑے گا۔"

ازلان کا دل طمانیت سے بھر گیا۔ اپنی روح' اپنے ضمیر کا بوجھ اسے بہت ہلکا ہوتا محسوس ہوا تھا۔

"وعدہ رہا...... ہر حساب چکاؤں گا۔" وہ قدرے اس کی طرف جھک کر بولا تو اس کی آنکھوں کی شوخ سی اپنائیت بھری چمک اور ہونٹوں کی تراش میں دبی شریر مسکراہٹ اقتثال کو بوکھلا گئی۔

"بہت محبت سے چکاؤں گا۔ بس اتنا بتادو' اسی صوفے سے اسٹارٹ کروں یا میرے کمرے میں چلو گی؟"

خلاف توقع الفاظ وانداز پر وہ بے حد گڑبڑا کر پیچھے ہٹی تو وہ ہنسنے لگا۔ تب پہلی بار دل سے امڈتی مسکراہٹ نے اقتثال کے ہونٹوں کا گھیراؤ کیا تھا جس میں سکون و طمانیت کے رنگ تھے۔

دھند کے چھٹ چکے تھے اور زندگی کی راہ بہت روشن دکھائی دے رہی تھی۔